



نظم آباد (دکن)

۱۵
غلام احمد پکيل

تذکرہ نظام آباد

نظام آباد کا منسلق اپنے دائرہ میں ایک وسیع مایع
جیتا ہے جو نہ صرف لائق تحقیق ہے بلکہ
بودہن - بالکنڈہ - کولاس - نزل - دھبلی وغیرہ
مورل کی کوشش کا نقشہ اولین بہر حال بہت فزائی
لائق ہے کہ موصوف نے ان اہم ترین خزان
تاریخی کو بری خدمت کے نصاب کیا جو مسافروں
کے راز کم مشعل راہ کو ضرور ہی ہے۔

انتخاب

اس کتاب کو محترم مرزا محمد بیگ صاحب
 کے نام سے معنون کرتا ہوں نہ صرف اسلئے
 کہ مرزا صاحب نے مجھ کو تاریخ نظام آباد لکھنے
 کیلئے توجہ دلائی۔ بلکہ نظام آباد کی نشاتِ ثانیہ
 آپ کی انتہائی کاوشوں کی مرہونِ منت ہے فقط

المرقوم امرداد ۱۳۴۸ھ

خاکسار

غلام احمد

پیش لفظ

از

جناب معظم عبدالحی حبیبی

پرنسپل تاریخ جامع غنائہ

دکن ایک تاریخی سرزمین ہے۔ قدیم زمانے میں دکن یا دکنناٹھ کی اصطلاح میں وہ تمام ملک شامل تھا جو ہندوستان سے اس کماری تک پھیلا ہوا ہے یعنی جنوب کا ویری کے علاقے جنگوہم تامل اور کیرلا کہتے ہیں اس سے علاحدہ نہ تھے لیکن قرون وسطیٰ میں جب مسلمان فاتحوں نے یہاں اپنا علم نصب کیا دکن کے معنی بہت بدل گئے اور اب دکن صرف اس سرزمین کو کہتے ہیں جو شمال میں بالاکھاٹ سے شروع ہو کر دریائے تنگبھدرا یا زیادہ سے زیادہ دریائے کاویری پر ختم ہو جاتی ہے گویا دکن اس سطح مرتفع کا نام ہے جو انہی مختلف بلندیوں کے ساتھ بالاکھاٹ سے تنگبھدرا اور مشرقی اور مغربی لکھاؤں کے درمیان پھیلی ہوئی ہے اور یہ وہی سرزمین ہے جس پر آج سلطنت آصفیہ کا مقہم پرچم لہرایا ہے۔ اگرچہ دیکھنے کو اس کا دائرہ محدود معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی تاریخی وسعت بہت ہے اس میں صدیوں کی تاریخ چھپی ہوئی ہے

جوں جوں قدیم آثار اور تاریخی شواہد آنکھوں کے سامنے آرہے ہیں معلوم ہوتا ہے قبل تاریخی زمانے سے عہد حاضر تک اس ملک نے تاریخ و تمدن کی بڑی خدمت کی اور ہر زمانے میں اپنے گھرے نقوش چھوڑے بعض نشانوں سے ایسے زمانے کا بھی پتہ چلتا ہے جو ہم سے ہزاروں سال پیچھے تھا اور اس میں ایسی قوم بستی تھی جن کے انسانی اور سماجی خد و خال ابھی علمی گرفت سے باہر ہیں۔ لیکن اس تاریکی کے باوجود یہ ماننا پڑتا ہے کہ قبل تاریخی زمانے میں بھی یہاں ایک یا کئی قومیں ایسی بستی تھیں جو اس ملک کی عمرانی خدمت کرتی تھیں۔

لیکن اس ملک کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ دراوڑی قوموں نے یہاں تمدن کے دیئے روشن کئے دکن اہل مین دراوڑی قوموں کا گہوارہ ہے یہاں قدیم زمانے سے ہی قومیں آباد تھیں اور بعض آریوں کی وجہ سے شمالی و خیر باد کہہ کے یہاں آکر بس گئیں قبل مسیح زمانہ جبکہ دراوڑی قوموں کا ایک نیا سیلاب شمال سے دکن آیا ہے بہت غلط سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس وقت ان قوموں کی بقا کا سوال تھا اسی مابین میں ان لوگوں نے آریوں کے مقابلہ میں اپنے کو زندہ رکھنے کی کوشش کی چھوٹی اور بڑی راجہ دہانیاں قائم کیں جو ان کے بچاؤ کے لئے ضروری تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جس قوم نے سب سے پہلے دکن کی سیاسی و تمدنی رہنمائی کی وہ کنٹری قوم ہے۔ یہی قوم سب سے پہلے کرناٹک سے اٹھی اور تمام دکن کے منتشر اجزاء کو یکجا کر کے بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ اس سے

نہ صرف ان قوموں کی حفاظت ہوئی بلکہ ملک کی تمدنی خدمت ہوئی۔ چنانچہ قبل مسیح دور میں آندھرا خاندان اور چھٹی صدی عیسوی سے چالوکیہ اور راشٹرکٹ خاندانوں نے اپنا علم نصب کیا اور ان کے زوال کے بعد ان کے کئی بھاندگاں اور صوبداروں نے ان کی خوشہ چینی کی۔ یہ تمدنی مرکز سطح مرتفع دکن کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔

جب تیرہویں صدی کے آخری عشرہ میں مسلمان حملہ آور اور فاتح یہاں آئے تو ان کے ساتھ ایک نیاز مہنی اور سیاسی انقلاب آیا جس نے چودھویں صدی میں اس ملک کی کاپیٹل کر دی۔ اس کو دکن کا عہد آفریں زمانہ کہنا چاہئے جبکہ مسلمانوں نے یہاں اپنے جدید اصول معاشرت و سیاست کے ساتھ اپنی سلطنتیں بنائیں اور ان کے ذریعے دکن کی غیر معمولی علمی و تمدنی خدمت کی۔ گھری نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نئے تمدن کی زمیں دوز نہریں نہایت سرعت کے ساتھ دکن کے طول و عرض میں پھیل گئیں اور دو ایک صدی کے اندر اس کی سیاست اور معاشرت کو ایسا متاثر کیا کہ اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ پہلے بہمنی سلطنت قائم ہوئی جو تمام دکن پر چھا گئی اور اس نے دکن کے تمام جغرافیوں اور قومیتوں کو متاثر کیا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب سلطنت بہمنی کا شیرازہ بکھرا تو اس کے مختلف اجسہ اچھوٹی سلطنتوں

کی صورت میں دکن کے مختلف صوبوں میں رہ گئے
اور اپنی مہرلی سلطنت کے نقش قدم پر چلنے لگے
چنانچہ ان کے مرکز جہاں تمدن کی صد پانٹائیاں
پائی جاتی ہیں۔ برار۔ ہمارا شٹر۔ گونا ملک
اور تنگھانے میں سوجو ہیں۔ اور پچھلا زمانہ یار
دلاتے ہیں۔

سترہویں صدی سے دکن میں پھر ایب نیا سیلاب آیا
جس کے پیچھے پیچھے مغل شہنشاہ تھے۔ اگرچہ ان فاتحوں کا
دیرینہ منصوبہ یہ تھا کہ دکن کو بھی شمالی شہنشاہیت میں
ضم کر لیں لیکن یہ ایسا پورا نہیں ہوا جیسا وہ چاہتے تھے
اکبر و شاہجہاں صرف شمالی دکن کو مسخر کر سکے اور
مغل عہداری قائم کی اور شہنشاہ اورنگ زیب نے جو کہ
فاتحانہ جذبہ اس کے مشروروں سے نہیں زیادہ تھا جو فی
دکن کو بھی مسخر کر لیا لیکن یہ عالمیاری فتوحات زیادہ دیر پا
ثابت نہیں ہو سکیں۔ شہنشاہ نے اہم اہمال کے بعد ہی ان
فتوحات کا شیرازہ کرنے لگا۔ لیکن جہاں اس بات کو
فراموش نہیں کر سکتے کہ مغل سیلاب کے ساتھ یہ مدت
و معاشرت کی جو جدید تحریکیں آئیں تھیں وہ دشمن تھیں
میں بہت کچھ جذب ہو گئیں ان تحریکوں کے بھی جدید
مرکز پیدا ہوئے جہاں مغل شہنشاہوں اور ان کے

سب سالاروں نے اپنا پڑاؤ ڈالا تھا۔ وہ بھی آج تمدن کے بٹھے مخزن میں اور شمال سے لیکر جنوب تک ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور اس کا اثر دور دور تک محسوس ہوتا ہے۔

ارباب سیاست کے علاوہ علماء، شعرا اور صوفیہ کا ایک جگمگاتا تھا جو قدیم اور جدید مسلمان فاضلوں کے ساتھ آیا اور دکن کے ہر حصہ میں پھیل گیا۔ ان کے بوسیدہ در و دیوار اور مقبرے تمدن کے بڑے مرکز میں مغل پوریشوں کا ایک بڑا نتیجہ موجودہ سلطنت آصفیہ ہی ہے جو اس وقت پرانی اور نئی آب و تاب کے ساتھ قائم ہے اور قدیم اور جدید دونوں تمدنوں کا سنگم ہے۔ اس سلطنت ابد مدت نے ایک طرف قدیم تمدن کی حفاظت کی تو دوسری طرف جدید تمدن کے لئے دروازہ کھول دیا اور اس کی بدولت آج دکن میں کئی تمدنی مرکز قائم ہو گئے اور

پڑ رہے ہیں۔

تاریخ دکن کے اس سیرسری مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ہر زمانہ تاریخی تھا اور ہر دور میں تاریخ و تمدن کے بڑے بڑے مرکز پیدا ہو گئے جن سے آس پاس کی زمینیں اور آبادیاں سیراب ہوئیں اور یہ تمام سطح مرتفع دکن پر پہلے ہوئے ہیں۔ یہ کچھ قبل اسلامی زمانے کے ہیں اور کچھ مسلمانوں کے پیدا کئے

ہوئے ہیں۔ اور ان کے آثار جن میں قلعے محل مساجد و
 منادر مقبرے سب ہی طرح کی چیزیں ہیں اپنے زمانہ کی یاد
 تازہ کرتی ہیں۔ یہ کہنا مبہالتے سے خالی نہیں ہے کہ سلطنت
 آصفیہ کے طول و عرض میں اسوقت جو تاریخی مقامات
 بائے جاتے ہیں۔ شاید ہندوستان کے کسی ایک خطے
 میں اتنے نہیں ان میں اکثر مقامات ایسے ہیں جو ایک
 زمانے میں خود راجدہانیاں تھیں۔ بعض مقامات ایسے
 ہیں جو صوبہ داروں اور مقامی عہدہ داروں کے
 مستقر تھے اور بعض علماء و فضلا اور صوفیہ کے مسکن
 و مابین تھے جن کے حلقوں میں صدیہ طلبہ اور
 عقدہ تمدن جمع ہوتے اور علمی و روحانی فیض پاتے تھے
 ان کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ آمل تاریخ
 کا فرض ہے کہ ایسے تمام مقامات کو جہاں تاریخ کے
 خزانے چھپے ہوئے ہیں روشنی میں لائیں اور انہوں سے
 او جھل نہ ہونے دیں۔

ملک کے بعض ہندوؤں نے جن کو تاریخ کا صحیح ذوق
 تھا ایسے تاریخی مقامات کو روشنی میں لانے کی کوشش
 کی ہے جیہاںچہ قاضی قطب الدین صاحب نے تاریخ بڑا اور
 عبدالرزاق صاحب نے مذکورہ نرمل۔ غشی امیر حمزہ صاحب
 نے تاریخ کولاس اور تاریخ قندہار۔ مولوی عبدلواہاب

صاحب عندلیب نے حالات بیدر اور نواب فرامر جنگ
 بہادر نے تاریخ اودگیر لکھی اور نواب صاحب موصوف کے
 انما سے مولوی عبد الرحیم خاں صاحب نے مرقع کزناتک
 ترتیب دیا جس میں تمام کزناتک کے حالات ہیں اس میں کوئی
 شک نہیں کہ ان تاریخوں سے بہتر تاریخی مواد جمع ہو گیا
 اور ہمیں ان مورخوں کا ممنون ہونا چاہئے۔ لیکن ابھی بہت
 کام باقی ہے ابھی سیوں مقامات ضلع اور تعلقہ ایسے
 ہیں جن کی تاریخ روشنی میں آنی چاہئے تاکہ دکن کی گزشتہ
 غطبت آنکھوں کے سامنے آئے اور اس کی روشنی میں
 مستقبل کا صحیح اندازہ ہو سکے بڑی خوشی کی بات
 ہے کہ مولوی غلام احمد صاحب ناکلی وکیل نے نظام آباد
 دکن کے نام سے ضلع نظام آباد کا ایک اچھا تاریخی مرقع
 ترتیب دیا ہے جو ہر طرح قابل قدر ہے۔ یہ ایک اچھے
 مورخانہ انداز میں ترتیب دیا گیا ہے جو ایک کیڈ اور گز میٹر
 سے بہت زیادہ ہے اس میں نظام آباد سے متعلق جغرافی
 اور تاریخی مواد کے علاوہ سیاسی۔ معاشی۔ معاشرتی
 علمی اور تعمیری غرض ہر قسم کے معلومات جمع ہیں اور
 پہری دانست میں اس سے پہلے کسی مقام کا ایسا جامع مرقع
 شائع نہیں ہوا۔ اس مرقع سے پہلے کسی کو خیال نہ تھا
 کہ نظام آباد میں اس قدر تاریخ چھپی ہوئی ہے اور یہ اپنے

لائق باشند وہ اور بیدار مغر عہدہ داروں کی رہنمائی کی
بدولت اس قدر ترقی پذیر ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پچھلے
دس بیس سال کے دوران میں اس ضلع نے بہت ترقی کر لی
اور اس کی خوش آئند ترقیاں اس بات کی شاہد ہیں کہ
نظام آباد آگے چل کر ایک بڑا شہر بن جائے گا۔۔۔۔۔ عظام
صاحب کی جستجو اور تلاش قابلِ اذہ ہے اور اس بات کا ثبوت
ہے کہ مولوی صاحب ایک اچھے مورخ ہیں۔ مجھے امید ہے
کہ۔۔۔۔۔ صاحب موصوف سے دوسروں کی رہنمائی ہوگی۔

صدیقی
حمایت نگر روڈ۔ خدر آباد دکن
۱۵ مئی ۱۹۶۱ء
۷ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

فہرست ابواب

| صفحہ | مضمون | ابواب | حصہ |
|------|-------------------|--------|---------------|
| + | وجہ تصنیف | باب ۱ | حصہ اول |
| ۱ | حالات جزائی | باب ۲ | مراتب ابتدائی |
| ۱۰ | سیاحت قدیم | باب ۳ | |
| ۴۳ | تقسیم ضلع بندی | باب ۴ | |
| ۵۷ | مالدار کی اراضی | باب ۵ | حصہ دوم |
| ۶۶ | حالات تعاملان ضلع | باب ۶ | انتظام مال |
| ۸۴ | زراعت | باب ۷ | |
| ۸۹ | آبیاری و تعمیرات | باب ۸ | |
| ۹۵ | نظام ساگر | باب ۹ | |
| ۱۰۸ | جنگلات | باب ۱۰ | |
| ۱۱۴ | کروڑ گیری | باب ۱۱ | |
| ۱۱۷ | عدالت | باب ۱۲ | حصہ سوم |
| ۱۲۲ | پولیس | باب ۱۳ | انتظام مملکت |
| ۱۳۱ | تعلیمات | باب ۱۴ | |
| ۱۴۳ | کتب خانہ | باب ۱۵ | حصہ چہارم |
| | | | امور عامہ |

فہرست ابواب

| صفحہ | مضمون | ابواب | حصہ |
|------|-----------------------|--------|-----------|
| ۱۴۶ | صنعت و حرفت | باب ۱۲ | حصہ چہارم |
| ۱۵۳ | کارخانہ شکر سازی | | امور عامہ |
| ۱۵۷ | مدیریت صنعت و حرفت | | |
| ۱۶۲ | تجارت | باب ۱۳ | |
| ۱۶۹ | طبابت و حفظان صحت | باب ۱۴ | |
| ۱۷۵ | دارالمجذوبین | | |
| ۱۸۴ | ٹینیس | باب ۱۵ | |
| ۱۸۷ | سجادہ و مقابر | باب ۱۶ | |
| ۲۰۳ | شعور عامہ یعنی بیداری | باب ۱۷ | حصہ پنجم |
| ۲۲۶ | عمارات عامہ | باب ۱۸ | متفرق |
| ۲۳۷ | تفریح گاہیں | باب ۱۹ | |
| ۲۴۹ | مشاہیر | باب ۲۰ | |

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وجہ تصنیف

قابل تعریف تو وہی ایک ذات تعالیٰ ہے جس کا میزان عدل اعمال کا صحیح توازن کرتا ہے اور جس نے تاریخِ اجم کو عالم کی فلاح و بہبود کیلئے آخری پیغام لانے والے کے ذریعہ ہم تک پہنچایا تاکہ اہل بصیرت اُس کے نتائج پر غور و فکر کر کے راہِ سقیم پر چلیں ایسے پیغام لانے والے پر کائناتِ عالم کا درود اور سلام —

دعا و خیر و برکت۔ اقبال و قوت اور جاہ و شہرہ و دکن میر عثمان علیخان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ آصف سابع کے لئے جس کی بیدار مغزی و رعایا پروری سیاست و کیا صحت تاریخِ عالم میں اپنی آپ نظر ہے۔ اما بعد۔

ضلع نظام آباد کو سلطنتِ آصفیہ کے پندرہ اضلاع پر جو امتیاز نظام ساگر دکار خانہ شکر سازی کی وجہ سے حاصل ہے اس سے میاں کا حال مستقبل نہایت شاندار نظر آ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر شخص یا تو بغرض حصول معلومات فنی یا بغرض سیر و تفریح حدودِ ارضی نظام آباد میں داخل ہونے کا متمنی ہے۔

یہاں جب کوئی سیاح آتا تو ماضی کے حالات و واقعات سے وہ قطعاً بے خبر رہتا ہے۔ جس سے نہ تو اسکی سیاحت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور نہ فنی معلومات میں کوئی مدد مل سکتی ہے اسطرح جب کوئی عہدہ دار یا ملازم سرکار اپنی خدمت کا جائزہ لیتا ہے تو وہ یہ نہیں جانتا کہ ماضی کس رنگ میں گزرا۔

مستقبل کی ہر جیتی ترقیوں کے لئے ماضی کا پیش نظر رہنا بھی ضروری ہے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں اپنے اسلاف کے کامیابیوں کو دیکھیں و نیز ہر عہدہ دار اپنے پیش رو کے حالات پر نظر ڈال کر غور کرے کہ ملک و مالک کی سچی خدمت گزاری کے لئے وہ کس

جہت کو عملاً اختیار کرے گا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہمارے جلال الملک سرودکن میر عثمان علی گنی ان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

نے اس ضلع کے لئے خزانہ شاہی کے دروازے کھول دیے ہیں اور تقریباً چھ کروڑ روپیہ یہاں کی خوشحالی کی ضمانت میں خسر چکے ہوئے ہیں تو کیا ہر عہدہ دار پر یہ فرض عاید نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پیش رو کے زمانہ کا فرمانی سے بہتر زمانہ اپنے لئے مہیا کرے؟ یہاں تک کہ تبادلہ کے بعد اسکے اچھے کارنامے اس کو زبان زد خلائق بنائیں جو اسکی عین کامیابی کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں باشندگان نظام آباد پر بھی ایک فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ آگے پیچھے اور جو کچھ اونکی فلاح و بہبود کی خاطر عالم وجود میں آیا ہے اس سے خود استفادہ کرتے ہوئے دوسروں کو بھی

ہمارے پیارے جلالت الملوک شاہ عثمان کی تصویر خدا جہار نے شاہ کو تادیر سلالت پر سلطنت کا پرچہ



نظام آباد
سلطنت و تاج

مستفید کریں۔ تاکہ وہ اپنے مالک حقیقی و مالک مجازی کے عملاً
 مشکور نظر آئیں۔ ان مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے
 ضرورت ہے کہ کوئی معیار ترقی سامنے ہو کیونکہ ہر فریق یہی
 سمجھتا ہے ”ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔“

حالانکہ بسا اوقات ایسا نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کی کوئی
 یہی ہے کہ ماضی نامقام معلوم کر لیا جائے۔ اور حال نظروں کے
 سامنے رہے۔ میں نے آج تک ہر فرد بشر کو یہی کہتے سنا کہ وہ
 تنہا مالک کا بیچا بھی خواہ اور ملک کی ترقی کا واحد علمبردار ہے۔
 لیکن جب کبھی گہری نظر سے دیکھا تو مدعی کا ذرہ برابر حصہ
 ملک کی ترقی میں نظر نہ آیا۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر ایسے مدعی
 کے روبرو شکستہ در و دیوار اُجڑے ہوئے کھنڈر زمین سے
 نکلے ہوئے ڈھیر اور مدفون خزانے رکھ دئے جائیں تاکہ وہ
 اس پر نظر ڈال کر اپنے ضمیر سے خود ہی سوال کرتے کہ اسکا
 دعویٰ ترقی کس حد تک حق بجانب ہے اور زمانہ ماضی
 جسے وہ اپنے زعم باطل میں ناتراشیدہ ہجر دماغوں کی
 پیداوار سمجھ رہا ہے اس برقی روشنی کے زمانے سے
 بدتر تھا یا بہتر۔ اگر اسکو فی الحقیقت ماضی کے مقابل حالِ درخشا
 اور امید افزا معلوم ہو تو بلاشبہ اسکے تمام دعاوی نہ صرف
 قابلِ تسلیم بلکہ وہ خود لائق ستائش ہے۔ اگر یہ صورت حال
 نہیں تو اس کو ایک مرتبہ اپنی نئی روشنی کی ڈنگریوں پر دجو

بظاہر خیر مکن اور یہ باطن قاطع بصارت و نیز دماغ کو معطل کر کے علاج کی سدا رہ ہیں) ماتم کرتے ہوئے تھکد ہی صحت بخش اور منفعت رساں روشنی پیدا کرنے کی جستجو میں اپنی اعلیٰ تعلیم و ذاتی قابلیت سے ہر جتنی ترقیوں کا ثبوت دینا چاہتے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ ماضی کے مقابل حال بہتر ہے اور مستقبل بہترین رہیگا۔

جب سمجھی کسی قوم نے منزل ترقی کی جانب رُخ کیا تو وہ تاریخ ماضی کی عینک لگا کر ہی آگے بڑھی۔ اور جب تک منزل مقصود پر نہ پہنچتی دم نہ لی کیونکہ ماضی اس کے پیش نظر تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ حال کو بہترین بنانے کیلئے آگے بڑھ کر ہی بلند ترین مقام حاصل کرنا ہوگا۔ ۱۳۱۵ء میں میرے والد حضرت محمد دستگیر نایابی (اللہم اغفر لہما رحم) سررشتہ داری عدالت ضلع نظام آباد پر آئے تو اسی سلسلہ میں نہ صرف تین سال سے زمین نظام آباد پر سکونت پذیر ہوں۔ بلکہ آثار قرائین بتلاتے ہیں کہ حسب طرح اپنے چھوٹے در بڑوں کو اسی خاک کے سپرد کر چکا ہوں شاید خود بھی اس زمین کا پیوند ہو کر رہوں۔ ایسی حالت میں جبکہ میرا دماغ گوشت پوست سب کچھ نظام آباد کی آب و ہوا و غذا کے پرورش یافتہ ہیں تو مجھ پر یہ فرض عاید ہوتا

تبھا کہ میں حتی المقدور اپنے وطن کی کچھ نہ کچھ خدمت کروں
 مجھکو اس فرض کا احساس اور زیادہ ہو گیا۔ جبکہ محترم
 مرزا محمد بیگ صاحب نے ۱۳۲۲ء میں تجھے فرمایا۔
 ”آپ کو نظام آباد کی تاریخ لکھنی چاہئے“ بس اُسی تاریخ
 سے میں نے اس تاریخ کے لئے تاریخ نامہ کی ورق گردانی
 شروع کر دی اور بہہ نتیجہ کر قلم کو متحرک کیا کہ تھوڑے
 ہی عرصہ میں منزل مقصود حاصل کر لوں گا۔ لیکن معلوم ہوا
 کہ خود غلط بود انجہ پائیداشتیم
 نواں سال ختم ہو رہا ہے مگر نظام آباد کی تاریخ ہنوز
 تاریخ ہلالی کا غرہ بنی ہوئی ہے۔ اور ہر اوس دوڑ کے
 بعد جس کو میں اپنی انتہائی منزل سمجھ کر ذرا دم لیتا ہوں
 اور غور کرتا ہوں تو اپنی محنت کو ابتدائی تاریخ کی
 منزل اول پر ہی پاتا ہوں۔ جس کے بعد اپنی بے مائی
 کا اعتراف کر کے تاریخ کا نام لیتے ہوئے شرما تا ہوں
 اس نتیجہ کے بعد میں نے قطعی ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اب کبھی
 تاریخ کا نام نہ لوں گا۔ لیکن مورخ کہلانے کا شوق جو دائمی
 جو چمکا تھا۔ اس لئے نفس مارہ نے نہ مانا اور مجھے اس کتاب
 کی اشاعت پر مجبور کر دیا۔ چونکہ میرا نفس شروع ہی
 سے دماغی کاوشوں کے ذریعہ ناموری کا تمہنی بنا ہوا ہے
 اسلئے مجھکو اس نے کہا کہ جو کچھ مواد محنت شاقہ سے تو نے

جمع کیا ہے اس کو شائع کر دے تاکہ آئندہ مورخ کیلئے
ایک نقش راہ ہو جائے۔ جس طرح کہ تیرے عزیز مرحوم
محمد عبدالسلام نے ”حالات نظام آباد“ کتاب میں شائع
کیا تھا جس سے تو نے رہنمائی حاصل کی۔ یا تاریخ فرشتہ
گلزار آصفی۔ یا تاریخ نزل و کو لاس۔ رپورٹ ہائے محکمہ آثار
قدیمہ وغیرہ سے تو نے مدد لی اسی طرح ممکن ہے کہ
آئندہ مورخ تیری ناچیز دماغی کاوشوں سے کچھ نہ کچھ
حاصل کر ہی لے گا۔ اور مزید معلومات کی فراہمی کا موقع اس کے
ہاتھ آ جائیگا۔ پس نفس کی اس آواز نے موجودہ مواد
ایک مختصر سی کتاب کی صورت میں شائع کر نیکی جراثیم
جھکود لائی۔ (غلامیری غلیطوں اور گناہوں کو عاف کرے)

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ کا لکھنا فرد واحد کا کام نہیں
جستگ کہ ہر طرف سے دستگیری نہ ہو۔ پس سینکڑوں
دماغوں کی چھینوں سے چھین کر وہ تکمل کھلا سکتی ہے اسلئے
میر ہی ہمت نہیں ہوئی کہ اس کتاب کو ”تاریخ“ کے زرین
نام سے موسوم کروں۔ لہذا اس کتاب کو ”نظام آباد“ کے نام
سے موسوم کرتے ہوئے آئیوالے مورخ کے لئے تاریخ
کے نام کو چھوڑ دیتا ہوں۔

مجھ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ان اوراق میں بہت
کچھ غلطیاں اور بہت کچھ معمول چوک میری فطرت بشری

کے سبب ضرور نظر آئیگی جس کی اصلاح کرانا ہر اُس انسان
 کا فرض ہے جو اوس کو معلوم کرے۔ تاکہ نظام آباد کی تاریخ
 صحیح معنی میں مکمل ہو جائے۔ پس ہر نقاد سے میری التجا
 ہے کہ جو کچھ اوسکو معلوم ہے۔ اوس سے بحوالہ اسناد اس
 ناچیز کو مطلع کر دے۔ یا کتب خانہ عثمانیہ نظام آباد میں معلومات
 کا ایک نوٹ بطور ضمیمہ اس کتاب میں شریک کرادے۔ تاکہ
 آئندہ طبع ثنائی یا آئندہ مورخ اوں قیمتی معلومات سے مستفید
 ہو کر نظام آباد کی تاریخ کو صحیح معنی میں مکمل کر لیں۔
 آخر پر میں اس امر کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں
 کہ میں نے ان اوراق میں حق و صداقت کو اُجاگر کر نیکی
 کو کشش کی ہے اگر وہ کسی کو کھڑوی لگے تو یہ میرا قصور نہ ہوگا۔
 بلکہ اُسکو اُحق قرار دینی کی کسوٹی بھیجی جائے۔ بحیثیت ایک
 مورخ کے جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بلاشبہ عوام کے
 خیالات کا عکس ہے۔ اگر کسی شخصیت کو چند افراد نے برا کہا
 اور عوام الناس نے اچھا تو میں نے عوام الناس کی آواز کو
 جگہ دی۔ اسی طرح اسکے برعکس۔
 یہ حسن اتفاق ہے کہ میں تقریباً بیس سال سے ملی و قومی
 خدمت گزاری کا مدعی ہوں اور میں ہی نظام آباد کے
 تاریخی حالات کو محفوظ کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں بعض ایسے
 واقعات کا تذکرہ بھی کرنا پڑا جس میں میری ذاتی کاوشوں کو دخل تھا

جگو میں بحیثیت نمائندہ رعایا رمخاد عامہ کے لئے از بس ضرر
سمجھتا رہا۔ کیا عجب کہ اسکو پڑھ کر ناظرین مجھکو خود ستانی کا
طرز مقرر دیں۔ بلاشبہ فی الوقت تو یہ الزام صحیح ہوگا لیکن
نہ صرف آئیوالے مورخ کے لئے یہ بنیاد ممد و معاون تھا
ہوگی بلکہ آئیوالی نسل کے سامنے میں اپنے فرائض منصبی سے
کچھ نہ سمجھ برمی الذمہ ہو جاؤں گا۔

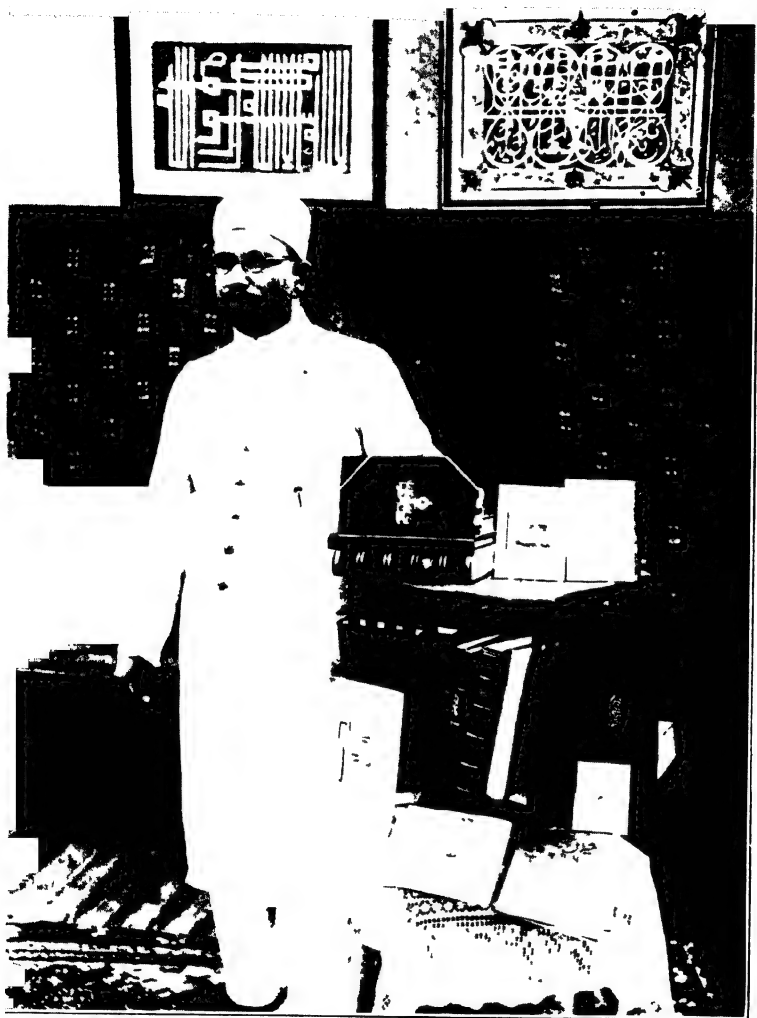
اس دیباچہ کو بغیر اظہار شکر ختم کر دوں تو انتہائی
احسان فراموشی ہوگی۔ بس میں اول تمام حضرات کا
مشکور ہوں جنہوں نے ان اوراق کے لئے مجھکو مواد، حفاظت
جس میں سب سے زیادہ قاضی فصیح الدین احمد صاحب
وسید ولد ار حسین صاحب اکبر کیٹو انجینئر اور غلام افضل صاحب
مستقیم پولیس۔ ناظم صاحب جنگلات ناظم صاحب کردگری
و مقرر صاحب مجلس عالیہ عدالت و ناظم صاحب ٹیپہ۔ دکان
ناظم زراعت وغیرہ ہیں جنکی مہربانیوں سے مجھکو زمانہ گذشتہ
و موجودہ کا مواد مل گیا اور میرے عزیز بھائی حاجی محمد عبد الحفیظ صاحب
نہ بھی بیحد مہربان منت ہوں جنکی حسن توجہ و محنت شاقہ
میری ہر اشاعت میں ممد و معاون رہتی ہے و نیز
قاضی زین العابدین صاحب اول تعلقہ دار وقت کا بھی بیحد
مشکور ہوں۔ جنکے زمانہ میں گوشہ عافیت نے مجھکو
اتنی فرصت دی کہ تصنیف میں کوئی رکاوٹ ہی پیدا

نہ ہو سکی۔ اگر وہ امداد اور بہہ واقعات شریک حال نہ
 ہوتے۔ تو شاید ہی میں اس کتاب کی اشاعت کے
 قابل ہوتا۔
 مجھ کو توقع ہے کہ عطیہ مواد کے نتائج کو دیکھنے کے
 بعد طبع ثنائی آنے والے مورخ کے لئے ہر سرشتہ اس
 سے زیادہ مواد بہم پہنچانے کی سعی کرے گا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَسُبْحَانَ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا ۚ

نکسار
 علامہ حمزہ نایلی
 اوسیل

تاریخ اہل واداعراف
 نظام آباد
 کاشانہ



مولف "مع سیرۃ حیات"

صحیح تمامہ - ناظرین سے انتہائی شرمندگی کے ساتھ درخواست کی جاتی ہے کہ اولاً کتاب کی غلطیوں کو درست فرمایا جائے تاکہ میرے باعث تشکر ہو جائے۔

| صفحہ | غلط | صحیح | صفحہ | غلط | صحیح |
|------|-------------------|-------------------|------|--------------------------|--------------------------|
| ۳ | پانگرہ | پانگرہ | ۲۶ | مسر سواجی راؤ | مسر سواجی راؤ |
| ۴ | کہ نامندرم | کہ نامندرم | ۲۷ | خرچ | خرچ |
| ۵ | مولسہ | مولسہ | ۲۸ | اس سے | اس سے |
| ۶ | لازمین نرخ | لازمین نرخ | ۲۹ | تعلقہ کاریدی | تعلقہ کاریدی |
| ۷ | دکلا روڈ اکثری | دکلا روڈ اکثری | ۳۰ | کورٹ گیر | کورٹ گیر |
| ۸ | ۵۲ | ۵۲ | ۳۱ | تعلقہ داری | تعلقہ داری |
| ۹ | ۱۳۲۵ | ۱۳۲۵ | ۳۲ | ۲۰۶۶۲۴۵ | ۲۰۶۶۲۴۵ |
| ۱۰ | در لمبی | در لمبی | ۳۳ | ۹۲ | ۹۲ |
| ۱۱ | منہ | منہ | ۳۴ | صدے | صدے |
| ۱۲ | نانک واڑی | نانک واڑی | ۳۵ | عدالت ضلع کی مغربی | عدالت ضلع کی مغربی |
| ۱۳ | قلعہ و عمارت | قلعہ و عمارت | ۳۶ | تخم نیشکر نمبر ۱۲۹۰ | تخم نیشکر نمبر ۱۲۹۰ |
| ۱۴ | وجید منور خاں | وجید منور خاں | ۳۷ | مرزہ کو امیر علی بیج | مرزہ کو امیر علی بیج |
| ۱۵ | در کار میں | در کار میں | ۳۸ | نیشکر کیلئے امیر علی بیج | نیشکر کیلئے امیر علی بیج |
| ۱۶ | دیکھتے ہیں اس | دیکھتے ہیں اس | ۳۹ | ناظم بندوبست | ناظم بندوبست |
| ۱۷ | اندر اپور اکھا | اندر اپور اکھا | ۴۰ | مرزہ امدادی | مرزہ امدادی |
| ۱۸ | تحقیق میں نہ رہتی | تحقیق میں نہ رہتی | ۴۱ | ۶ فلانگ | ۶ فلانگ |

| صفحہ | غلط | صحیح | صفحہ | غلط | صحیح |
|------|--------------------|--------------------|------|---------------|---------------|
| ۱۱۲ | کارگزار ہے | کارگزار ہے | ۱۹۷ | نذہب | نذہب |
| ۱۱۳ | ۱۳۲۸ | ۱۳۳۱ | ۱۹۸ | یاوسیلان | یاوسیلان |
| ۱۱۴ | احمد بن شبر | حامد بن شیر | ۲۰۰ | ناگاری | ناگاری |
| ۱۱۵ | کنہیاں | بکھیاں | ۲۰۱ | کتب ختہ | کتب ختہ |
| ۱۱۶ | حلہ | جلسہ | ۲۱۶ | سالاری کا فرع | سالاری کا فرع |
| ۱۱۷ | بروقت | بروقت | ۲۱۷ | صنعی | صنعی |
| ۱۱۸ | آدمی | آدمی | ۲۲۵ | مددگار | مددگار |
| ۱۱۹ | ۱۹۳۹ء | ۱۹۶۷ء | ۲۲۶ | دریا ہال | دریا ہال |
| ۱۲۰ | بند بانی | بید بانی | ۲۲۷ | لاہوا | لاہوا |
| ۱۲۱ | یہ ایک عالم طور پر | یہ بات عالم طور پر | ۲۲۸ | ترمیم | ترمیم |
| ۱۲۲ | اپنے تیزی و ختام | اپنے ترقی و ختام | ۲۲۹ | مغربی | مغربی |
| ۱۲۳ | دارالعبادہ | دارالعبادہ | ۲۳۰ | مشرقی | مشرقی |
| ۱۲۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۱ | آغاز | آغاز |
| ۱۲۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۲ | محسبہ | محسبہ |
| ۱۲۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۳ | مخلوط | مخلوط |
| ۱۲۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۴ | پرنس | پرنس |
| ۱۲۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۵ | پانی | پانی |
| ۱۲۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۶ | عمدان | عمدان |
| ۱۳۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۸ | منادر | منادر |
| ۱۳۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۳۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۳۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۴۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۴۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۵۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۵۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۶۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۷۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۷۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۸۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۸۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۲۹۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۹۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۰۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۰۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۱۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۱۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۲۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۲۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۳۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۳۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۴۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۴۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۵۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۵۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۶۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۶۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۷۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۴ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۱ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۵ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۲ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۶ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۳ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۷ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۴ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۸ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۷۹ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۶ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۸۰ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۷ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۸۱ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۸ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۸۲ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۸۹ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۸۳ | ۱۳۸۰ | ۱۳۸۰ | ۳۹۰ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۲۸۴ | ۱۳۸۰ | | | | |

بنام جہاندار جان آفرین
نظام آباد (دکن)
حصہ اول
 مراتب ابتدائی
باب
جغرافی حالات

نام۔ اس مقام کا نام اندو بھا اندر سوم (جو راشٹر کوٹ کے خاندان کا راجہ تھا) کی مناسبت سے اندر پور تھا۔ کثرت استعمال سے اندور ہو گیا۔ ۱۳۱۴ء میں جبکہ ریلوے اسٹیشن قائم ہوا تو اندور سٹیٹ ریلوے اسٹیشن کے ہم نام ہونے کی وجہ سے تحریک سربرجی تعلقات وقت بانی سلطنت دکن کے نام سے اسکو نظام آباد سے موسوم کیا گیا۔ ایک اور مقام شمالی ہند میں اسی نام کا ہے (جو گجرات و اندھرا پردیش کے قریب ہے) فصیح کو بینگر تعلقہ مدھیہ میں بھی ایک موضع اسی نام کا ہے

محل وقوع - عرض البلد ۱۸ - ۵ و ۳ - طول البلد ۷۷ - ۵۹ و ۷۹ - ایک قطع
ہندوستان کے جنوب میں کثیر الاضلاع پائے تخت بلند فزندہ بنیا وحید آباد دکن کے
شمال مغرب (۱۰ میل فی صلیہ پر (۱۸۲۶) مربع میل کے پھیلاؤ میں حدود اربعہ
ذیل کے ساتھ قائم ہے -

شمال دریائے گوداوری و اضلاع ٹانڈیر - آصف آباد - مشرق میں ضلع کرنگو
جنوب ضلع سیدک مغرب اضلاع ٹانڈیر سیدک دریائے ناخرا - اور مغرب و جنوب کے
گوشہ میں نظام ساگر واقع ہوئے ہیں -

سطح سمندر - نظام آباد کی اوسط بلندی سطح سمندر سے (۱۲۵۰) فٹ ہے -

زمین کی کیفیات - یہاں پر کالی ریگزی زمین یعنی سیاہ رنگ کی مٹی مثل مرہٹواری
کے جس کو سیاہ پتھری بوسیدگی و خیل کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے -
اور چمکے سرخ رنگ کی چوڑ ویت ملی ہوئی مثل تلنگانہ کے پائی جاتی ہے - دریائے
گوداوری کے قریب علاقہ مرہٹواری سے ملے ہوئے تعلقات ہو صحن - بانسوارہ و نظام آباد
میں اول الذکر زمین کا حصہ زائد ہے - اور آرمور کا مارڈی میں تلنگانہ کے مثل زمین
کی کثرت ہے - تلنگانہ و مرہٹواری کے مشترکہ خصائص نہ صرف تقسیم ارضی میں ہیں
بلکہ تمدن و معاشرت اور زبان میں بھی بہت کچھ میل ہے -

آب و ہوا - آب و ہوا خشک اور معتدل ہے گرمی کا اوسط (۱۱) ہے - تو
سردی میں (۲۸) تک پارہ اٹھتا ہے - بارش کا اوسط (۴۳) انچ ہے - نہز نظام ساگر
کی وجہ پھلوں کی زیادتی طیریا کی شدت کا باعث ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے -
وریا - گوداوری جو اہل ہند کا ایک مقدس دریا ہے جسکی حیثیت دکن میں نہر
دوم کی ہے جو مغربی گھاٹ ناسک کے قریب موضع چندور سے نکلکر مستقر ضلع

ناڈیڑ سے گذرتے ہوئے جنوبی سمت کو بہتے بہتے موضع سنگم تعلقہ بانسواڑہ سے اپنارخ شمال کی طرف پھیر لیتا ہے۔ اور اسی مقام پر دریائے راجا کا سنگم ہوتا ہے۔ یہاں سے دھہیل طول یہ دریا اس ضلع میں بہتا ہے۔

دریائے راجا کا ایک مقدس دریا ہے جو ضلع بیڑ تعلقہ پانڈو سے نکلا ہوا بیڑ و ناڈیڑ و بیدرو میڈک سے (۳۸ میل) کی مسافت طے کر کے دریائے گودلوری میں بمقام موضع سنگم گرتا ہے جس کا رخ شمال مشرق سے جنوب مشرق کی طرف ہے اسی دریا کو منبع سے (۳۸ میل) کے فاصلہ پر رک کر نظام ساگر کا عظیم الشان بند بنایا گیا ہے۔

جھیل - پچیس سال قبل مورخ کے قلم سے یہ جملہ نکلا تھا کہ "سنگ سارکاری میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسکو جھیل کے نام سے منوم کیا جائے۔ لیکن عبدالغمانی کے ذہن کا رنگہ اب میں نظام ساگر کا ذکر اس عنوان کے تحت مورخ کے قلم سے نکل رہا ہے۔ کیا شائد ہے۔ عبدالغمانی اور کیسا بارک ہے مفاد رعایا کا یہ کام کیسے ہو شمعند ہیں۔ نواب علی نواز جنگ بہادر چیف انجینئر و کن اور کتدر خوش نصیب ہے مورخ کا قلم۔ جو سب سے پہلے اس کا ذکر تاریخ میں کرتا ہے نظام ساگر جس کی شرح آب کا پھیلاؤ تقریباً (۵۰) مربع میل ہے اور اسکی گہرائی (۱۰۰) فٹ ہے جسکی نہریں پچہزار یکھ سو (۱۹) ٹھانوں سے میل طولانی ہیں اور جس کا منبع دریا راجا ہے اس عنوان کے تحت درج کرنے میں کوئی تاثر ہو سکتا ہے؟

ندیال۔ پانگڑہ کی ندی جو تعلقہ نظام آباد آدور میں روان ہے ٹیلا کٹا دگو تعلقہ کارڈی میں بہتی ہے یہ چھوٹی چھوٹی ندیاں اور بڑے نالوں کی صورت میں ہیں۔ چوہاڑ۔ اس ضلع میں کوئی پہاڑ قابل ذکر نہیں۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑ نظام آباد۔

آرمور اور بانواڑہ میں موجود ہیں جنکا زنجیرہ ان تعلقات میں پھیلا ہوا ہے۔
معدنیات - گرائیٹ و بسالت کا پتھر کثرت سے ہوتا ہے۔ جو عمارتوں کے
 کام آتا ہے۔ لوہے کا پتھر آرمور علاقہ ہیگنل میں ہوتا ہے۔ فولادخالص کو نامسندہ
 دانہ لوانی میں بکثرت معلوم ہوتا ہے۔ جس کے متعلق مسٹر کلاڈیل نے گمز آف دکن
 میں لکھا ہے کہ

گرماسندرم (تعلقہ آرمور کا ایک موضع ہے) میں نہایت عمدہ لوہے
 سے جو دمان نکلتا ہے فولاد بنیا رہتا ہے۔ یہ لوہا نہایت پائدار ہے
 جو صرف ٹھیکید کے لوہے سے ملکہ سوئڈن کے لوہے سے بھی بہتر و
 نالغ ہوتا ہے۔ ایرانی کاریگر اسکو (است خریدتے ہیں) (فریڈ کوٹا کیلئے ملاحظہ ہو باب نہایت
 حامل کی علمی تحقیقات کے لحاظ سے لوہے کے ساتھ کوئلہ بھی ضروری ہوگا۔ ایک مرتبہ
 ایک ہاولی کی کہدائی کے موت پر منٹل سونے کے ذرات درخشاں مجسمہ کو نظر آئے۔ میں نے
 اور میرے دوست محمد اسحاق مرحوم نے اسکو سونے کا معدن خیال کر کے مختلف حضرت
 کو بتایا لیکن اسکی ماہیت کو کوئی نہیں پہنچ سکا کہ کس قسم کی دھات ہے۔ زیر
 بحث مقام گنج سے جانب شمال محمد اسحاق مرحوم کے امراٹی کی باؤلی میں ہے (جسکو کسی
 سامونے نے خرید لیا ہے اب یہ امراٹی اوسے کے قبضہ میں ہے۔

عمور و مرور - حیدر آباد ناگپور کے متعلق شیعہ عبوسی میں مورخ نے اسکی
 خراب و خستہ حالی پر ریا کر کیا ہے۔ لیکن بفضل خدا عمدہ عثمانی میں عظیم الشان
 عمارتیں صرف میل کی پختہ ہو چکی ہے۔ بلکہ دریائے گوداوری پر ایک پیش قیمت پل
 بھی تعمیر ہو چکا ہے (مفصل کیلئے ملاحظہ ہو باب تعمیرات)

اس طرح معدن و صنعت میں (۱۸۶۲ء) لوانی پختہ شرکتیں موجود ہیں جس کا

الحیاتی حیدرآباد۔ عادل آباد۔ ناگپور۔ کرینگر ناندیڑ سے جوتا ہے اور اندون ضلع
مستقر تعلقہ ڈوئیوئین دیند نظام ساگر کے لئے نچتہ سڑکیں ہیں۔ جس پر ریلوے سڑکیں
دور تی ہے۔ ماسوا اسکے ہر قصبہ میں مورم کی نچتہ سڑکیں سہرشتہ لوکفٹہ کی یا ہیں
اور تقریباً ایک ٹلٹ موافعات میں راستہ ہائے دیہی نظر آتے ہیں جس پر سے موٹر
کار۔ سہرنت گذر سکتی ہے۔ ان سڑکوں کا طول تقریباً دو سو میل ہے۔

مسافر بنگالہ۔ کل ضلع میں ۴۰ ایقامات پر مسافر بنگلہ تمام ضروریات ہائش

و آرام کے حال موجود ہیں۔ جن کا تفصیل درج ذیل ہے۔
ایکشن بنگلہ علاقہ تعمیرات۔ نیام آباد۔ دپپلی۔ پچپی۔ جینے پلی۔ جینور۔
پر کر۔ دو دھکاؤں۔ ہضہ مورہ۔ ہضہ آباد۔ موٹہ۔ ہیرکور۔ رو دہور۔ ہینڈ پو پلی
ہانسو۔ بورل کھٹل۔ اچھ پٹیہ۔ جاہور۔ مستاپور۔ ہاکاریڈی۔ پٹلم۔ کاماریڈی۔
بی بی پیٹھ۔ پاچارڈی۔ کلورال۔ آرمور۔ علی ساگر۔ نظام ساگر۔ بروئی پور۔

مسافر بنگلہ لوکفٹہ۔ علاقہ لوکفٹہ کے بنگلہ نظام آباد۔ آرمور۔ بودھن۔ رو دورہ
ہانسو۔ کاماریڈی۔ اپلوئی۔ نوی پیٹھ۔ بھکنور۔ رمارڈی نظام ساگر میں واقع ہیں۔
ہوٹل۔ نظام آباد میں کئی ہوٹل سلیقہ کے ہیں جہاں رہائش کا بھی انتظام ہے
مسلم ہوٹل جو ملی رستورنٹ جو قدیم ہے۔ اور جدید دلکش ہوٹل عبدالرحمن ہوٹل
اس کے علاوہ مختلف چھوٹے چھوٹے ہوٹل بھی ہیں۔ اسی طرح اہل بنود کے ہوٹل
متھر بھون۔ کرشنا ولاس بمبئی گجراتی وغیرہ بھی ہیں۔

چاڈریات۔ ہر موضع میں چاڈریات بھی ہیں جہاں مسافروں کو رہائش
کا آرام مل جاتا ہے۔

رسل و رسائل۔ (۸۷) اٹیپہ خانہ جات سرکار عالی ضلع نظام آباد کے

ناظر ٹپہ کے ماتحت ہیں۔ کوئی انگریزی ٹپہ خانہ نہیں ہے۔ لیکن
 بلحاظ معاہدہ سرکارین سرکار عالی کے ٹپہ خانہ بیرون ملک سرکاری
 کے رسل و سائل کے ذمہ دار ہیں۔ تفصیل ٹپہ خانہ باب ٹپہ خانہ
 میں ملاحظہ ہو۔

تاریخ برقی ہر ریوے اسٹیشن سے برقی پیغام رسائی کا کام لیا جاتا ہے۔

ریلوے ۱۹۰۹ء میں یہاں پر ریوے اسٹیشن کا افتتاح ہوا۔ حدود ضلع میں
 ۱۵۰ میل ہیں۔ آری۔ یعنی نظام اسٹیشن ریلوے کے (۱۵) اسٹیشن واقع ہیں۔ جس کا
 طول اس ضلع میں ۵۰ + ۱۰ میل ہے۔ اسٹیشنوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں
 بمکنور۔ تل مدلہ۔ کاماریہ۔ اپلوٹی۔ سرناہل۔ اندلواٹی۔ مچیلی۔ نظام آباد
 جہانم پٹہ۔ نوی پٹہ۔ فز آباد۔ علی ساگر۔ ایڑلی۔ کارخانہ شکر سازی۔ بوہن۔
 اس کے علاوہ تعلقہ ڈیرہ نیرن کوریوے موٹر بس دوارا کرتی ہے۔
 زبان۔ تعلقہ فیصد ۱۰۰ سڑکی فی ہزار ۱۱۱ اردنی صد ۲۰ بولی جاتی ہے۔
 اس کے علاوہ کٹری گونڈی۔ لمباڑی زبانیں بھی سیکھتی ہیں۔

تختہ ویل سے زبانوں کا تناسب بحسانی و سہارن ظاہر ہوگا

| ارد | سنج | کڑی | نہی | نہی | نہی | کیفیت |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|---|
| ۱۰۰ | ۱۰۰ | ۱۰۰ | ۱۰۰ | ۱۰۰ | ۱۰۰ | تعلقہ بوہن۔ زبانوں نظام آباد میں رہتی زبان کھی جاتی ہے۔ |

رقبہ ۱۲۸۱ فضلی میں ضلع کار قہ (۶۶۴۱) مربع میل تھا لیکن ضلع بندی کے بعد کئی چھوٹی اسو قہ ۳۴۶ ف میں کل رقبہ (۱۱۶۴۹۵۲) یکھ = (۱۸۵۲) مربع میل قرار پایا ہے ۔

مردم شماری

۱۸۹۱ء میں ضلع کی مردم شماری (۶۲۹۵۹) نفوس پر مشتمل تھی اور خانہ شماری (۱۲۸۴۶) کے ۳۴۶ ف میں مردم شماری (۵۲۸۷۷۲) نفوس کی قرار دی گئی ہے اور خانہ شماری (۱۳۶۱۰۲) کے ۳۴۶ ف تختہ خانہ شماری و مردم شماری

| نام تعلقہ | خانہ شماری | مردم شماری |
|-----------|------------|------------|
| نظام آباد | ۳۲۵۳۶ | ۱۳۱۸۱۱ |
| آرمور | ۴۷۳۶۰ | ۱۷۰۵۶۶ |
| کمار پڈی | ۲۱۵۷۲ | ۱۳۱۳۲۸ |
| بودھن | ۱۲۷۲۹ | ۴۷۸۳۲ |
| بالسوارہ | ۱۱۸۰۵ | ۴۶۸۹۵ |
| میزان | ۱۳۶۱۰۲ | ۵۲۸۴۷۲ |

۱۔ رپورٹ مردم شماری ۱۹۳۱ء کے لحاظ سے (۶۲۳۲۲۵) تعداد نفوس فراہم ہوئی لیکن یہ اعداد اسلئے قابل لحاظ نہیں کہ ۱۳۴۳ ف تعلقہ پلا ریڈی ضلع نظام آباد سے خارج کر کے ضلع میدک میں شامل کر دیا ہے اسلئے صحیح اعداد ۱۳۴۳ ف کے بتلائے گئے ہیں ۔

نقشہ ذیل سے متفرع و تعلق کی مردم شماری معلوم ہو سکتی ہے

| نام مستقر | مردم شماری |
|-----------|------------|
| نظام آباد | ۲۲۰۲۹ |
| آرمور | ۷۲۷۴ |
| کاماریڈی | ۳۷۷۹ |
| بودھن | ۶۲۰۹ |
| بالسواڑہ | ۴۲۷۰ |

اقوام - قوم تو ایک ہی دکنی آباد ہے لیکن بلحاظ مذاہب - ہندو - مسلمان - آریہ - عیسائی - یہاں برہتہ ہیں - جنکا تناسب نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

نقشہ تناسب مذاہب

| مردم شماری | نسبت ہندوؤں کا فی دس ہزار | نسبت مسلمانوں کا فی دس ہزار | نسبت عیسائیوں کا فی دس ہزار | قیہ اقوام | بین |
|------------|---------------------------|-----------------------------|-----------------------------|-----------|-----|
| ۱۳۰۰ | ۴۱۹۵ | ۷۸۵ | ۱ | ۰ | ۰ |
| ۱۳۲۰ | ۹۲۱۱ | ۷۳۷ | ۱۳ | ۰ | ۰ |
| ۱۳۳۰ | ۹۰۳۲ | ۷۳۷ | ۲۲ | ۰ | ۰ |
| ۱۳۴۰ | ۸۷۱۳ | ۷۸۲ | ۲۲۲ | ۲۷۵ | ۱ |

| | | | | | | | | | | | | |
|------------------------|----------------------|-------------|---------------------------|---------------|----------------|-----------------|-------------|-----------------|---------------|-------------|--------------|---------------|
| ۲۱۶۸۰۴ | ۱۰۵۲۸۷ | ۳۰۰۰۰۰۰۰ | ۳۵۷۰۴ | ۷۳۵۱۲ | ۲۲۶۲۸ | ۹۷۸۱۱ | ۳۱۱۵ | ۹۳۴۵ | ۳۱۱۵ | ۲۳۶۱۰ | ۶۸۵۳ | ۵۶۰۷ |
| بذات خود کار کرنے والے | کار کرنے والے تاجمین | نویس و دانش | دار اعتماد و پیشہ و معیار | صنعتی کارکنان | زرداری و محالی | تجارت کرنے والے | ملازمین فوج | ملازمین سکولاری | دکار و ڈاکٹری | فنی ملازمین | مستحقین پیشہ | بیکار و معذور |

معدور و مجبور نقشہ ذیل کے دیکھنے سے معدورین کے اعداد و اظہار ہونگے

| | | | |
|--------|-------|-----------|--------|
| نابینا | مجنوں | بہے گونگے | جدا می |
| ۱۰۲۲ | ۲۸۴ | ۲۸۴ | ۶۶۲ |

تقسیم ۱۲۸ میں یہ ضلع صوبہ شمالی (یعنی بیدر) کے تحت تھا۔ اس وقت ۹۰ تعلقات اور ۱۱۳۵۰ موصعات اس کے تحت تھے بحالت موجودہ

قل دارالمجد ومن دحلی کی وجہ اس قدر تعذبا ہر مریضی ہے ملاحظہ ہو باب طبابت

صوبہ گلشن آباد میدک کے تحت (۵) تعلقات اور (۵۲) - مواضعات
 بر ضلع ہذا متعلق ہے۔
 پنجاب میں بطور عام شماری سلسلہ ضلع ہذا میں فی مربع میل (۱۰۴) (۱۰۵) کا
 انتظام آباد تھے۔ لیکن نظام آباد کی ترقیوں نے (۱۰۵) کا
 اضافہ کر دیا ہے۔

باب ۲

تاریخ قدیم

ابتدائی تاریخ۔ عملی تاریخ کو اعتراف ہے کہ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ
 اس وقت تک صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی۔ اگر انہوں نے کچھ
 پتہ لگا یا تو محض رگ وید کے منتروں کے بعض مضامین سے جس میں دو ہزار
 سال قبل مسیح کے حالات کو قیاسی واقعات کی بنیاد پر مستند قرار دیا گیا اسی سلسلے
 میں مہابھارت سے بھی مدد لگائی ہے جس میں بمقابلہ وید کے ذرا تفصیل سے
 تاریخی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مہابھارت سے تقسیم ہندوستان کا
 اس طرح پتہ چلتا ہے کہ دریائے ندی کے جنوب وید کے بن تھا جکا
 حال صرف رشیوں کو معلوم تھا۔ کیونکہ وہ اس سمت کے باشندوں کو طریقہ زندگی

کی اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے اپنی خدمات صرف کر رہے تھے۔ موجودہ نقشہ ہندوستان میں اگر دریا بڑھائے دہانے (جو بحر عرب میں گرتا ہے) کلکتہ تک ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو اس کا پچھلا حصہ ”ڈنڈک بن ہوگا۔ اس لحاظ سے سترمین نظام آباد ڈنڈک بن میں واقع ہے۔ ڈنڈک بن کے حصص لٹکا آندھرا یا ندی و نیز چولا کی سلطنتوں میں منقسم تھا جن میں بڑی سلطنت مہاراجہ اشوک کی تھی۔

چھٹا سما بدھ کی پیدائش کے بعد (جو ۵۵۰ برس قبل مسیح ہوئی تھی) اچھ

مہیب سار نے جو بدھ مذہب کا پیرو تھا، سلطنت مگدھ کی بنیاد ڈالی۔ سکندراعظم نے جب ہندو راجہ کے زلہ نے اس ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت غالباً دکن پراس حملہ کے اثرات نہیں پڑے۔

سلسلہ قبل مسیح میں آندھرا سلطنت آزاد ہو چکی تھی جس کے بعد گپت خاندان کے بادشاہ چندر گپت و سمر گپت حکمران رہے۔

۶۰۹ء سے ۶۵۵ء۔ تک چالوکیہ خاندان کی حکومت رچی اور اسی سلسلہ کے راجہ ہرش نے جنوب میں حملہ کر کے

دکن کو اپنی سلطنت میں لے لیا۔ سلسلہ میں سلطنت پلی کشن کے نام سے دکن کا حصہ موسوم رہا۔

۶۵۵ء سے ۹۵۵ء۔ عربک دکن کے حالات کا یہ نہیں ملتا۔ یہہ علمائے تاریخ کا متفقہ خیال ہے لیکن بھاری

خوش قسمتی ہے کہ بعض کمینات کے دستیاب ہونے کی وجہ سے ہم اس زمانے کے کچھ نہ کچھ حالات پر روشنی ڈالنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ سلسلہ میں سلطنت رانشٹر کوٹ کا پائے تخت مل کیر (گلبرگہ) تھا۔ یہ عہد

گویندہ سوم کا ہے۔ اس کی تصدیق متعدد اسناد سے ہوتی ہے جو سانگلی اور دت کا نام دوم کی عطا کبریا سے ظاہر ہے۔

۹۱۵ء سے ۹۱۶ء تک راندرو لھبیا یا نیتا درشا اندر سوم کا عہد حکومت رہا جس کا پایہ تخت بودھن (موجودہ قلعہ)

ضلع نظام آباد تھا۔ یہہ راجہ راشٹر کوٹ کے خاندان سے تھا۔ بودھن میں ایک دیول (جو جمالت موجودہ دیول مسجد کے نام سے موسوم ہے) اس راجہ نے تعمیر کرائی تھی۔ دیول سے متعلق ایک پتھر کا ستون برآمد ہوا ہے جس کی وجہ اسکی تاریخ کا پتہ چلا ہے۔ چنانچہ بودھن کی قدیم تاریخ گوہم سیاں پر ان کتبہات اور پورٹ آثار قدیمہ سے واضح کرنا بہت ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ واقعات ذیل شائقین تاریخ کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہوئے۔

۹۱۶ء میں ستم محمد یزدانی ناظم آثار قدیمہ کی تجویز پر جس جگہ ایک قبر کے چوتھے پرچے میں جہاں ایک کندہ پتھر تھا جو صحن دیول مسجد واقع قلعہ بودھن کے قبرستان میں لگا ہوا تھا، اس پتھر کو نوہا حاصل کر لیا گیا اور صاف کر کے اس کا چربہ راؤ بہادر نرسمو ان پارہیم۔ لے لے وطنہ باب ستم آثار قدیمہ ہند کے پاس بھیج دیا گیا جسکی تفصیل مندرجہ ذیل ترجمہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو رز ویوشن نشان غلا بابہ ۹۲۶ء غم ۹۲۶ء)

اس ترجمہ سے بودھن کی تاریخی حالت بے نقاب ہوتی ہے۔ اور اندر سوم کے راجہ ۹۱۶ء سے ۹۱۷ء تک حکمران رہا راج کا پتہ چلتا ہے جس کے خاندان کا سردار شٹر کوٹ سے ملتا ہے اور مقام بودھن اس کا پایہ تخت

تصور کیا جاسکتا ہے۔
ترجمہ زو لوشن

بودھن۔ ایک موضع ہے۔ یہ ضلع نظام آباد ملک سرکار عالی کا ایک تعلقہ ہے جو ایک چھوٹی سی آبادی پر مشتمل ہے۔ یہ قصبہ نظام آباد سے (۱۴) میل مغرب میں واقع ہے جس کے درمیان ایک پختہ سڑک ہے۔ یہ مقام بہت سے قدیم برہمنی اور جینی موروثوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی آبادی کے مشرق و شمال و جنوب میں تین بڑے مالاب ہیں اور شہرشی کی فیصل (جس کو کٹ کہتے ہیں) اسے محصور ہے جو سورجہ بند ہے۔ محصور تو اس میں بودھن کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ محمد خلیف کے فتوحات سے قبل اس مقام کا کہیں پتہ چلتا تھا۔ لیکن آثار قدیمہ کی جدوجہد سے جو کتبائے اہل ہندو اسلام دریافت ہوئے اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ یہ مقام کسی زمانہ میں ایک ہر دست مذہبی و جنگی اہمیت رکھتا تھا۔ ان پر آگندہ موروثوں پر غور کرئیے جو اس قصبہ کے عرض طول میں پھیلے ہوئے ہیں (پتہ چلتا ہے کہ یہ مقام کسی زمانہ میں دیوستان کا متکبر مقام ہو گا۔ اسلامی کتبائے جو حال میں دریافت ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ تیرہویں صدی عیسوی میں بعض معابد قدیم کو مسلم فاتحوں نے معابد جدید سے بدل دیا اور خلیفہ سی تبدیل کے بعد ان قدیم کارہیروں کی یادگار کو بحالت موجودہ قائم رکھا اس طرح دیول سجد میں جبہاں کتبہ کنہری زیر بحث آیا گیا اس سلطان محمد خلیف کی فتح کی یادگار کا سنگ تراشیدہ عربی کتبہ موجود ہے۔ اور دوسری مسجد جانب شر

۱۔ سلطان محمد خلیف نے ۱۲۷۵ء میں درگاہ پر حملہ کیا۔ اس حملے میں ملک غزنویین قندھار و اندور سے

عالمگیر کے نام سے موسوم ہے جس کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی ایک
دیران معابد تھا جسکو ۱۰۱۵ء میں اورنگزیب نے سمجھ بنادیا۔ غالباً یہ زمانہ
عالمگیر کے شہزادگی و گزری دکن کا ہوگا۔ جو کتبہ شہزادانی نے ۱۹۲۱ء میں دیا
کیا وہ ایک مقبرے کی سیڑھیوں کا کام دے رہا تھا۔ اسکو انہوں نے حاصل کیا جسکی
تفصیل حسب ذیل ہے۔

اس ستون کے چاروں حصوں پر کوئی مورق نہیں ہے۔ پہلا حصہ ۲۸ سطر
دوسرا ۲۰ تا ۲۶ سطر تیسرا حصہ ۶ تا ۹ سطر اور چوتھا ۹ تا ۱۱ سطر۔ پتھر کا
ستون پانچ فٹ چھ انچ اور ہر جانب کی چوڑائی ایک فٹ چھ انچ ہے حروف
اچھی طرح نمایاں ہیں۔ صرف تیسرے حصے کے حروف گھس گئے ہیں جو غالباً توجہ
ہے سیڑھی کے طور پر اسکے استعمال کرنے کا۔

عبارت کندہ شدہ سوائے سطر نمبر (۳۱ و ۳۲) کے بقیہ تمام کنڑی زبان میں ہے
اور یہ کچھ ہندو شکر اور کچھ ہندو میں ہے۔ نظم کی قافیہ بندی سراک دھرا جلد (۳) اور سراک
دھرا جلد (۴) رو بنیا کوری و تیا جلد (۵) سے مطابقت کرتی ہے نشان خط بہت
قدیم زمانہ کا پتہ دیتی ہے۔

کتبہ کا مفہیم ترک کیا یا وودا (سومیر اول) کے عہد حکومت کے حالات انکشاف
کرنے کے علاوہ یہ ہے کہ پایہ تخت بودھن میں اندر و بھیا شاہ راشٹر کوٹ نے
جو دیول تعمیر کرائی تھی وہ منہدم ہونے کی وجہ سے پرگیڈی جو گیارہ لازم اہوا دیو نے
ساکھ سال ۱۰۸۰ میں اس مقام پر دیوتا و شکر کا مندر تعمیر کروا کر ایک گروڈا ششم
(ستون) قائم کیا۔

ح۔ غالباً انہیں بلکہ یقیناً شہزادگی کا زمانہ تھا۔ کیونکہ انہی سناد و عہدہ انہا مڑوکے پاس موجود ہے۔

اس سلسلہ میں چند عملیات پھول باغ میں گمنی۔ محصول نمک کے علاوہ موضع پر آیا
 کلاں سوڈی اور کیریا غور دموڈی پونیا سیونتی کے نئے عطا کئے گئے تھے۔
 اسی سلسلہ میں تین مصرعہ جو گہا کے قیام سندھ اور ترقی شہر کی تعریف
 میں لکھے ہیں اور اس تحریر کا اختتام اس کے کندہ کرنے والے ناگ دیو
 کے نام پر ہوتا ہے۔ پس اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بودھن خاندان
 راشٹر کوٹ کے شہنشاہ اندرو بھیا یا نیا ورشا اندر سوم کا پایہ تخت تھا۔
 جو ۹۱۵ء تا ۹۱۷ء حکومت کیا اس نے سابق میں اس مندر کو اندر نارین کے نام
 وقف کرنے تعمیر کروایا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس نے اس مندر کو اپنے نام
 سے موسوم کیا ہو۔ اسی پر سے قیاس غالب ہوتا ہے کہ نظام آباد کا نام جو
 اندر تھا دراصل اندر پور ہے کیونکہ اندر بودھن کے نام کا ایک دوسرے
 سے اب تک بھی تعلق رہا ہے کہ اندر کو کوئی شخص اس وقت تک نہیں سمجھتا
 تھا جب تک کہ اندر بودھن نہ کہا جائے مؤلف (عہد گویندہ سوم تقریباً ۱۱۰۰ء
 میں راشٹر کوٹ کا پایہ تخت مل کھیر تھا۔ اس کی تصدیق متحدہ اسناد سے
 ہوتی ہے جو سانگلی اور دت کا کا دوم کی عطا کھڑ سے ظاہر ہے۔ لہذا اندر
 سوم کا پایہ تخت ہونا تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ اس بادشاہ کے عطاے نوساوی
 سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنے پایہ تخت ملکھیر ترک کر کے گردن کا بنا لیا۔
 تیسری جانب جس دیول کی تعریف کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ
 جو گہا کی دیول بہت وسیع اور خوبصورت عمارت ہوگی۔ بحالت موجودہ پتہ
 چلتا ہے کہ مندر کو جو گہا نے ترمیم کر کے وشنو کا مندر بنا کر گروہا ستم اس کے
 روبرو قائم کیا ہوگا۔

کتابت کی تیاری کیا کہا ۹۷۸ درہلی میں مسدود ۱۳۵۱ء تک ہے جو
 مطابق ۲۹ مئی ۱۵۷۱ء ہے اس کتابت میں جب
 ذیل مقامات کا اندراج ہے - بودھن (حال بودھن) پر پکا دلا مونڈک - بحال
 ماوندی کلاں - یہ مقام بودھن کے شمال مغرب میں تین میل پر واقع ہے
 پونا سونتی - کریموڈی، اب مونڈی خرد کہلاتا ہے - جو مانڈے کلاں کے
 قریب ہے - ماوندی کلاں علاقہ راجہ شیوراج بہادر کی جاگیر میں بعنوان مشروط
 دیول اب تک بحال ہے - اور ماوندی خرد پھمن راؤ ولد ونیکٹ راؤ کے
 تفویض بطور انعام بشرط اخراجات دہرہ بحال ہے -
 ترتیب انکرا سے پتہ چلتا ہے (بحال موجودہ) کہ یہ کچھ دنوں میں
 مذہب کا دیول بھی رہا ہوگا۔

دیگر کتابت بودھن

ایک پتھر جو جوشی سانہیا کے گھر کی سیڑھی میں لگا ہوا تھا جسکی حالت
 میں ملتا ہے اور دوسرا بودھن کے بلال تالاب کے کنارے درستی
 ہوا ہے مگر تہمتی سے یہ دونوں پتھر لیے ہیں کہ بالکل خراب ہو چکے ہیں کچھ
 حصہ جوڑنے کے قابل ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانہ میں بودھن بہت
 مذہبی اہمیت رکھتا تھا - ان دونوں کتابت کے منجملہ اول الذکر میں بادشاہ چالوہ
 ترہونا - مالوا - دکرما و جیہا چرام (۶۷۱ء اور ۱۱۲۶ء) کے حالات ہیں - اور
 عہ بودھن کو بہت ممکن ہے کہ مہاتما بدھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہو خصوصاً جبکہ
 ایسی موتیں بکثرت پائی جاتی ہیں تو یہ قیاس غالب ہوتا ہے - (مصنف)

اور چین مندر کے عطا کا اندراج ہے۔ کتبات متصل مکان ساہیاء میں
چالکیا وکراما سوام ۵۸۰ اور ج ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وندربکا
نامی ایک شاہی ملازم نے راجہ پر و ہیت میسوراکو سیوا مندر کیلئے کچھ عطا کیا
تھا۔ اس پتھر کے سرے پر ایک ننگہ مع چاند اور سورج دیج ہے۔ اور اس
کے مقابل ایک گائے اور بکیرا کندہ ہے جو مجموعی طور پر ایک انسان کی
شکل نظر آتی ہے۔ دوسرا کتبہ جو بلال تالاب پر ہے اس میں کوئی تاریخ
درج نہیں ہے۔ یہ ۴۷ سطر کا بہت بڑا کتبہ ہے۔ اس میں اس جیہ کا
ذکر ہے کہ چند زمینات اور رقم متی چند راسد صانتی دیوانامی کو ساہیاء
یا چنا دیول کے بواپا اور دھون کے ستجار نے عطا کی ہے۔ بواپا کی تدبیر
دو ویسٹ کی گئی ہے۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ تری بھی بھوناما لا عبد کا ہے اس کتبہ پر
بودھنا دو دھن کا نام ہے

دیگر کتبات

تعلقہ کا مار پڑی میں بھی بعض کتبات ہیں لیکن ان کی صورتیں مسخ چکی
ہیں کوئی پتہ ان سے نہیں مل سکا۔ حروف کی شان کنڑ ہی بتلگئی ہے مہا
مالات نظام آباد نے ایک کتبہ موضع کمپانی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کتبہ کو
ایک جنگم سے بٹھکل پڑھایا گیا جس سے صرف یہ پتہ چلتا کہ اس میں سمیت
بکر جیت کا حال لکھا ہوا ہے جو قبل مسیح ۵۶ سال اوچین میں تخت نشین
ہوا ہے اس کو راجہ شالواہن نے مار ڈالا۔ اور راجہ شاہواہن نے

چند راسد صانتی چاند کا حساب شمار کرنے والے۔ سورج سدھانتی سورج کا حساب شمار کرنے والے

دکن کے اکثر ممالک فتح کئے جسکی وجہ بکراجیت کے بجائے لوہسن منہ جاری ہوا۔
 ایک کتبہ ۱۹۹۰ء کا ایک تابنے کے پتھر پر موع بہکوزریں ایک حکم کے پاس
 ہے جسکو ابراہیم شاہ بیجا پور نے بصورت سندرام گروامی کو انعام عطا کیا ہے
 ان کے علاوہ پنجپہر دو قبریں عیسائیوں کی ہیں جن پر ۱۶۸۰ء کے کتبات ہیں۔

۱۶۸۰ء میں دکن چالوکیا سلطنت کے زیر اثر رہا۔
 ۱۶۸۵ء میں چالوکیہ سلطنت گوداوری اور کرشنا کے قریب نئی سلطنت
 ملنگانہ میں تبدیل ہو گئی جس کا پایتخت ونگل تھا۔ اور جس پر گنتی راجہ
 اور دوسری راجہ ٹوڈمچن راجہ اس تھے۔ غالباً اسکے بعد یہ علاقہ ملنگانہ
 کے راجہ لہر دیو کے زیر اثر رہا۔ کیونکہ ۱۳۰۷ء میں سلطان علاؤ الدین خلجی نے
 ملک کانور کے ذریعہ ونگل کو فتح کر لیا تو ملنگانہ اسکے زیر اثر آ گیا۔ اس مرتبہ
 ملک فوراندور کو ماتحت و تاج کرتے ہوئے گنڈرادیکین اس امر کا پتہ نہیں چلا
 ۔ اسی زمانہ میں کون راجہ بیاں حکمران تھا کہا جاسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ برہمن
 نظام آباد پر مسلمانوں نے اس زمانے میں قدم رکھا۔ اور تقریباً سات سو سال
 نے وہ بیاں آباد میں ۱۶۲۲ء میں سلطان محمد تغلق نے ملک خیر الدین کی قیادت
 میں علاؤ تلنگ کو فتح کرنے ایک مہم روانہ کی تھی۔ اسی زمانہ میں اندور و قندہار کو
 فتح کرتے ہوئے فتح آگے بڑھی جہلی یا دوکار میں بودھن کی دیول مسجد کا کتبہ
 آج بھی موجود ہے جس کا ذکر زولینون کے ترجمہ میں گزر چکا ہے۔

۱۶۸۵ء میں سلطنت بہرنی کے زیر اثر تمام دکن آ گیا اس وقت کے
 انقلاب غلیظ میں جب اس سلطنت کے پانچ ٹکڑے ہوئے تو اندور کی سرزمین

تحت مہو بہ بیدار گئی دیکھو تاریخ نزل، -

۱۵۲۶ء میں قطب شاہیہ کے زیر اثر یہ حصہ رہا۔ ۱۵۵۵ء میں اندور کی سرزمین۔ اکبر اعظم کے زیر اثر متی کیونکہ صوبہ برار سلطان مراد فرزند اکبر بادشاہ کے قبضہ میں تھا، جس میں برگزیدہ نزل بالکنڈہ اور بیگل اندور بوجھن بھی شامل تھے۔ ۱۶۲۸ء تا ۱۷۰۷ء میں عالمگیر کے زیر اثر یہ سرزمین رہی۔ کیونکہ کوئلہ کو اوس نے مسخر کر لیا تھا۔ اور اندور کو سلطنت دہلی میں شریک کر کے اس پر محمد کاظم فوجدار مقرر کیا تھا۔ چنانچہ فرمان کے الفاظ یہ تھیں: "اخلاص کیش امین حربہ بیدر۔" انجمن امت امانت و فوجدار برگزیدہ اندور از تغیر محمد کاظم مقرر شد۔ ۱۷۲۲ء تا ۱۸۳۲ء میں اندور سلطنت آصفیہ کے قبضہ و اقتدار میں آگیا۔ کیونکہ محمد خٹا خان نے دکن پر کال فتح حاصل کر کے سلطنت آصفیہ کی

وہ مملکت تلنگ جمیں بیدر۔ قندہار۔ اندور۔ کولاس شریک تھے۔ اعظم ہایوں کے تقیم نامہ میں درج تھے جو سلطان علاؤ الدین تغلق کی علالت کے وقت لوگوں میں وصیتاً تقسیم کیا تھا۔ (تاریخ فرشتہ) علاوہ ازیں سرزمین نظام آباد شاہ اکبر و شاہ عالمگیر کے زیر اثر ہونے کا ثبوت اس وقت بھی بعض اسادات انعامی سے ملتا ہے۔ چنانچہ شاہ قادر و درویش بوجھن کے نام ایک سند شہنشاہ اکبر کی آج بھی اس خاندان میں موجود ہے جس پر ۲۷ سبوس مطابق ۱۵۸۹ء تا ۱۵۹۰ء عیسوی صج ہے۔ اس سند کے پیش ہوئے پر حضرت غفران مکان ذاب میر محبوب علی خان آصف سادس نے اس کا نوٹ داخل خواند شاہی کیا۔ اور اس سند کے اعتراف میں قوانین مصدرہ کو نظر انداز فرما کر بموجب سند یک موبگل زمین اس خاندان کو عطا فرمائی۔ حالانکہ صرف ایک بیگز زمین

خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں نظام آباد رگھوپت چناری ٹیڈی
پیدا علی زمیندار سے ناٹلی کو اجارہ پھریا گیا۔ کیونکہ یہ علاقہ اس وقت صرف مخمس
میں تھا۔ ۱۸۶۶ء میں شاہ نواز خان کے زیر اثر تھا۔ ۱۸۹۵ء میں ۱۳۰۳ھ
میں علامہ حضرت غفران مآب نظام علی خان بہادر کے زمانہ میں نظام آباد کمرار
نواز خان کے سپرد کیا گیا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں ۱۳۰۶ھ میں محمد علی خان لوبانی
کے تحت نزل منہ اندورو وغیرہ دیا گیا۔ ۱۹۰۶ء میں ۱۳۲۴ھ میں ضلع بنڈی
کے تحت یہ ضلع قائم ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم)

نظام آباد کا تاریخی تعلق بالکیر سے

شیخ نظام منور اقصیہ زینا آباد مضافات بیجاپور کے متوطن فن سگری
میں بیگانہ سجالستی قسیمی طلب معنیت میں سرگرداں تھے۔ ایک شاہین
کی لڑکی پر ایک کولی پہلوان عاشق تھا جسکی وجہ سے تمام گھر پریشان ہوا
شیخ نظام کو بمعاضہ نقد و جاہ ادا اس کی سرکوبی کے لئے سنا ہونے مقرر کیا
شیخ نے اس کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد سے سلطنت بیجاپور میں شیخ کا نام

اس خاندان کے قبضہ میں آئی۔ جس کا منتخب بیٹا ۱۵۱۵ء میں ۱۵۱۵ھ میں اس طرح شاہ عالمگیر
کی ایک سند موسومہ معین اللہ دین مانک لڑی اس خاندان کے قائم مقام معین اللہ نصیحا
مانک لڑی کے پاس موجود ہے۔ جس میں موضع مانٹولی وغیرہ تعلق نظام آباد کی اراضی علی
کئے جانے کا ذکر ہے اس سند کا ۱۲۷۵ھ میں مطابق ۱۸۵۹ء میں سند دار العباسی میں
نکرت خان دیوان اور واقعہ نویس و سرنوبت کاشی رام کی قلمی لکھتا وئی ہے۔
عہد موخ بالکیر نے آپکاٹوں یہ بی لکھا ہے سوئے آیت نزل کے مگر لی لکھا ہے ہنہ اولد کر کو ترجیح دی

مشہور ہو گیا۔ اور عادل شاہ کے ورہا میں قرب حاصل ہوا۔ اور مقرب خان کے خطاب سے سرفراز ہوا اور بعض مہمات دکن کے سر کرنے کے صلہ میں خان زماں خان بہادر فتح جنگ کا خطاب بھی ملا۔ اور بالکنڈہ کلہا گرنہ عطا کیا گیا۔ پر گرنہ بہت بھی دیا گیا۔ شیخ کا انتقال ۱۱۱۱ھ میں ہوا۔ شیخ کے فرزند مقرب خان کو جاگیر التمناسکے عنوان سے بالکنڈہ عطا ہوا۔ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی ہمراہی میں شیخ کے تمام فرزندوں نے شاہ عالم کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جہیں بجز امین خان کے سب فرزند کام آئے۔ امین خان مع ۶ سالہ کی بہادری کو دیکر شاہ عام نے اس کو طلب کیا۔ موروثی جاگیر ات عطا فرمائی جس کے بعد وہ صوبہ اچین پر مبعوث کیا گیا۔ بعد میں صوبہ ناندیہ بھی تفویض کیا گیا۔ ۱۱۲۱ھ میں نزل تحت بالکنڈہ امین خان کو عطا ہوا۔

بالکنڈہ۔ دکن کا باب الداخلہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ ناگپور کی سرحد پر واقع ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو دکن کو اپنا وطن بنایا تو بالکنڈہ ہی سے یہاں وجہ ہے کہ آج بھی لفظ دکنی کا استعمال متوطن بالکنڈہ پر ہوتا ہے۔ یہاں کے باشندے بڑے جرنی اور بہادر تھے۔ اور اپنی آن بان میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ گو زمانہ کے ہاتھوں بالکنڈہ ایک کور وہ ہو چکا ہے۔ لیکن وہاں کا قلعہ و عمارت کے ڈھیر۔ دیوار ہائے شکستہ اپنی زبان حال سے موجودہ نسل کے بزرگوں کی روایات عظمت و جلال کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ مقام ناگپور کی ٹھک پر واقع ہے اور نظام آباد و پمپلی سے موٹر بس نزل کو اسی راستہ سے روزانہ جاتی ہے)

علی محمد فیض الدین صاحب دکنی نے ایک مفصل تاریخ قدیم و ستارizat کے حوالوں سے لکھی کاش وہ طبع ہو جائے اور موجودہ صاحبان جاگیر نے اسلاف کے نام کو روشن کرنے کیلئے

این خان نے کتنی ٹیکہ ملی ساکن نزل سے (۳۰۰۰۰) تیس ہزار روپیہ
 سفر ہند کیلئے قرض لیا۔ لیکن وہ لوٹا نہ ہو سکی وجہ سے نزل کو تا اوائی قرضہ
 ایلمی دار کے حوالہ کر دیا گیا۔ پس اس طرح ہمیشہ کیلئے نزل علاقہ بالکنڈہ سے خارج
 ہو گیا اور اسی طرح اس خاندان سے ہر ایک علاقہ نکلتے نکلتے اب صرف ایک
 قصبہ بالکنڈہ جاگیر باقی رہ گیا ہے۔ جس کے آخری قابض و حید نور خان
 الملک صاحب بہت پور الملک مرحوم تھے۔ نواب نے سرکار آصفیہ میں جوہ داری و
 صد محاسبی کے ذمہ دار اعلیٰ خدمات کو سر انجام دیا۔ آخر میں معتمدی مہتمم
 مبارک کی خدمت سے سرفراز ہوئی جمیر آخر تک اپنے مالک کی خدمت گذاری
 کرتے ہوئے ۱۲۲۲ھ میں داعی اہل کو بیگ کہا
 آپ کے فرزند اکبر علی حسن خان تھے جو کچھ باغی ظل کے باعث قابل کار تھے
 ابھی انتقال ہو گیا۔ اب بلحاظ کلا نیت حسن نور خان ہیں باہمی تنازعہ
 کی وجہ جاگیر زیر محرقانی کورٹ آف وار ڈز ہے نواب صاحب مرحوم کے
 دو فرزند یو پ کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ بہر حال یہ عظیم المرتبت خاندان
 آج صاحبان بصیرت کے لئے آئینہ عبرت ہے
 اس خاندان سے خاندان کولاس کے بھی خاص روابط تھے جس کا ذکر
 ہندو مسلم انتہائی رواداری کے ثبوت میں پیش کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے
 مورخ کی مدد کر کے اسکو شائع کر نیکی جانب متوجہ ہو جائیں اس تاریخ کو میں نے
 دیکھا ہے۔ بلحاظ رضائی تعلق خاندان مورخ و خاندان والی بالکنڈہ اس کے دستاویزات
 بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں۔

پدم سنگھ وودھیا پور خان میں ایسا پہاڑی چارہ تھا کہ باہمی خاندان کے
رہنے کو بڑھانے اپنے فرزند حسن منور خان کی دالی سمستان کو لاس کی لڑکی سے
شادی کی گئی۔ یہ واقعہ ۱۸۵۷ء کا ہے۔ (قلمی تاریخ بالکنڈہ و صنف فیض الدین خان)
دوہن لگانے کے بعد وہ کنی ہو بیگم کا خطاب دیا گیا۔ کیا اس سے بزرگ
کوئی نبوت ہندو مسلم برادری تعلقات کے مخالفین کے لئے درکار ہیں ؟

نزل

نزل کو ایک کوہی بھی کہا جاتا ہے جو متمول اور سپاہی آباد کیا تھا جسکے
متعلق مولف تاریخ نزل کا خیال ہے کہ یہ ۱۳۱۷ء میں آباد ہوا ہے یہ
قبیلہ رفتہ رفتہ ایک پرگنہ بن گیا۔ اس کے بعد چند روز تک اس پر ایملوں کی
حکومت رہی۔ ابتدا میں یہاں پرگنہ نزل کو پٹی ٹرگ دفاتر سرکاری میں تحریر
کرتے تھے اور حکام کا مستقر موضع پر منڈل پر تھا۔ غالباً اسی وجہ سے پٹی
ٹرگ کاغذات میں لکھا جاتا ہے۔

۱۳۱۷ء میں یہ پرگنہ پیر امین خان کے تصرف میں آ گیا۔ لیکن آصفیہ
اول نے امین خان پر بدگمانی کی۔ اس لئے پٹنگٹ راؤ برادر زاوہ کنٹی ملدا
کو نزل مشروطہ بنو کر فی فوج سرفراز ہوا۔ راؤ مذکور نے نہایت سلیقہ سے
اس کو آباد کیا اور ایک بہترین مقام بنا دیا۔ آج بھی اسکی یاد نگار میں بعض
قدیم عمارات موجود ہیں۔ اور ایک ہندی ابار او پیٹھ کی روک کر (۲۰) اٹالوں
کے سیرانی کا انتظام کیا۔ اس کو توہ کا نام نیکٹ راؤ کو توہ اپنے بھائی کے
نام سے لکھا اس کے بعد پاتکندر راؤ کے قبضہ میں یہ شہر آیا جس کو زہر دیکر

زمانہ داروں نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد سربراہوں نے اس پر قبضہ جمایا۔ سربراہ
 راؤ کے زمانہ میں بڑے جنگ و جدال ہوئے۔ آخر کار ۱۸۵۷ء میں سربراہ راؤ
 فوت ہوا۔ پھر گنگا راؤ قابض ہوا۔ من بعد یہ علاقہ براہیم علی بیگ نے چھوٹی کے
 تغویض ہوا۔ یہ زمانہ غالباً ۱۸۵۷ء کا تھا۔ اس نے کیا رہ سال چھ ماہ حکومت کی
 اسکے عہد حکومت میں نزل بہترین فوجی مقام بن گیا۔ جہاں کمی سو تو بیس دس ہزار
 سوار ایک لاکھ اسی ہزار پیدل فوج کے علاوہ دس ہزار کی جمعیت عروبہ
 جیسی سندھی روائل ہر وقت تیار رہتے۔ ۱۸۶۵ء میں ابراہیم علی بیگ
 کے بعد اسکا لڑکا فرخ مرزا حاکم ہوا۔ جو سات ہی روز میں سازش سے قتل
 کیا گیا۔ اس کے بعد اس کا کم سن بھائی مرزا خان بہادر حاکم بنایا گیا ۱۸۶۷ء
 میں جبکہ کولاس کے سفر پر مرزا خان بہادر احتشام جنگ کو ملازمت کیلئے
 طلب کیا گیا تو وہ حاضر نہوا۔ سردار الدولہ عرف گھانسی میاں کو سرکوبی کا
 حکم دیا گیا۔ چونکہ بودھن اسی پرگنہ کے زیر اثر تھا۔ اس لئے ۱۸۹۷ء میں
 افواج آصفی نے جنگ کر کے اس کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے بعد نزل کی
 فتح ناکہ بڑھی جو ایک فرانسیسی افواج و لاؤ جنگ نامی دجوا احتشام جنگ کی فوج
 کا سپہ سالار تھا، کے تحت تھی۔ لیکن وہ شکست کھا کر بھاگی۔ پھر احتشام جنگ
 کو معزانی دی گئی اور قلعہ نزل کی حکومت امام علی خان برہان الدولہ بہادر کے
 چھوٹے بیٹے نے۔ یہاں پر یہ امر خالی از حدیسی نہیں کہ احتشام جنگ نے جو قتل نزل
 میں اپنے لئے بنایا تھا۔ اسکی گستاخی کے سبب محل کو مسمار کر کے اس کا
 بہتر چیمہ حیدر آباد منگو کر منج محل اور روشن محل میں لگایا گیا تھا۔
 اس کے بعد حکومت راجہ شکر ناتھ ولد گوہند ناتھ کے آغوش رہی۔

جو آرمور کار بننے والا تاجر تھا۔ مبارز الملک کے زمانہ میں اس نے زل میں دوکان قائم کی یہ بعد میں اپنے حسن انتظام سے فوطہ دار بھی ہو گیا تھا، آصفیہ نے اس کی دیانت و ہشیاری کے لحاظ سے زل اس کے تغویض کیا۔ جو راجہ پنچونت بہادر سے مخاطب ہوا۔ اس کی بعد زل کی حکومت عبدالرحیم خان روہیلہ ساکن قندہار کو ملی اور اس کے بعد محمد علی خان لوبانی کے زیر اثر آئی۔ یہ زمانہ ۱۲۱۰ھ کا تھا۔

۱۲۲۰ھ میں محمد علی خان لوبانی کو معزول کیا گیا جس کے بعد اس خاندان نے نظام آباد میں سکونت اختیار کی۔ جس نے اپنی زندگی بڑے ہی تزک و احتشام سے بسر کی۔ نظام آباد کے چند مقبروں کے متعلق روایت ہے کہ یہ خاندان نو لکھا سو واروں کے نشان ہیں۔ کیا عجب کہ یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ افسوس ہے کہ کوئی کتبہ کا پتہ نہ چلا، بعد معزولی لوبانی یہ علاقہ اثینہ الدولہ کے حوالہ کیا گیا۔ جو کرن الدولہ کی اولاد سے تھے اور نئے بعد مرزا ابراہیم بیگ مبارز الملک ظفر الدولہ ہونہ کے زیر اثر رہا۔ اس کے بعد ضلع بندی میں اس کو شریک خالصہ کر کے ضلع اندور کے تحت کر دیا گیا۔ اور مکر ضلع بندی میں جو ۱۲۱۰ھ میں ہوئی ضلع عادل آباد کے تحت کر دیا گیا۔ اور آج بھی اس کا یہ ایک تعلق ہے۔ چونکہ اس وقت ضلع نظام آباد سے اس کا تعلق نہیں رہا اس لئے ہم اس پر مزید روشنی ڈالنا غیر ضروری سمجھتے ہوئے ان واقعات کو ختم کرتے ہیں۔ نوٹ۔ تاریخ زل ۱۲۳۰ھ میں بزبان فارسی عبدالرزاق بن عبد الغنی نے لکھی تھی۔ اس کا ترجمہ محمد اہلام لوی نے کیا۔ جو تذکرہ زل کے نام سے ۱۲۴۰ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں

تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جس سے ہم کو مجید مدہلی۔ ہم صاحب تالیف کیلئے
ومار مغفرت کرتے ہیں۔

کولاس

بالکنڈہ اور نزل کے تاریخی مقامات کا مختصر حال سپرد قلم کرنے کے بعد
ہم ایک اور تاریخی مقام کولاس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ کولاس ایک
پہاڑ کا نام ہے جو جانب جنوب نظام آباد ۳۶ میل پر واقع ہے۔ یہ
پہاڑ سلسلہ بالاگھاٹ کی ایک کڑی ہے۔

جب محمد تغلق نے ورنگل کی آخری فتح ۱۳۲۷ء میں حاصل کی تو
ورنگل کے راجہ رودرا دیو نے سرزمین کولاس میں سکونت اختیار کی
اور کوہ کولاس پر آبادی قائم کی جسے قلعہ کولاس کی آبادی کے بعد جب
رودرا دیو کو سلطان علاؤ الدین نے ورنگل کی حکومت سپرد کر دی۔ تو کولاس
ملک سیف الدولہ کے سپرد کیا گیا۔ کولاس کا تعلق حکومت بریدیہ اور سلطنت
قطب شاہیہ سے رہا۔ کیونکہ ہر دو سلطنتوں میں اس مقام کے بڑے عظیم الشان

عے قصبہ رودر دھنک بودھن کے متعلق مرآت مجید فکر یہ ہے کہ اس کو رودرا دیو کے نام
سے ہی موسوم کیا گیا تھا۔ قصبہ رودر دھنک میں پرگنہ کی حیثیت سے موہن گاؤ
پنگا کو نوجی تنخواہ کے معاوضہ میں دیا گیا تھا۔ اور معاہدہ کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ قلعہ راران
اودگیر و قند ہار کو سرکوبی کا حکم دیا گیا۔ جس کے بعد یہ شریک خالصہ کر لیا گیا۔
اس واقعہ کو تہ تاریخ قد ہار سے چلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قصبہ جو اس وقت بھی تاریخی
اہمیت رکھتا ہے میرے خیال کے موافق راجہ کے نام پر ہی آباد ہوا ہو۔

معمر کے آمائیاں ہوئی ہیں۔ موجودہ قلعہ کو لاس کا استحکام ہمیشہ قطب شاہ نے جنگ و دیوار و نانک و اڑی کے مشورہ سے کیا۔ کیونکہ یہ مقام فوجی نقطہ نظر سے بیدر پر حاوی کیلئے بہترین تھا۔ یہ تعمیر ۹۵۱ھ میں آغاز ہو کر ۹۵۲ھ میں ختم ہوئی ۹۶۶ھ میں اس قلعہ کا تعلق قطب الملک دلی کو کلکتہ و فرمان روا کے دکن سے رہا۔ عہد حکومت تانا شاہ (۱۵۵۵ء) میں کو لاس سید محمد طاہر کے تحت رہا۔ تالیخ سوانح دکن مولفہ مقیم خان ہمدانی سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار کو لاس کو سالانہ (۶۵۵۰۰) روپیہ کا محلی مل تھا۔ اور پرگنہ حویلی کو لاس پر گنہ رڈ اور پرگنہ ساتویں پر گنہ گنہ صاری اور پرگنہ تارائن کی طرح اس کے تحت تھے۔ عالمگیر کی مانت و تاراج و فتح و نصرت و کن کے بعد کو لاس کا زوال شروع ہوا اس لئے کہ فوج کی چھا و نیاں یہاں سے برخاست ہو گئیں۔ یہ زمانہ ۱۱۵۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد سے قلعہ کے دامن میں شمالی جانب ملکا پور کی آبادی منتقل ہو کر کو لاس سے موسوم ہو گئی۔

۱۱۶۵ھ سے قلعہ کو لاس سلطنت آصفیہ کے زیر اثر ہوا اور ۱۱۶۵ھ میں نواب بسالت جنگ کے زیر تسلط رہا۔ جو نواب آصفیہ اول کے پانچویں فرزند تھے۔ اور یہ دیوان بھی مقرر ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۱۱۶۵ھ میں راجہ پدم سنگھ کو اون کی اور ان کے باپ اجمی چند کے جاننا ساری کے صلہ میں قلعہ داری کو لاس عطا ہوئی۔ (یہ خاندان پہاڑ سنگھ سے ہیں۔ جو اندر کبھی علاقہ آہ آباد کے مشہور زمیندار اور اورنگ زیب کی فوج میں علی خدمات انجام دے چکے ہیں۔)

آصف جاہ ثانی کی ہم رکابی میں راجہ پدم سنگھ ہمیشہ رہے آصفیہ دہلی

دومرتبہ کولاس کے نوشٹا منظر سے لطف اندوز ہو کر شکار کیلئے قلعہ کولاس میں
 فروکش ہوئے۔ آخری مرتبہ ۱۱۹۶ء کا تھا۔ راجہ موصوف فوج آصف جاہی کے
 بہادرانہ قہر سے، جن پر بادشاہ کمال بھروسہ رکھتے تھے۔ ان کی جلوس میں
 (۶۱) ہاشمی اور (۶۰) اونٹ رہتے تھے۔ انکو قصاب کے لینے کا اختیار تھا
 اس طرح اپنی ساری عوام اطاعت گزاری میں بسر کر کے ۱۲۳۹ء میں عمر طبعی
 حاصل کرنے کے بعد انتقال کیا۔ ان کے بعد راجہ نندیرنگھ المناط راجہ
 پدمنگھ (فرزند) جانشین ہوئے۔ جو اپنے باپ کے قدم بقدم تھے۔ انکے
 زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاہدہ کی وجہ سے فوج کی ضرورت باقی نہ رہی
 اس لئے محض انتظام ملک کی حد تک فوج رہی۔ راجہ پدمنگھ کا انتقال
 ۱۲۵۲ء میں ہوا۔ ان کے جانشین ان کے فرزند راجہ پھمپن سنگھ ہوئے
 ان کے انتقال کے بعد راجہ نین سنگھ براونخو رو قابض ہوئے۔
 ان کے زمانے میں بھی قند بار اور بمیر کور کی لڑائیاں ہوئیں جن میں یہ فتح مند رہا
 ۱۲۶۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند دیپ سنگھ کو بندریہ سند
 عالم قہ کولاس کی سر فرازی ہوئی۔ ان کا انتقال ۱۲۸۵ء میں ہوا۔ اور ان
 کے فرزند راجہ دہن سنگھ مسند نشین ہوئے۔ یہ زمانہ نواب افضل الدولہ بہادر
 کا تھا۔ جن کے بعد نواب میر محبوب علیخان بہادر برار سے حکومت ہوئے
 ۱۲۸۶ء میں راجہ دہن سنگھ صرف (۱۶) ماہ کولاس پر حکومت کر کے انتقال
 کر گئے۔ اولاد یہ تھی۔ ددو جوان رانیاں تھیں باہمی مناقشہ کے باعث
 کولاس زیر نگرانی نہ کر پایا۔ لیکن ۱۲۹۱ء میں رانی سون کنور بائی کے حق میں
 والدشت ہوا۔ رانی صاحبہ نے ایک لڑکا متبئی کیا جو اجمیر سے لایا گیا تھا۔

منہ زود سلی منظوری کی کارروائی ہو رہی تھی ۱۳۲۲ء میں مالی کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد کولاس زیر نگرانی سرکار آ گیا اور بعد کارروائی تحت قانون پیش کاہ خسروی نواب میر عثمان علی خان شاہ دکن ۱۳۳۲ء میں سمتاں کولاس شریک خالصہ کر لیا جا کر پسماندوں کو باہر مقرر کر دگئی۔ اور جو کچھ روپیہ اور زیور است پر زمانہ ضبطی خزانہ کولاس سے وصول ہوا تھا۔ وہ بھی وراثت کو تقسیم کیا جا کر ضبطی کے زمانہ کا محاصل بھی ادا کرنے کا حکم صرف صدر لایا جو خسرو دکن کی فیاضی کی ادنیٰ مثال ہے۔

انگریزی تاریخ میں نظام آباد کا ذکر

۱۵۳۳ء میں لیس۔ جے۔ بی۔ نیورنہ فرانسس تاجر نظام آباد پہلے گزرا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک چھوٹی سی ندی ہے جو شاہان مغلیہ اور بادشاہ گوکنڈہ کے درمیان حد فاصل ہے۔ غالباً اوس کا مقصد گودادری ہے ۱۶۶۶ء میں موسیو تھیمون فرانسس سیاح یہاں سے گزرا اُس کا بیان ہم ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ ”ہم اندو۔ سینے تو معلوم ہوا کہ یہ ایک راجہ کے قبضہ میں ہے۔ چونکہ تو مغلیہ بادشاہت کا متعلق ہے اور نہ گوکنڈہ کے زیر اثر۔ بلکہ لڑائی کا رنگ جدید کامیاب دیکھتا ہے اُدھر کی گاتا ہے۔ یہاں کا راجہ ہم سے فی کاٹی دو روپے تنس طلب کیا لیکن ہم ایک روپیہ ادا کر کے یہاں سے چلے گئے۔ یہاں بسنت پوری پہنچے ایک دیوال قلعہ پر واقع ہے اسے دیکھتے ہوئے آٹھ بڑے اس کے بعد بعض مواضع و قصبہ کولاس ضلع ناندر میں شامل ہو گئے۔ بعض مواضع ضلع ہڈا میں ہے

ہم اندوائی سے چار گھنٹے سفر کے بعد ایک خوشنما پہاڑی پر پہنچے جو تمام روئے زمین پر بہترین اور شاداب نظر آتی تھی۔ ”دیا چ فالبا سرناپلی کے جھل کا ذکر کر رہا ہے مصنف“

ڈچپلی یا ریتانگر

”ہم جب ریتانگر پہنچے تو وہاں ایک مستطیل شکل کا مندر دیکھائی دیا۔ جو (۴۵) قدم لمبا (۲۸) قدم چوڑا۔ تیس قدم اونچا۔ یہ عمارت ایسی ہے جیسے تہسہر کی عمارتیں۔ اس کی کرسی (۵) فٹ چاروں طرف اونچی ہے موسیو تینو ریتانگر کے مفصل حالات اس طرح لکھا ہے کہ اس پیکر ڈکوتا نگر کہتے ہیں۔ وہ ایک مستطیل شکل کا مندر ہے (۴۵) قدم لمبا ۲۸ قدم چوڑا۔ تین قدم اونچا یہ اسی قسم کا پتھر ہے جکی تہسہر (THESEP) کی عمارتیں ہیں۔ اس کی کرسی بلبلخ فٹ چاروں طرف اونچے ہے۔ اور مندر بھی اور ہار یا پتھروں سے اس میں اضافہ ہے۔ گلاب کے بھول اور کھندانہ سے اسے خوبصورت کیا گیا ہے۔ اور اس عمدگی سے تراشا گیا ہے کہ گویا یورپ کے معماروں نے بتایا ہے اس کا گوڑد فالبا بیرونی ورائڈ، نہایت دلکش ہے۔ اس کے ستونوں، کنگروں، دروازے اور مھرابوں پر عجیب طرح کا نقش و نگار ہے۔ اس کے اندر کی ساخت المیور مندر کی سی ہے۔ ایک اصل مندر ہے اور دوسرا بازو کا مندر ہے۔ تیسرا انتہا پر ایک چوٹی پر عبادت گاہ ہے۔ مجھے اصل مندر اور بازو کے مندر میں کچھ معلوم نہوا صرف اتنا ہی دیکھا کہ اس چار دیواری میں پتھروں کی جھلک نہایت

خوشنما معلوم ہوتی ہے! در دریا میں ایک گلاب کا بھول نہایت عمدہ تراشا ہوا ہے۔

اس مقام پر اوپر پیکوڈون کی طرح دروازہ ہی سے روشنی آتی ہے البتہ بازو کے مندر کی دیواروں میں روشن وال ہیں۔ جن کا جھکاؤ بندرگاہوں کے اون سوراخوں کا سا ہے جن میں رکھ کر توپیں سر کی جاتی ہیں۔ سوراخ کے اندر لوہے کا ایک بیج لگا ہوا ہے جو ایک ٹانگ کے برابر جسے مجھے کہا گیا کہ یہ لوہا ان لوگوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو عبادت گاہ میں زیادہ دنوں کا روزہ رکھ کر اس سے لیٹ دئے جاتے تھے۔ کنارہ کی عبادت گاہ میں انھیں دیواروں کے پتھروں کے بیچ میں ایک قربان گاہ بنی ہوئی ہے چٹان کو تراش کر اس کی کئی منزلیں بنائی ہیں۔ اور خوبصورتی کیلئے اس میں گہرا گلاب کا بھول اور زیانکشی نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے نیچے ہر طرف تین تین ہاتھیوں کے سر ہیں اسی پتھر کو قربان گاہ میں لگا ہوا ہے ایک کرسی مندر کے دیوتا کی نشست کیلئے بنی ہوئی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت مکمل کو نہ پہنچی۔ جب میں نیچے آ گیا تو مجھے بہاڑی کے دامن میں مشرق کی طرف اور ایک عمارت دکھائی دی جس کا مجھے کسی نے ذکر نہیں کیا تھا۔ میں اپنے ملازمین کو لیکر اس طرف گیا۔ وہاں جا کر اس قدر دیکھا کہ ایک عمارت کی تعمیر شروع کی گئی ہے جس کی دیواریں اسی پتھر کی ہیں۔ جس کا یہ پیکوڈو بنا ہے۔ اس کی دیوار تک بھی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ جو

۷۷ یہ اس وقت بھی موجود ہے۔

ڈیڑھ قد آدم لمبا ہے۔ اس عمارت میں بڑے بڑے جگادھری پتھر لگے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک پتھر کو ناپا تو وہ چار قدم لمبا تھا۔ اس عمارت کے پاس ایک تالاب اتنا چوڑا ہے جیسا کہ دریائے سین پیار میں کے نیچے بہتا ہے۔ اور اس قدر طویل ہے کہ میں ایک بلند مقام پر جا کر دیکھا تو دوسرا کنارہ نظر نہیں آیا۔ اس تالاب کے وسط میں ایک اور تالاب بے اس کے چاروں طرف دیواریں بنی ہوئی ہیں اور سات آٹھ قدم مربع ہے چونکہ یہ پانی اس مکان کے نیچے بہتا ہے اس لئے وہاں سے اس میں اترنے کیلئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جب کوئی ڈیڑھ سو قدم اس مکان کے سلسلہ میں سامنے کی طرف تالاب میں جائیں تو وہاں ایک مربع والا آٹھ قدم چوڑا ہے۔ اس کا چوڑا پانی سے ایک فیٹ اونچا ہے یہ والاں اور اسکی چھت بھی اس پتھر کی بنی ہوئی ہے جس کا وہ مکان بنا ہوا ہے اُس کے سولہ ستون ہیں ڈیڑھ ڈیڑھ قدم کے بلند اور ہر جانب چار چار ستون ہیں یہ عمارت قدیم یونانی عمارتوں سے ملتی جلتی ہے اس مندر اور محل کو سیٹانگر سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیونکہ پیگودستار ام کی بیوی سے منسوب ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ان ہر دو عمارات کی تعمیر راجپوت امیر نے شروع کی تھی مگر اسکے مرنے کے باعث ناتمام رہ گئی تھی اس عبارت کو پڑھنے کے بعد جب ڈچپلی کے دیول پر کھڑے ہو کر غور کریں سیاح مذکور کے اُن بیانات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تمام علامات طول و عرض میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ مقام اسٹیشن ڈچپلی سے ۳ میل اور نظام آباد

عہ دیکھو جلد دوم تاریخ سلاہ آصفیہ -

سے اسیل ہے جہاں موثر سہولت سے پہنچ سکتی ہے اس دیول کو آثار قدیمہ کے محکمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا۔

۱۴۳۰ء میں ایک کنبی کے مکان کی کھدوائی کے موقع پر ایک تراشیدہ پتھر کی کھان برآمد ہوئی۔ جس سے سیاح مذکور کے خیال کی تائید ہوتی ہے کہ عمارت تیار ہوتے ہوئے رہ گئی تھی۔

اسی عمارت کے جانب مشرق شمال تقہریا دو فرلانگ پر جھاڑوں کے جھنڈ میں قدیم آبادی کے آثار موجود ہیں۔ سینا نگر ایک راجپوت کی جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ خیال بھی غلط نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ کولاس پر راجپوتوں کی حکومت رہی ہے۔ پرگنہ گندھاری کولاس کے تحت تھا جو ڈچیلی سے قریب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ گندھاری کے تحت رہا ہو گا۔ اس عمارت کو چودھویں صدی بتاؤ۔ دینے میں تامل ہوتا ہے کیونکہ دکن کے کسی دیول سے اس کا تشبیہ نہیں ملتا۔

اس موقع پر ہم قلعہ نظام آباد کو بھی پیش کر چکے کہ اس کی تعمیر سی پندرہ سولہ صدی عیسوی سے بڑھ کر نہیں معلوم ہوئی۔ کیونکہ اس عمارت کا صدر ہال جہاں مورتی پوجا ہوتی تھی یہ کیا یہ کہ وہ راجہ کا دربار ہال تھا۔ بالکل مسلمانوں کی ذہنیت تعمیر کا نقش ہے کہ اس قدر روشن ہوا دار عمارت کا تخیل پہلے نہ تھا۔ اور نہ ہندو ماہر فن اس قسم کی تعمیر کے عادی تھے۔

سے کہا جاتا ہے کہ گہونا تھ جی نے اس عمارت کو دیول کیلئے تعمیر کروایا تھا چنانچہ اس عمارت کے دامن میں جو تالاب ہے وہ بہونا تھ تالاب کے نام سے موسوم ہے جیسے ایک سدا بہی ہے انوس کے اس عمارت کی تعمیر کی تاریخ وہ ملکی

پس قلعہ نظام آباد کی تعمیر کو پندرہ سولہ صدی عیسوی سے آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ بحالت موجودہ اس عمارت سے جیل خانہ کا کام لیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اور اس کی صورت مسخ نہیں ہوئی بلکہ کچھ اور خوبصورتی ہی پیدا ہو گئی ہے۔ (مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو باب عمارات عامہ)

اس قلعہ کے متعلق مورخ حالات نظام آباد نے لکھا ہے کہ ”مگر تاہم اس نے رام لکشمی اور شیو کے نام وقف کیا تھا۔ جس کے بعد قلعہ بنا۔“ لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ اس موصوف کون تھے۔ مستقر نظام آباد کی قدیم آبادی کو اگر نگاہ متحسین تلاش کرے۔ تو وہ کوٹ کا مقام ہوگا۔ یا قدیم ترین عمارت ”شمبرو گڑھی“ کا مندر جو نئی مارکٹ برکت پورہ کے قریب واقع ہے اور جس کا حصار زسا گڑھ صاحب نے ۱۳۴۰ء میں تعمیر کروایا۔

موجودہ نتیجہ تحقیق

مستقر نظام آباد کو کسی طرح بڑا راج نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب چالوکیہ خاندان کی سلطنت ملنکانہ میں آئی جس کے راجہ گنتی و یاد بینی خود مختار تھے۔ اس وقت تکن ہے نظام آباد ایک جیونی سی راجہ صانی ہو۔ لیکن اس کے حدود و ارضی کو بہت ہی مختصر کہنا پڑے گا۔

وٹ کوٹ۔ نظام آباد کا ایک محل جو قدیم آبادی کے جنوب مشرق میں ہے۔

کیونکہ قریب ہی میں بودھن ایک پایہ تخت تھا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں ایک طرف سرکار کولاس اور دوسری طرف سرکار نانڈیڑا اور تیسری طرف سرکار نزل رہا۔ کسی وقت بھی اندور کو بجز پرگنہ کے سرکار کا لقب نہ مل سکا۔ ان تمام امور کے علاوہ بجز شہ ۱۳ میں ایک معمولی واقعہ کے کہ ملک کا فور نے اندور کے راجہ سے لڑ کر فتح پائی۔ جس کا داخلہ تاریخ فرشتہ سے ملتا ہے اور کوئی واقعات نہ مل سکے۔ اور نہ یہاں کی کسی مہم کا پتہ تواریخ سے چلتا ہے حالانکہ بودھن و نزل و بالکنڈہ اور کولاس کے واقعات تواریخ میں درج ہیں یہاں تک کہ موخت گنڈیرہ (جو مستقر نظام آباد سے ۳۱ کوس کے فاصلے پر ہے) بمقابلہ زمیندار سرناپلی جنگ کا مقام رہا ہے۔ اس زمانہ میں نظام آباد کے قلعہ دیول کی مورتیاں سرناپلی میں منتقل کی گئیں۔ اور وہاں سے اندولائی کے دیول میں جہاں اب تک موجود ہیں۔

ان تمام امور کے مد نظر اندور کے متعلق ہمارے تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ پانچ سو سال سے زائد یہ کوئی تاریخی مقام نہیں رہا۔ البتہ اس کے بعض لمحہ مواضعات کی تاریخ سے اس پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے جس کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مقام قدیم تاریخ کا اس ضلع میں نظر آتا ہے تو وہ مستقر بودھن ہے۔ اس کے بعد بالکنڈہ و کولاس اور اس کے بعد ساتونی اور بنگل تحقیقات ممکنہ آثار قدیمہ کے تحت سلطنت راشٹرکوت کا یا رائے تخت اندور نظام آباد کو قرار دینے میں بھی ہم کو تامل ہوتا ہے۔ کیونکہ مل کھڑ سے پائے تخت اٹھانے کے بعد اگر اندور کو پائے تخت بنایا جاتا تو بلاشبہ

۱۔ بیانات دریافت انعام سرناپلی مشمولہ مثل انعام

ایک ہزار سال قبل کی عمارتیں اس کی شہادت میں یہاں موجود ہوتیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں اس بیان کا کوئی مادی ثبوت نہ مل رہا ہے البتہ بودہن کو ہم اندرسوم کا پایہ تخت قرار دیں اور اندور کو اسی راجہ کے زمانہ کی آبادی تصور کر کے اس کا نام اندرسوم کے نام پر اندراپور رکھا ہوا سمجھیں تو حق بجانب ہوگا۔ جس کی تصدیق کتبات مثذکرہ سے ہو سکتی ہے ورنہ کوئی معنی نہیں کہ بودہن کی ترقی کا ذکر تو کتبات میں ہو اور اندور کا نام نہ آئے اس قدر تحقیق کے بعد اب ہم آئندہ محققین کیلئے نتیجہ کو حالت منظر میں چھوڑ دیتے ہیں (اس حد تک مسودہ اس وقت کا ہے جبکہ بودہن کو ضلع نظام آباد کا ایک پیر تریں نعلقہ قرار دیا گیا تھا۔ اور کہا جاتا تھا کہ بودہن جلے بودن نیست“ لیکن عہد عثمانی کے زرین کارناموں میں یہ نام کو بحیثیت مورخ یہ لکھتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ بودہن کی نعمت نے پھر لپٹا کھایا۔ اور وہ اپنی قدیم تاریخ کی جانب پھر ایک مرتبہ لوٹا یا جلد ہا ہے یہاں پر کارخانہ شکر سازی کا قیام اور ریل کی آمد اس کو مزید ترقی پر پہنچانیکا پیش خیامہ ہے۔ مستقبل قریب میں سابقہ ضرب المثل میں لفظ نیست کی جگہ ”ہست“ لے لیگا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کیونکہ وہی زندہ لبتیوں کو مردہ اور مردہ شہروں کو زندہ کرتا ہے۔“

آرمور

آرمور کی آبادی سال ۱۸۵۷ء سے پہلے کی نہیں معلوم ہوتی سال ۱۸۵۷ء میں راول شکر نامک قصبہ آرمور کا ایک متوطن متمول تاجر تھا جس کی متعدد

دکانات حیدر آباد۔ اورنگ آباد وغیرہ میں تھیں وصولہ نے اس کو خدمت خزانہ داری نزل عطا کی تھی۔ ۱۲۰۳ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا راجہ شنکر ناکہ شائی نے اپنی آبائی خدمت کا جائزہ لیا۔ جو آرمو ہی میں سکونت پذیر تھا۔ اور وہیں سے فرائض خدمت انجام دیتا تھا۔ غالباً ۱۲۰۴ء میں آرمور کے پہاڑ پر قلعہ کی تعمیر ہوئی اور دہلی شائی گئی گو بنہ میٹھ کی گڑھی شنکر ناکہ ہی نے اپنے باپ کے نام سے موضع کو آباد کر کے جوئی تھی۔ جس کا نام پہلے موضع امراد تھا۔ زل سے آمدن کے موقع پر یہ اس مقام پر قیام کرنا تھا۔ اور اسی طرح پیر کو آباد کر کے سوموا میٹھ اپنی والدہ کے نام سے موسوم کیا۔

۱۲۳۳ء میں پیر کتھری قوم آباد ہے۔ یہ لوگ سفید نام جو بصورت ہوتے ہیں ۱۲۳۳ء میں موٹے ان کے حسن و جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مرد و عورتوں دن بھر کپڑوں کے لالچہ پر رہتے ہیں اور شام کو بکثرت نشہ کے عادی ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی اس نشہ بازی کا نتیجہ ہمیشہ زنا کاری ہی ہوتا ہے اسی لئے یہاں پر بکثرت عورتوں کی بے عصمتی کا شہرہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس بیچیس سال کے عرصہ میں نسل مخلوط ہو گئی۔ اور ہونی پڑی ہے۔ رنگ اور اعضا میں تغیرات پیدا ہو چکے ہیں تیزی سے عورتیں مسخ ہو رہی ہیں۔

یہ لوگ سب کے سب شیمی کپڑوں کی صنعت اور تجارت کرتے ہیں ان میں سے اکثر متمول و سرمایہ دار ہیں۔ زبان کتھری بولتے ہیں کتھری زبان گجراتی زبان سے نکلی ہے۔ اس لحاظ سے اس قوم کو گجراتی قوم کی

شاخ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے عادات و اطوار صورت شکل رنگ و قولے جسمانی۔ اور زبان ان کے گجراتی ہونے کا ثبوت ہیں۔

اس مقام پر اس نسل کی آمد غالباً راجہ شکرناٹک کے زمانہ میں ہوئی ہے جبکہ وہ اپنی تجارتی منڈیاں حیدرآباد اورنگ آباد مرکزی مقامات پر رکھتے تھے تو تجارتیشی پارچہ کے لئے اس قوم کو یہاں لانا قرین قیاس ہے۔ اور یہ زمانہ ۱۲۰۳ء کا ہوگا۔ اس کے بعد اس قوم نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور اپنے پیشہ کو جاری رکھا۔ مستقر آرمور پر ان کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔ ۱۲۰۳ء میں زمیندارنی پرگنہ اندورانتھمانے بغاوت کی اور کماندار کاسرکاٹ کر اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ راجہ شکرناٹک نے ان طاقت کو فرو کرنے کے لئے آرمور سے کوئچ کر کے موضع رامڑک کا محاصرہ کیا۔ اسوقت ناٹک کے ہمراہ (۵) ہزار فوج تھی۔ مگر بڑی رامڑک کو منت و نابود کر دیا۔ اور یہاں سے بھٹکر سرنابلی ہو چلا جہاں زمیندارنی تہتی تھی (اور ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد اس کو فتح کر کے مذکورہ آپس ہوا۔ چونکہ زمیندار ردپوش ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کو گرفتار نہ کر سکاٹ

اسی زمانہ میں نظام آباد کے قلعہ کی مورتیاں سرنابلی میں منتقل ہوئیں اور وہاں سے اندولائی کی دیول میں قائم کی گئیں۔

مستقر آرمور کی جدید آبادی و مہفتہ وار بازار آغا شیخ علی رضا صاحب دوم تعلقہ لو کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جسکا سنگ بنیاد مرزا محمد بیگ صاحب کے زمانہ میں رکھا گیا۔ تعلقہ آرمور میں آئندہ پور کی جدید آبادی یکم سربکر میدی

مندی پچی

مندی پچی نظام آباد



۳۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء



کے نام سے آؤں شرف میں موسوم ہوئی۔ یہ ایک بے چراغ موضع سیلہ نامی ہے
سے موسوم تھا جس کو نمونہ کا موضع بنایا گیا تھا غاصب ٹکی حسن کا رگہ لاری
کا زمین بنتا ہے۔

کاماریڈی

اس تعلقہ کا نام اڈلورتھا۔ دفاتر تحصیل حدود موضع کاماریڈی میں واقع
ہوئے تھے۔ اور ریلوے اسٹیشن بھی اسی حدود میں قائم ہونے والا تھا۔ اس
لئے مسٹر ڈنلاپ نے بحیثیت ناظم بندوبست ستریک کی کہ کاماریڈی کو مستقر تعلقہ
قرار دیا جائے جو شرف میں منظور ہوئی۔ محمد فصیح الدین احمد المصطفیٰ
فصیح جنگم جو شرف میں شرف فنگ اس ضلع میں بحیثیت ڈیوٹن
افسر رہا۔ و نظام آباد و کاماریڈی کا گدار۔ ہے۔ آپ ہی کے زمانہ میں
کاماریڈی کی جدید آبادی قائم ہوئی۔ نواب سعادت جنگم جو شرف میں شرف
میں اس ڈیوٹن پر رہے۔ اور شرف میں نواب عقیل جنگم بہادر نواب
صدر اعظم نواب حکومت یہاں پر دوم تعلقہ دار رہ چکے ہیں۔

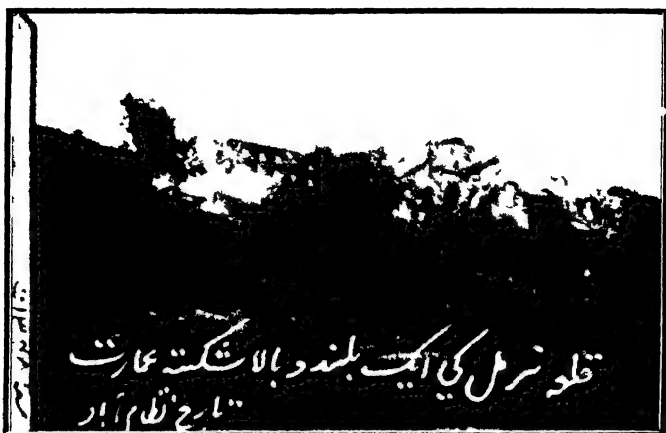
مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی کا بھی ابتدائی تقرر اسی ڈیوٹن
پر ہوا تھا۔ شرف میں مسٹر ڈیوٹن برقا ست جو کہ مستقر نظام آباد قرار پایا
آغا شیخ علی رضا صاحب دوم تعلقہ دار کے زمانہ میں مستقر کاماریڈی کی جدید ترقی
کا خاکہ ڈالا گیا جس کی تکمیل آٹھنالی خوش اسلوبی سے محمد فرحت اللہ صاحب دوم
تعلقہ دار نے اپنی جدید اسکیموں کے ساتھ کی۔ و نیز ثانی الذکر نے قصبہ رت
خصوصاً بکنور کی اصلاح کجیاں غرض کہ جس کی فی زمانہ سیالکی آبادی تیزی سے بڑھ رہی
مرسلہ ٹرک کی وجہ سے ایک تبدیلی مقام ہو رہا ہے۔ اس لئے یہاں پر ایک

گنج کی بنیاد بھی محمد رفعت اندر صاحب نے ۱۲۳۵ھ میں ڈالی تھی۔
مقامی اعتبار سے یہ کوئی تاریخی مقام نہیں ہے البتہ یہاں کی آب و ہوا
بمقابلہ دیگر تعلقات بہتر سمجھی جاتی ہے۔

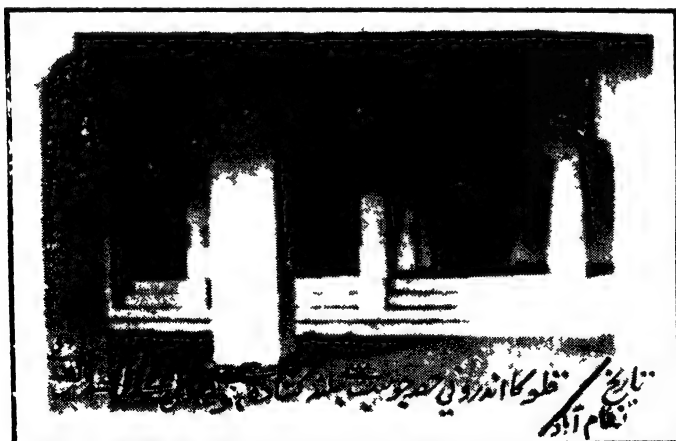
باشوآڑہ

اس کی کوئی تاریخی اہمیت اس وقت تک تو میری تحقیق میں نہیں آئی
جبکہ ۱۲۰۵ھ میں دوم کندہ کا مستان قائم ہوا۔ اس وقت تک باشوآڑہ
کی کوئی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔ سرکار کولاس کے تحت پرگنہ ڈرکی بننا۔
اسی کی عرفیت باشوآڑہ تھی۔ دریافت انعام میں دعویدار کے دیکھنے
بیان کیا ہے کہ ۱۲۱۸ھ میں تعلقہ باشوآڑہ اس علاقے کے تفویض تھا
۱۲۱۸ھ کے ایک نوٹنامہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ
راگھویندر راؤ۔ دراجہ امانت راؤ نے درخواست کی ہے کہ طرف ڈرکی
عرف باشوآڑہ یا پنج سالہ تہہ کے لئے انکو دیا جائے۔ اسی بنا پر وہ
اُن کے تفویض کیا گیا۔ غالباً اسی زمانہ میں اس خاندان نے اس کو آباد
کیا اور ڈرکی و باشوآڑہ دو علیحدہ مقام ہو گئے۔

۱۲۸۳ھ تک باشوآڑہ بعنوان تعلقہ باشوآڑہ بطریق سرسبہ
سو میشر راؤ فرزند امانت راؤ کے قبضہ میں رہا۔ اور ۱۲۸۳ھ کے اوائل
میں شریک خالصہ کر لیا گیا۔ (لاحظہ ہو مرسلمہ ۱۷۱۵ء مریج الاول ۱۲۸۳ھ)
موجودہ باشوآڑہ ۱۳۱۳ھ تک اپنی تعلقہ کی نوعیت پر قائم رہا۔ اس
کے بعد تحصیل وڈیوژن کا دفتر برخواست کر دیا گیا۔ ۱۳۲۲ھ میں پیر



متعلق صفحہ ۲۳



متعلق صفحہ ۳۳



نامہ جہان نڈلو ساہو بالو

اس کو تعلقہ قرار دیا گیا ہے۔
 بانسواڑہ ضلع نظام آباد میں اپنے شرف و فساد کی بنا پر مشہور تھا۔ جبکہ یہاں
 کا راستہ انتہائی دشوار گزار تھا۔ نہر نظام ساگر کی وجہ اب پر سکون فضا ہو گئی
 ہے۔ بانسواڑہ کے مشاہیر محمد عرب۔ نار کہ ہمنانڈو مانک مٹی و نارائن
 ریڈی و ہل ریڈی ہیں۔ یہ سب ساہوکاری و تجارت و زراعت کرتے ہیں
 مگر نار کہ ہمنانڈو دس سال سے بانسواڑہ کے مخیر ساہوکاروں میں شمار
 کئے جاتے ہیں اور فی زمانہ عہد داران سرکار ان کو بھی نظر سے دیکھتے ہیں

بورلم

یہ کوئی تاریخی مقام نہیں ہے۔ ۱۳۲۵ء میں نہر نظام ساگر کے سلسلہ
 تعمیر کی وجہ اس کو دفتر نہر کا مستقر قرار دیا گیا تھا۔ اور عارضی مکانات بنا
 دئے گئے۔ جب بانسواڑہ تحصیل کا قیام عمل میں آیا تو عارضی طور پر انہیں
 مکانات میں دفاتر کو دینے عہدہ داران و عملہ کو جگہ ملی مگر نہ منظر و لہذا تھا
 اور یہاں پر اکثر کٹواں بنجیر کیلئے ایک بنگلہ بنا دیا گیا تھا۔ اسی کو انیکشن بنگلہ
 قرار دیا گیا۔

بورلم انتہائی نشیب میں واقع ہے جس کی وجہ اس موضع کی آبادی
 سخت پریشان تھی۔ احمد علی الدین صاحب رضوی دوم تعلقہ دار نے انتہائی
 کوشش سے اس کی اصلاح کی۔ و نیز رضوی صاحب موصوف نے تعلقہ
 بانسواڑہ و بودوہن میں اپنی انتہائی دلچسپیوں۔ اور علی کا گدار یوں سے
 رعایا میں ہر دلعزیزی حاصل کرنی تھی جس کی یاد آج تک دلوں کی گہرائی

میں موجود ہے۔ ۱۳۴۷ء میں ڈیوژن کا مستقر بورلم سے برخاست ہو کر
بودھن قرار دیا گیا۔

شجرہ فرمانروایان سلطنت آصفیہ

- (۱) نواب نظام الملک آصفیہ اول ۱۶۴۲ء تا ۱۶۴۸ء
- (۲) نواب ناصر جنگ بہادر ۱۶۴۸ء تا ۱۶۵۱ء
- (۳) نواب مظفر جنگ بہادر ۱۶۵۱ء
- (۴) نواب صلابت جنگ بہادر ۱۶۵۱ء تا ۱۶۶۱ء
- (۵) نواب میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ ثانی ۱۶۶۱ء تا ۱۸۰۳ء
- (۶) نواب سکندر جاہ بہادر آصفیہ ثالث ۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء
- (۷) نواب ناصر الدین بہادر آصفیہ رابع ۱۸۲۹ء تا ۱۸۵۴ء
- (۸) نواب افضل الدولہ بہادر آصف خامس ۱۸۵۴ء تا ۱۸۶۹ء
- (۹) نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف شمس ۱۸۶۹ء تا ۱۹۱۱ء
- (۱۰) اعلیٰ حضرت ہرچی جلالت الملک میر عثمان علی خان بہادر آصف سابع
سربراہ سلطنت آصفیہ
فرخندہ بنیاد آباد کرن

باب (۳)

بندوبست تقسیم ضلع بندی

قدیم بندوبست دکن میں ملک غلبر نے سنہ ۱۲۰۲ء میں اجہ توڈرل کے اصول انتظام مالگزاری کو پسندیدہ نظر سے دیکھ کر رواج دیا۔ اس طرح کہ اراضی کو رسی یا چھڑی سے ناپ لیتے اور حصہ بہر کار بمطابق پیداوار غلہ یا نقدی کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا جو عموماً دو خمس (یعنی $\frac{1}{5}$) کی قیمت کل قیمت پیداوار سے کاشتکاروں کو داخل سرکار کرنی پڑتی تھی اور کاشتکاروں کی ملکیت اراضی تقسیم کینا کر ان کو اس کے انتقال کا حق نہ تھا کیا تھا چنانچہ اورنگ آباد میں بعض معاہدہ کے کتبات پر اراضی کی مقدار ”بگز ملک“ غنہ سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ دکن میں تشخیص جمع مالگزاری مرشد علی خاں کے زمانہ میں ہوئی یعنی سنہ ۱۱۶۲ء میں چنانچہ مرٹ گرنٹ ڈون نے لکھا ہے کہ سنہ فصل کا حساب سنہ ۱۵۵۷ عیسوی سے دکن میں رائج ہوا جس زمانہ میں بیگمہ اور بسوا کے الفاظ یہاں ملتے ہیں۔ بہر حال فردوس اشیان مینی شاہجہاں کے زمانہ میں اراضی کی پیمائش و تشخیص ہو کر ہر موضع کی جمع کامل قرار پائی تھی۔ لیکن عموماً نقد رقم کے وصولی کا طریقہ مسدود ہو چکا تھا۔ سبب اس کے دیکھو و دیسپانڈیہ سے ایک سرسبہ رقم وصول کر لی جا یا کرتی تھی۔ ط

د۔ رپورٹ ناظم بندوبست علاقہ سرکار علی مرتبہ ۱۲۹۳ء تعلقہ پٹن ضلع امڈنگ آباد
مرتبہ سید مہدی علی صاحب مرحوم دمرہ القانین بابہ ۱۲۴۰ ف

تقسیم یا ضلع بندی ایک سو یا کم و بیش مواضع کے ایک حلقہ کو پر گنہ کہا جاتا اور دہل پر گنہ ایک سرکار کے تحت رہا کرتے تھے جس کے لئے دیکھ دیا پانڈیہ مقرر ہوئے زرہ لکھنوی داخل سرکار کرنے کی ذمہ داری دیکھ و دیسا پانڈیہ کی ذات پر رہتی۔ اور اس خدمت کے صلہ میں رقم وصول شدہ پرنسپل پانچر و پیر دیکھ کو۔ اور دیسا پانڈیہ کو دو روپیہ آٹھ آنہ حتیٰ الخ خدمت ایصال ہوا کرتا تھا۔ بعض اوقات سرکار ایک سرسہ رقم مقرر کر دیتی۔

۱۷۷۷ء میں پر گنہ اندور (جو پہلے علاقہ صرخاں کا تھا) سرکار نے دیکھ رکھو پستہ جینرلیدی (جدا علیٰ زمیندار سرناپلی) کو اجارہ پر دیا۔ اور حق خدمت کے لئے (۲۹) مواضع سے انکو انعام بھی مقرر کیا۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پر گنہ کو شریک خالصہ کر لیا گیا۔ چنانچہ ۱۷۸۶ء کے ایک قولنامہ عطیہ شاہ نواز خان سے یہ بتایا ہے کہ چند مواضع کو بطور المقطعہ بعض عہدہ داروں کی ملکیت میں جمع کمال لکھنوی تھے جسے جیلیم راجا دلہ چیلہ لکھنوی کو مستقل طور پر کے دیدے گئے جو آج تک اس زمانہ میں بحال ہیں۔ بالعموم ۱۷۸۵ء تک ستایار سے بجائے نقدی کے اجارہ دار یعنی دیکھ وغیرہ غلہ لیا کرتے اور سرکار بھی بعض اوقات غلہ وصول کرتی البتہ نقد محاصل غیر آباد مواضع سے بصورت بین مقررہ داخل سرکار کر لیا جاتا۔ یا امانی کا تعہد دیدیا جاتا۔ جس کا منظم امانی دار۔ یا تعلقہ دار کہلاتا تھا۔ اس کا فرض یہ ہوتا کہ جس قدر رقم وصول ہو اُس کو تعلقہ دار کے پاس جمع کرا دے۔ تنخواہ امانی دار و غلہ تعلقہ دار کے پاس سے لیا کرتی تھی۔ یا سرکار سے جب تعلقہ دارا ہوا دیتا تو

۱۷۷۷ء ملاحظہ ہو سند مورخہ ۶ محرم ۱۱۷۷ء دریافت انعام معاش سرناپلی۔

دو آیت حق خدمت سرکار سے تعلق دار کو دیا جاتا۔ اور جب سرکار باہر ہوتی تو
تعلقہ کو حق خدمت تین بائی ملتے ایک اور طریقہ تعہد سربرہ "کانتا۔ جس
میں ایک میعاد معین کے لئے چند مواضع یا پرگنات رقم مقرر کر کے دیکھ
جاتے اور رقم سربرہ دار سے وصول کر لی جاتی۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی
طریقہ تعہد بالمقطعہ کا تھا جو بڑی بڑی زمینداریاں یا چھوٹی چھوٹی راج
دھانیاں قیام سلطنت کے پہلے سے قائم تھیں جن سے حکومت خراج
لیا کرتی تھی۔ ان کو ان کا علاقہ ایک مقررہ رقم پیشکش کے معاوضہ پر کمال
رکھا جاتا۔ جس کو مستان سے موسوم کرتے تھے۔ (جو آج تک بھی رائج ہے)
اسی اصول کے تحت ۱۸۲۳ء میں مختلف ملک یہ ضلع سرکار ناندیڑ صوبہ
بیدر کے تحت رہا۔ ضلع بندی اول

نواب مختار الملک اول وزیر اعظم سلطنت آصفیہ۔ نواب تبظیم مملکت کا خیال
پیدا ہوا تو سب سے پہلے ضلع بندی کی ضرورت محسوس ہو گئی۔ ۱۸۲۳ء میں
جب ملک دکن کو پانچ صوبوں میں تقسیم کیا گیا یعنی پانچ سمت (صوبہ) قرار
دئے گئے تو اندوڑ ضلع مقرر کیا جا کر جب سابق صوبہ بیدر کے تحت رکھا گیا۔
اور جب ذیل تعلقات قائم کئے گئے۔
اندوڑ (نظام آباد) آرٹور۔ نزل۔ ادلہ رنسا پور بائسواڑہ۔ اڈلہ (کمارا پور)
بیکانہ (لودھن) بلوچی۔ نیلا ریڈی۔ ایدلہ (عادل آباد) سرپور تانڈور (سرپور)
تانڈور و ایدلہ (۱۸۲۳ء میں عمارت کے تفویض کئے گئے) ان تعلقات

و اس وقت ایک صوبہ برابر تھا۔

میں قدیم طریقہ وصول اجناس کو قطعاً موقوف کیا جا کر زر نقد میں محاصل مالگیزی کے وصولی کا عمل جاری ہوا۔ سن ۱۲۸۰ء میں یہ ضلع (۹) تعلقات پر مشتمل تھا۔ اور جدید طریقہ وصول مالگیزی کے تحت اقساط مقررہ پر پہلی مرتبہ تمام ضلع کی رقم مالگیزی سن ۱۲۸۰ء میں بڑا نہ مقرر سواجی راؤ تھاکر وصول ہوئی (ملاحظہ ہو رپورٹ سن ۱۲۸۰ء)

سن ۱۲۸۱ء میں اس ضلع کے تحت دس تعلقہ بشمول مدہول تھے۔ اور تین علاقہ پانچ گاہ جاگیرات مشتمل تھے کے با
سن ۱۲۸۱ء میں تعلقہ ٹوبی کے بجائے تعلقہ مدہول شریک ضلع رہا اس طرح
دس تعلقات کا یہ ضلع تھا۔ جس میں (۱۳۰۷) مواضع تھے جسکی تفصیل درج ذیل ہے

| نام تعلقہ | اندور | نرمل | بانسواڑہ | نرساپور | مدہول | کاماریڈی |
|--------------------------|-------|-------|----------|----------|-------|----------|
| تعداد مواضع تحت تعلقہ | ۱۱۲ | ۱۷۷ | ۱۷۷ | ۱۵۶ | ۱۲۷ | ۱۰۰ |
| نام تعلقات | آرمور | یارڈی | بودھن | پٹی پٹیل | یلغرب | کوٹ گیر |
| تعداد مواضع تحت تعلقہ | ۶۹ | ۸۹ | ۸۳ | ۷۹ | ۵۰ | ۲۵ |
| | | | | | | ۲۲ |

ضلع بندی دوم

ضلع بندی اول کے بعد دوسرا دور سن ۱۲۸۳ء میں شروع ہوتا ہے جس میں
بجائے (۹) تعلقات کے صرف (۵) تعلقہ نظام آباد۔ آرمور۔ بودھن۔ یارڈی

و۔ یلغرب۔ کوٹ گیر۔ گندھاری۔

کا مارٹیدی بحال رکھے جا کر باقی خرچ کر دے گئے و نیز صوبہ بیدر سے اس ضلع کا تعلق منقطع کر کے صوبہ گلشن آباد (میدک) میں اس کو شامل کیا گیا۔ ۱۳۳۱ء میں بوجہ تخفیف صوبہ داریاں اس ضلع کا تعلق راست مجتہدی انگلزاری سے بحدہ سرشتہ مال رکھا گیا۔ اور باقی عام سرشتوں کا تعلق سمت میدک سے ہا ۱۳۳۲ء لائن میں بوجہ قیام دو اسمات اس ضلع کو سمت تلنگانہ میں شریک کر دیا گیا۔ جس کا مستقر وزگل تھا۔ ۱۳۳۶ء میں حسب سابق پھر جا صوبہ داریاں قائم ہو گئیں۔ لیکن ضلع نظام آباد صوبہ وزگل کے تحت ہی رہا۔ (یہ ضلع صرف سرشتہ مال کی حد تک تھا) ۱۳۴۲ء میں نظام ساگر کی تعمیر کے بعد ان کے تحتی زمینات کا انتظام کرنے اور ان خاص مراعات کو عطا کرنے جو اس ضلع کے استفادہ کیلئے مقرر ہوئے تھے ایک مخصوص ضلع نظام ساگر کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور مرزا محمد بیگ صاحب کا تقریبہ عطاءے اختیارات تعلق داری اسیر کیا گیا کیونکہ صاحب موصوف بحیثیت اسپنل آفسر معاوضہ اور نہایت جفاکشی قواعد نظام ساگر کام انجام دے رہے تھے۔ اس نے نظام ساگر کو کامیاب بنانے کے لئے صاحب موصوف کو ہی موزوں سمجھا گیا ضلع نظام ساگر کے تحت ایک تعلقہ بودہن تفویض کیا جا کر ایک جدید ڈیوٹرن بورڈ کی منظوری دی گئی

۱۔ بوقت ضلع بندی اول نمول خروج دیہات کے ساتھ بچکندہ کے بجائے بودہن اور اوڈو کر کے بجائے کارٹیدی کو مستقر تعلقہ قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ صوبہ داریوں کے تخفیف کے بعد جب کام نہ چل سکا تو دو اسمات مقرر کئے گئے ایک وزگل جس کو سمت تلنگانہ اور دوسرا مرٹواڑی جس کا مستقر اورنگ آباد قرار دیا گیا۔ اس پر نظام مال کا رگہ اسے تھے۔

کیسا زندگی کے بعد ضلع شکست کروا گیا اور یکم افریقہ ۱۲۳۱ھ سے ضلع نظام آباد میں شامل ہو گیا۔ ۱۳۳۲ھ میں نہر نظام سگر کی وجہ ازادکار کے باعث جدید تقسیم کی ضرورت داعی ہوئی۔ اس نے تعلقہ لارڈی کو بعد قبول و خروج دیہات ضلع میدک میں شریک کر دیا گیا۔ اور تعلقہ لارڈی کے بعض موانعات و بودہن کے بعض موانعات سے ایک جدید تعلقہ بالنوآرہ قائم ہوا۔ تاکہ حسب سابق (۵) تعلقات اس ضلع میں ہیں چنانچہ یہ انتظام اس وقت تک باقی ہے۔

بند و بست

پہلا بند و بست ضلع ہمایں سب سے پہلے اردہن و بالنوآرہ کا بند و بست ۱۲۹۵ھ میں ختم ہوا۔ اور پندرہ سالہ میعاد کا اعلان کیا گیا تاکہ لارڈی کے پائیک کا آغاز ۱۲۹۶ھ میں اور ختم ۱۲۹۸ھ میں۔ لارڈی ۱۲۹۲ھ میں آغاز ختم ۱۲۹۹ھ میں میعاد پندرہ سالہ کا اعلان ۱۳۰۰ھ میں ہوا۔

نظام آباد کا بند و بست ۱۲۹۵ھ میں اور اختتام ۱۳۰۱ھ میں آرمور کا بند و بست ۱۲۹۵ھ میں اور اختتام ۱۲۹۹ھ میں بیگل کا بند و بست ۱۲۹۵ھ میں اور اختتام ۱۳۰۱ھ میں شہزادی بند و بست ہر سہ تعلقات ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ جس کی میعاد سات سالہ مقرر کی گئی۔

دوسرا بند و بست۔ ڈیویشن کا کام سب سے پہلے آرمور میں ۱۳۲۴ھ میں اور بودہن و کارڈی ۱۳۲۴ھ میں نظام آباد ۱۳۲۹ھ میں شروع ہوا۔

نقشہ نابعد سے بند و بست اولیٰ کے تعلق نظام ہرنوگو

| نام تعلقہ | پیشینہ | پیشینہ | تاریخ اعلان |
|-----------|--------|--------|-------------|
| نظام آباد | ۱۲۹۵ | ۱۳۰۱ | ۱۳۰۶ |
| آرمور | ۱۲۹۵ | ۱۲۹۹ | ۱۳۰۶ |
| بودہن | ۱۲۹۲ | ۱۲۹۵ | ۱۳۰۱ |
| یلاریڈی | ۱۲۹۲ | ۱۲۹۹ | ۱۳۰۳ |
| کاماریڈی | ۱۲۹۶ | ۱۲۹۸ | ۱۳۰۳ |
| انسواڑہ | ۱۲۹۲ | ۱۲۹۵ | ۱۳۰۱ |
| ہینگل | ۱۲۹۷ | ۱۲۹۷ | ۱۳۰۶ |

تاریخ بندوبست ثانی نقشہ ذیل وضع ہوئے ہیں

| نام تعلقہ | پیشینہ | اعلان | تاریخ |
|-----------|--------|-------|-------|
| نظام آباد | ۱۳۲۹ | ۱۳۳۷ | ۱۳۳۷ |
| کاماریڈی | ۱۳۲۸ | ۱۳۳۲ | ۱۳۳۲ |
| بودہن | ۱۳۲۸ | ۱۳۳۲ | ۱۳۳۲ |
| آرمور | ۱۳۲۷ | ۱۳۳۲ | ۱۳۳۲ |
| انسواڑہ | ۱۳۲۷ | ۱۳۳۲ | ۱۳۳۲ |

چونکہ یہ تعلقہ جدید ہے اس سے مواضعات بودہن و یلاریڈی سے اس کا تعلق ہے۔

بندوبست ثانی کے بعد گنی دھارہ جات سے رعایا پنج اٹھی یہ ایک تفصیل طلب

حقیقت ہے جس کے لئے میری تالیف تنگی کی موجود ہے یہاں تفصیل کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ ڈیوٹرین و تعلقے

۱۲۷۵ء نظام آباد میں مالگزار کی تحت حسب ذیل ڈیوٹرین تھے بانسوارہ نزل۔ نظام آباد۔ اس کے بعد کے تغیرات نقشہ ذیل سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

| نام ڈیوٹرین بصر امت تعلقات | | | | | |
|----------------------------|------------------|-----------------|-------------|----------------|-------------|
| سنہ | ڈیوٹرین | ڈیوٹرین | ڈیوٹرین | ڈیوٹرین | ڈیوٹرین |
| | کاماریڈی | نظام آباد | آرمور | ڈیوٹرین | بودھن |
| ۱۳۱۲ء | تعلقہ کاماریڈی | تعلقہ نظام آباد | . | . | . |
| ۱۳۱۳ء | تعلقہ کاماریڈی | تعلقہ نظام آباد | . | تعلقہ بانسوارہ | . |
| ۱۳۱۴ء | ڈیوٹرین کاماریڈی | تعلقہ نظام آباد | صرف تعلقہ | تعلقہ بودھن | . |
| ۱۳۱۵ء | . | تعلقہ نظام آباد | تعلقہ آرمور | برخاست | تعلقہ بودھن |

مواضعات

۱۲۸۱ء میں ضلع (۱۳۵۰) مواضعات پر مشتمل تھا۔ سنہ ۱۳۵۱ء میں

(۱۳۰۶) مواضعات تھے۔ سنہ ۱۳۲۴ء (۱۳۵۲) مواضعات ہیں۔

نقشہ مابعد سے ہر تعلقہ کے مواضعات کی تفصیل ظاہر ہو سکتی ہے۔

| تعداد مواضع | | تفصیل بلحاظ نوعیت برآمدہ | |
|-------------|-------|--------------------------|-------|
| تعداد | نوعیت | تعداد | نوعیت |
| ۱ | تعداد | ۱ | تعداد |
| ۲ | تعداد | ۲ | تعداد |
| ۳ | تعداد | ۳ | تعداد |
| ۴ | تعداد | ۴ | تعداد |
| ۵ | تعداد | ۵ | تعداد |
| ۶ | تعداد | ۶ | تعداد |
| ۷ | تعداد | ۷ | تعداد |
| ۸ | تعداد | ۸ | تعداد |
| ۹ | تعداد | ۹ | تعداد |
| ۱۰ | تعداد | ۱۰ | تعداد |
| ۱۱ | تعداد | ۱۱ | تعداد |
| ۱۲ | تعداد | ۱۲ | تعداد |
| ۱۳ | تعداد | ۱۳ | تعداد |
| ۱۴ | تعداد | ۱۴ | تعداد |
| ۱۵ | تعداد | ۱۵ | تعداد |
| ۱۶ | تعداد | ۱۶ | تعداد |
| ۱۷ | تعداد | ۱۷ | تعداد |
| ۱۸ | تعداد | ۱۸ | تعداد |
| ۱۹ | تعداد | ۱۹ | تعداد |
| ۲۰ | تعداد | ۲۰ | تعداد |
| ۲۱ | تعداد | ۲۱ | تعداد |
| ۲۲ | تعداد | ۲۲ | تعداد |
| ۲۳ | تعداد | ۲۳ | تعداد |
| ۲۴ | تعداد | ۲۴ | تعداد |
| ۲۵ | تعداد | ۲۵ | تعداد |
| ۲۶ | تعداد | ۲۶ | تعداد |
| ۲۷ | تعداد | ۲۷ | تعداد |
| ۲۸ | تعداد | ۲۸ | تعداد |
| ۲۹ | تعداد | ۲۹ | تعداد |
| ۳۰ | تعداد | ۳۰ | تعداد |
| ۳۱ | تعداد | ۳۱ | تعداد |
| ۳۲ | تعداد | ۳۲ | تعداد |
| ۳۳ | تعداد | ۳۳ | تعداد |
| ۳۴ | تعداد | ۳۴ | تعداد |
| ۳۵ | تعداد | ۳۵ | تعداد |
| ۳۶ | تعداد | ۳۶ | تعداد |
| ۳۷ | تعداد | ۳۷ | تعداد |
| ۳۸ | تعداد | ۳۸ | تعداد |
| ۳۹ | تعداد | ۳۹ | تعداد |
| ۴۰ | تعداد | ۴۰ | تعداد |
| ۴۱ | تعداد | ۴۱ | تعداد |
| ۴۲ | تعداد | ۴۲ | تعداد |
| ۴۳ | تعداد | ۴۳ | تعداد |
| ۴۴ | تعداد | ۴۴ | تعداد |
| ۴۵ | تعداد | ۴۵ | تعداد |
| ۴۶ | تعداد | ۴۶ | تعداد |
| ۴۷ | تعداد | ۴۷ | تعداد |
| ۴۸ | تعداد | ۴۸ | تعداد |
| ۴۹ | تعداد | ۴۹ | تعداد |
| ۵۰ | تعداد | ۵۰ | تعداد |
| ۵۱ | تعداد | ۵۱ | تعداد |
| ۵۲ | تعداد | ۵۲ | تعداد |
| ۵۳ | تعداد | ۵۳ | تعداد |
| ۵۴ | تعداد | ۵۴ | تعداد |
| ۵۵ | تعداد | ۵۵ | تعداد |
| ۵۶ | تعداد | ۵۶ | تعداد |
| ۵۷ | تعداد | ۵۷ | تعداد |
| ۵۸ | تعداد | ۵۸ | تعداد |
| ۵۹ | تعداد | ۵۹ | تعداد |
| ۶۰ | تعداد | ۶۰ | تعداد |
| ۶۱ | تعداد | ۶۱ | تعداد |
| ۶۲ | تعداد | ۶۲ | تعداد |
| ۶۳ | تعداد | ۶۳ | تعداد |
| ۶۴ | تعداد | ۶۴ | تعداد |
| ۶۵ | تعداد | ۶۵ | تعداد |
| ۶۶ | تعداد | ۶۶ | تعداد |
| ۶۷ | تعداد | ۶۷ | تعداد |
| ۶۸ | تعداد | ۶۸ | تعداد |
| ۶۹ | تعداد | ۶۹ | تعداد |
| ۷۰ | تعداد | ۷۰ | تعداد |
| ۷۱ | تعداد | ۷۱ | تعداد |
| ۷۲ | تعداد | ۷۲ | تعداد |
| ۷۳ | تعداد | ۷۳ | تعداد |
| ۷۴ | تعداد | ۷۴ | تعداد |
| ۷۵ | تعداد | ۷۵ | تعداد |
| ۷۶ | تعداد | ۷۶ | تعداد |
| ۷۷ | تعداد | ۷۷ | تعداد |
| ۷۸ | تعداد | ۷۸ | تعداد |
| ۷۹ | تعداد | ۷۹ | تعداد |
| ۸۰ | تعداد | ۸۰ | تعداد |
| ۸۱ | تعداد | ۸۱ | تعداد |
| ۸۲ | تعداد | ۸۲ | تعداد |
| ۸۳ | تعداد | ۸۳ | تعداد |
| ۸۴ | تعداد | ۸۴ | تعداد |
| ۸۵ | تعداد | ۸۵ | تعداد |
| ۸۶ | تعداد | ۸۶ | تعداد |
| ۸۷ | تعداد | ۸۷ | تعداد |
| ۸۸ | تعداد | ۸۸ | تعداد |
| ۸۹ | تعداد | ۸۹ | تعداد |
| ۹۰ | تعداد | ۹۰ | تعداد |
| ۹۱ | تعداد | ۹۱ | تعداد |
| ۹۲ | تعداد | ۹۲ | تعداد |
| ۹۳ | تعداد | ۹۳ | تعداد |
| ۹۴ | تعداد | ۹۴ | تعداد |
| ۹۵ | تعداد | ۹۵ | تعداد |
| ۹۶ | تعداد | ۹۶ | تعداد |
| ۹۷ | تعداد | ۹۷ | تعداد |
| ۹۸ | تعداد | ۹۸ | تعداد |
| ۹۹ | تعداد | ۹۹ | تعداد |
| ۱۰۰ | تعداد | ۱۰۰ | تعداد |

* تعلقہ بانسہ میں کون کون مواضع کس کس تعلقہ سے شریک کیے گئے اور کس تعلقہ کے لئے مانگے

فہرست مواضع خاصہ حلقہ واری حتمیہ بانسوارہ میں شریک کئے گئے

تعلقہ بونھن کے مواضع جو بانسوارہ میں لے گئے تعلقہ کاہورہ کے مواضع جو بانسوارہ میں لے گئے

| حلقہ بانسوارہ | حلقہ ابراہیم پٹہ | حلقہ بیرک پور | حلقہ جاہورہ | حلقہ پنہم |
|---------------|------------------|---------------|-------------|-----------|
| بانسوارہ | ابراہیم پٹہ | بیرک پور | جاہورہ | پنہم |
| چشت ناگام | رام پور | ناگ پور | بند پور | بھنبی |
| واسدیو پٹی | ڈرنی | سبھا پور | تاناگ پور | برگ پٹی |
| سومیش | بسوا پٹی | بیس پٹی | بوش پٹی | ناگ پٹی |
| ترلا پور | درگم پٹی | بہر پور | لکھورہ | ماروڈا |
| بڑی | شکر پٹی | تسا پور | ملارم | مد سچرہ |
| کولنچ | نصر آباد | ملار پور | لچھا پور | بندہ پٹی |
| مخدوم پور | تاج پٹی | کلور | کارے گاؤں | بورک پٹی |
| گائی پور | اکھول | چچونی | باجد پور | کارے گاؤں |
| کنگل | نہلی | انارم | مولائی پور | رائی پور |
| تردا | دیسا پٹی | وامر پٹی | ہنہا جی پٹی | بھنیا پور |
| نکڑ پٹی | بورلم | وامر پٹی | گورم کلان | گورم خورد |
| اچم پٹہ | پوچارم | کشاپور | کھاد پور | کوتی |
| | کام شٹ پٹی | ویراپور | سرداپور | گورم کلان |
| | | سیلام | لکھورہ | کوتی |
| | | سلطان پور | دون پور | کوتی |
| | | ناگام خورد | جانبی پور | حسن پٹی |

| فہرست مواضع جاگیرات جو تعلقہ بانسورہ میں شامل ہوئے ہیں | | | | |
|---|---|--|--------------------------|-----------------------|
| تعلقہ بانسورہ جوین | سورہ تعلقہ جوین | تعلقہ بانسورہ جوین | سورہ تعلقہ جوین | تعلقہ بانسورہ جوین |
| واجد نگر سائر کول بورگل بنجی پٹی بنکے پٹی ترکا پٹی | چندور جلال پور خونڈ پور سعید پور سدا پور پٹرل مرٹ پٹی راج پیٹھ | انسورہ پور نظام پیٹھ زرنگ رو پیٹھ اکلارم انارم کشتا پور سدا پور چلرگی رجنل | مرزا پور بزرگ پیر پٹی | سنگم |

۱۲۔ میں اس تعلقہ کے تحت علاقہ خالصہ (۸۰) اور علاقہ جاگیر (۹۶) (جلد ۱۴۶) صفات تھے۔ فی الوقت (۱۲۲) مواضعات ہیں۔

جاگیرات

ہذا میں جاگیرات محاصلی (۱۳۳) بحال رجاری ہیں۔ تعداد اقسام
تحت مواضعات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مرقعہ مسبارک کاکوئی علاقہ اس

ضلع میں نہیں ہے۔
 صرف زیادہ از پانچہزار سالانہ کے علاوہ نقشہ ذیل میں ظاہر کئے جاتے ہیں۔
 اور اندرون پانچہزار کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

تختہ جاگیر و سمان و مقطوعہ

| نام علاقہ | نام علاقہ | نام جاگیر | نام علاقہ | نام علاقہ | نام علاقہ |
|-------------|-------------|---------------|-----------|-----------|------------|
| غلام آباد | بنوہ | فخر الملک | آزور | پڑکھل | اکبر علی |
| کلیکٹ | کلیکٹ | رکن الملک | | ریٹن لی | راجہ علی |
| بورگادوں | بورگادوں | منصور علی شاہ | | بالمنہ | عزت محمد |
| یہجہ | یہجہ | پاروقی بائی | | سر کندہ | مشر جنک |
| کوشا پی سہم | کوشا پی سہم | خدی بی بی | | خداہ پور | تراب جنک |
| نایس | نایس | الزم النخا | | بلی کندہ | سمن جنک |
| گوپن پانی | گوپن پانی | امایا لی | | مچلور | غلنٹ |
| سرنایلی | سرنایلی | چلہ کار | | نرہوڑہ | راجہ پور |
| آورت | آورت | شیخہ محمد | بودھن | بیرچہ پی | فیاض الدین |
| بیسکس | بیسکس | داو علی | | تاو بلوئی | محمد علی |
| رامنا پیٹ | رامنا پیٹ | بیت علی | | کھدر کی | محمد غوث |
| سوتا ناڑ | سوتا ناڑ | رامیش ریڈ | | ہنگر گہ | عباس علی |

| | | | | | | | |
|-----------|---------------|---------------|------|--------|--------------|------------|------|
| بودھمن | گندھ کرتی | باقر علی خان | محمد | کامریہ | ایر ایہا ہار | راجہ حسین | لکھ |
| موتہ | حسین نواز | حسین نواز | محمد | محمد | تاروانی | محمد | محمد |
| مرزا پور | سید علی رضا | سید علی رضا | محمد | محمد | نارم | رضا علی | محمد |
| واجہ نگر | احمد علی | احمد علی | محمد | محمد | سہ شونگر | راجہ بانی | محمد |
| چندور | غلام احمد خان | غلام احمد خان | محمد | محمد | دوم کدہ | راجہ پور | محمد |
| کرنا پوری | محمد یار خان | محمد یار خان | محمد | محمد | نظام پٹہ | عبدالحمید | محمد |
| نیلہ | سفر از علی | سفر از علی | محمد | محمد | چلہ کی | افضل حسین | محمد |
| ہڈ کول | محمد علی | محمد علی | محمد | محمد | راجہ گول پٹی | سینہ | محمد |
| سالورہ | اکرام الدین | اکرام الدین | محمد | محمد | رجل | راجہ نیلال | محمد |
| جلالپور | احمد علی | احمد علی | محمد | محمد | دیو ملہ | راجہ پٹہ | محمد |
| رجنہول | راجہ پوراج | راجہ پوراج | محمد | محمد | برہمن پٹی | سوتی لال | محمد |
| سنگم | راجہ پور | راجہ پور | محمد | محمد | | | |

پایہ نگاہ

ایک علاقہ پایہ نگاہ کوٹ گیر نواب سلطان الملک بہاور تعلقہ بودھمن میں واقع تھا اور ایک علاقہ جائگیر گندھاری تعلقہ کامریہ میں موجود تھا۔ انتقال کرم الوند تیر ۱۲۴۳ء میں شریک خالصہ ہوا چونکہ اول الذکر علاقہ میں نہ زمین نہ ساگر نہ ان پٹی سیرابی میں پھید گیاں واقع ہونے کی وجہ سے علاقہ کوٹ گیر پایہ نگاہ کا تباہ و تاراج گندھاری کے - موامعات محلی قبیلہ سے - آمدنی دیگر نواب علی محمد تحصیلدار لکھ پور سے آمدنی سے موامعات علاقہ پایہ نگاہ کوٹ گیر کے (۳۸) موامعات مساوی الحال سے آذر ۱۲۴۳ء میں رائے جگ جیون چند تحصیلدار بودھمن نے جائیز

میں حاصل کر لیا اب علاقہ پانیکہاہ بجائے کوٹ گیر کے علاقہ گندھاری تعلقہ کاماریہ
قرار پایا ہے

سمتان

سمتان کو لاس ضلع ہذا میں سمتان کو لاس صحیح معنی میں سمتان کی تعریف
میں داخل تھا جو ^{۱۳۲} ضلعی میں شریک خالصہ کر لیا گیا۔

سمتان دوم کنڈہ۔ بموجب داخلہ سررشتہ انعام اس علاقہ کو بھی سمتان
سے موصوم کیا گیا ہے۔ اگر اسناد سے سمتان کی تعریف صادق نہیں آتی، اسکی
آمدنی سالانہ تقریباً دو لاکھ روپیہ ہے۔ جس کا پیشکش علاقہ سرکار میں داخل ہوتا
ہے سمتان ششہ ہجری میں حاصل ہونا، اپت راؤ والی سمتان دوم کنڈہ

کی آئینگی کتب معلوم ہوتا ہے۔ گویا نواب غفران آباد کے عہد کا یہ سمتان ہے
یہ خاندان کام نے فی چودہری کا ہے۔ جسکے سلسلہ سے اٹھارویں پشت میں راجہ
راجہ راؤ والی اسٹیٹ اس وقت قابض ہیں۔ یہ بڑے ہی علم دوست ہیں
جسکا ثبوت نظام آباد میں کتب خانہ جوہلی، کی عمارت سے ملتا ہے (ملاحظہ ہو باب ۱۱)
مصر ناپلی۔ یہ علاقہ بھی سمتان سے معروف ہے۔ لیکن کاغذات انہماجی اور

اسناد سے اس پر صرف زمینداری و مقطوعہ داری کی تہریت صادق آتی ہے
تمام علاقہ بعنوان مقطوعہ بحال ہے جسکی آمدنی سالانہ تقریباً پونے دو لاکھ ہے۔ البتہ
ایک چھوٹا سا بے چراغ موضع ملکا پور اس علاقہ میں جاگیر ہے کاغذات انہماجی سے
پتہ چلتا ہے کہ خٹنہ ہجری میں یہ علاقہ خاندان حلیم دار کے زیر اثر آیا۔ حلیم

بھنگی صاحبہ حلیم جانکا بائی صاحبہ اس اسٹیٹ کے بہترین زمیندار گزری ہیں م
آئے بعد سے یہ علاقہ حلیم رام لنگا بھٹی صاحب کے قبضہ تصرف میں ^{۱۳۳} سی (تفصیل پانچ ۱۳۳) میں داخل

حصہ دوم

انتظام مال

باب (۴) انتظام مالگزاری

۱۷۶۱ء م ۱۱ فصلی میں بعد فرمائروائی ذوال نظام علیخان بہادر
اصول بند و بست عہدہ قدم کے تحت ضلع کی آمدنی بعنوان استاجری سیرتہ
اور بالمقطعہ دہانی حسب تفصیل ذیل تھی۔

| نمبر | نام پرگنہ | آمدنی مکر رائج الوقت |
|------|-------------------------|----------------------|
| ۱ | پرگنہ اندور (نظام آباد) | ۲۴۰۴۳۳ |
| ۲ | بیمگل و | ۱۵۶۲۰۱ |
| ۳ | بالکنڈہ | ۱۳۱۴۵۰ |
| ۴ | بودھن | ۱۲۴۰۶۲ |

یہ چار پرگنہ (۱۵۶) مواضع پر مشتمل تھے۔

و۔ قصہ بیمگل تعلقہ آرمور کے تحت ہے جو تعلقہ کا مسقر بنانے غور کیا جا رہا تھا کہ تحصیل آرمور
از دیاد کار کی وجہ سے تحصیلات پر تعمیر ہونے کا سوال درپیش ہے۔

اس طرح چار پرگنوں کی جملہ آمدنی ہمہ ابواب بحق سرکار (مجموعہ ضلعی) ۱۲۵۵ء میں ملک سرکار عالی کی پہلی مرتبہ ضلع بندی ہوئی جس میں نظام آباد کو صوبہ میدک گلشن آباد کے تحت رکھا گیا۔ ۱۳۳۲ء سے ۱۳۴۲ء تک یہ ضلع صوبہ وزیرگل ہی میں شامل رہا۔ کیونکہ صوبہ وزیرگل کے صوبہ دار امیر داراب جی المصطفیٰ نواب داراب جنگبہ بہادر ماہر فرخ بندوبست ہونے کی وجہ نظام آباد کو کامیاب بنانے اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس تعلق سے بوجہ بعد فست رعایا کو بار بار صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی۔ بالآخر ۱۳۴۵ء میں حسبِ بقیہ گلشن آباد میدک سے اس کا تعلق کر دیا گیا۔

ڈیوٹرین و تعلقات اس ضلع میں تین ڈیوٹرین۔ اور پانچ تعلقات ہیں جس کے تحت (۵۲) مواضعات ہیں۔

تعلقہ داری یکم آذر ۱۳۲۱ء سے ۱۳۲۳ء تک ضلع دار کے نام سے ایک اسپیشل مددگار کار گزار رہا یہ میٹر ویکل ڈائریکٹریز ل کا ایک حصہ تھا رقبہ کل رقبہ ضلع کا ۹۵۳۹۶۲ ایکڑ ہے۔

رقبہ تعلقہ داری سے مدد جزر نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے۔

نقشہ رقبہ تعلقہ داری ضلع نظام آباد

| نمبر | نام تعلقہ | ۱۲۸۱ء | ۱۳۳۰ء | ۱۳۴۷ء |
|------|-----------|--------|--------|--------|
| ۱ | نظام آباد | ۶۲۸۶۶۶ | ۶۰۱۶۰۶ | ۶۰۰۰۰۰ |

۱۔ ابتداً اس حالت نظام آباد موافق عبداللہ ام حرم مطبوعہ ۱۳۳۰ء
۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم۔ ضلع بندی کا۔ یہ جدول علی صاحب ضلع دار تھے۔

| | | | | |
|---|----------|----------|---------|---------|
| ۲ | آرمور | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۲۴۵۵۵۵۵ | ۲۴۱۱۱۱۱ |
| ۳ | کلامیڈی | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۲۴۵۵۵۵۵ | ۲۴۱۱۱۱۱ |
| ۴ | یلامیڈی | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۲۴۵۵۵۵۵ | ۲۴۱۱۱۱۱ |
| ۵ | بودہن | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۲۴۵۵۵۵۵ | ۲۴۱۱۱۱۱ |
| ۶ | بالسوارہ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۲۴۵۵۵۵۵ | ۲۴۱۱۱۱۱ |
| ۷ | میزان | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۲۴۵۵۵۵۵ | ۲۴۱۱۱۱۱ |

رقبہ بلحاظ اقسام اراضی کل رقبہ قابل کاشت (۱۵۲۵۲۵۱۱) کے برابر ہے جس میں سے ۱۵۲۵۲۵۱۱ کے برابر ہے باقی مقبوضہ کی تفصیل مندرجہ ذیل سے واضح ہو سکتی ہے۔

| مقامات | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ |
|----------------------|----------|----------|----------|----------|
| تری مقبوضہ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ |
| خشکی مقبوضہ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ |
| افادہ زراعت کو کھانا | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ |
| نا قابل زراعت | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ |
| انعامات | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ | ۱۵۲۵۲۵۱۱ |

۱۔ اس میں اس ضلع کا رقبہ ۱۵۲۵۲۵۱۱ ہے جبکہ اس ضلع کے تحت (۹) علاقے ہیں۔ پہلے بیان کردہ علاقے میں بودہن قائم ہوا اس کے علاوہ کے علاقے کے باقی

نتائج تعلقہ واری اسی سلسلہ میں اگر نتائج مجبندی تعلقہ واری
بھی معلوم کر لئے جائیں تو مزید دلچسپی کا باعث ہو گا۔

| نام تعلقہ | ۱۲۸۱ء | ۱۲۸۶ء | ۱۳۳۰ء | ۱۳۳۱ء | ۱۳۴۱ء |
|-----------|-------|-------|-------|-------|-------|
| نظام آباد | ۲۶۰۰ | ۲۰۰۰ | ۱۵۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ |
| آرمور | ۱۵۵۱۰ | ۲۶۲۲۲ | ۲۰۰۰ | ۱۲۰۰ | ۲۰۰۰ |
| کاماریٹی | ۲۵۵۱۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ |
| یلاریٹی | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ |
| بودھن | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ |
| بالنوارہ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ | ۲۰۰۰ |

۳۔ تعلقہ بیکندہ کے بجائے بودھن — قائم ہوا اس لئے بیکندہ
کا تہہ درج کیا گیا ہے۔

دیگر البوارت | سررشتہ مال کے تحت علاوہ ذرا مالگزار کی کے اور
بھی مدات شریک ہیں جن کا اوتار و جزا و نقتہ ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

| ردیف | ۱۳۲۸ھ | ۱۳۲۹ھ | ۱۳۳۰ھ | ۱۳۳۱ھ | ۱۳۳۲ھ |
|------------|------------|-------------|-------------|-----------------|-----------------|
| آرم | ۶۳۶۹ روپیہ | ۱۲۴۹۰ روپیہ | ۱۰۶۴۲ روپیہ | ۶۰۰ روپیہ | ۶۰۰ روپیہ |
| املی | ۵۰۱۶ | ۵۵۴۰ | ۴۸۰۵ | ۴۴۴۶ | ۴۴۴۶ |
| سیاہیل غیر | ۲۵۴ | ۱۳۰۵ | ۲۴۱۴ | ۲۵۸۴ | ۲۵۸۴ |
| کچھ | | ۴۹۰ | ۱۴۸۶ | ۱۳۶۱ (۲۳۵) (۵۹) | ۱۳۶۱ (۲۳۵) (۵۹) |
| پست سڑک | | ۳۴۴۰ | ۴۸۴ | ۶۱۸ | ۶۱۸ |
| المناس | | ۱۴۰۰ | ۱۱۵ | ۱۴۴ | ۱۴۴ |
| بلبلہ | | ۷ | ۱۱ | ۵۵ | ۵۵ |
| ماہی تالاب | | ۲۴۴۱ | ۱۱۱۴۴ | ۲۹۸۴ | ۲۹۸۴ |
| بول بن | | ۰ | ۱۸۴ | ۳۳۴ | ۳۳۴ |
| فینس چوٹی | ۸۴۱۴ روپیہ | ۵۴۰ روپیہ | ۱۱۹۳۸ | ۱۱۹۳۸ | ۱۱۹۳۸ |
| لوکفٹہ | ۰ | ۸۴۳۱۲ | ۱۲۶۹۶۱ | ۱۲۶۹۶۱ | ۱۲۶۹۶۱ |
| رودھکٹ | ۳۰۹۴ | ۱۱۰۱ | ۸۴۴۴ | ۸۴۴۴ | ۸۴۴۴ |
| منضبط | ۰ | ۰ | ۳۹۲۴۴ | ۳۹۲۴۴ | ۳۹۲۴۴ |
| مفرق | ۰ | ۰ | ۱۲۰۸۰ | ۰ | ۰ |

۷۰ - اسٹیشن میں مقامات ہنگام سے متاثرہ جہاں اسٹیشن کے علاوہ درج کیے گئے ہیں

آبکاری ۱۲۸۱ء میں (۱۲۸۱ھ) روپیہ ۲۵۰۰۰ اور ۱۵۰۰۰ میں
(۱۲۸۱ھ) ۱۲۸۲ء میں (۱۲۸۲ھ) روپیہ ۱۹۰۰۰ اور ۱۶۰۰۰ میں۔
سرشتہ مال کی حوالہ دہی جملہ ابواب بصیفہ مالکذاری خلع نظام آباد

کامطالبہ (۱۲۸۲ھ) روپیہ ۱۳۰۰۰ میں قرار پایا تھا۔
اجناس کاشت یوں تو سب قسم کی کاشت ہوتی ہے لیکن خصوصیت
کے ساتھ دھان - نیل - اور جواری - مسکنی - دھاتی - تل - اسی - زیادہ قبول
میں ہوتی ہے۔ روٹی - چنا - کورد - ارندی - مچ - ساواں - موز - ونیز

باغات میں آم - بنترے - دوسنبی بھی جوتے ہیں
دفتر مال اس ضلع کا قدیم دفتر نذر آتش ہو گیا۔ کیونکہ ۱۲۶۶ء میں
ایک صیب آتش زدگی ہوئی جس کا اثر خاص طور پر پرمی فطی اول تعلقہ کی
پر پڑا۔ بجز چند اسٹل کے (جو حسن اتفاق سے بچے) تمام دفتر خاک سیلہ ہو
عمارت دفتر ضلع ۱۳۱۰ء میں دفتر ضلع کی عمارت (موجودہ) کی
لاگت سے تعمیر ہوئی۔ اور دفتر تحصیل کی عمارت (۱۳۱۰ء) کے صرفہ سے
۱۳۳۹ء میں تعمیر ہوئی۔ قبل تیاری عمارت دفتر اول تعلقہ اور تحصیل اس
مقام پر تھے جہاں دائرہ دس کی عمارت اندرون آبادی تعمیر ہو رہی ہے
بعد برخواست دفتر تحصیل کچھ دنوں دواخانہ یونانی میں اس عمارت میں رہا۔

۱۳۴۰ء میں اس کہنہ عمارت کو ڈھا دیا گیا تاکہ دائرہ دس کی تعمیر ہو
ڈپو لیپ منٹ بورڈ جب تحریک مرزا محمد بیگ صاحب ۱۳۴۵ء
میں ایک مجلس مشاورت قائم کی گئی جس کے صدر صوبہ دار صاحب
ہوئے ہیں اور ان تمام سرشتہ جات نظام و عہدہ داران ضلع اس مجلس

کے رکھیں ہیں جن کا تعلق انتظامات مال و نظام ساگر سے وابستہ ہے وزیر طبقہ زراعت پیشہ و تاجر و معاشدہ ان کا ایک ایک نمائندہ بھی منتخب ہوتا ہے۔ اس مجلس میں تمام مسائل پیش ہوتے ہیں۔ جو اصلاحات کے لئے ضروری ہیں۔ رعایا کے مشکلات کو اگر منتخبہ نمائندہ پیش کریں تو اسکے دور کرنے پر غور کیا جاتا ہے جس کے اجلاس ہر شش ماہی میں ہوتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ آزاد نمائندگی نہیں نظر آتی۔

حالات اول تعلق داران ضلع

چونکہ ہماری تاریخ کا آغاز مالگزار کی کے شعبہ سے ہوا ہے۔ اور اس شعبہ کا کافی مواد بھی ہنکو ہدست ہوا۔ اس لئے بحیثیت اعلیٰ عہدہ دار ضلع تعلقہ داران ضلع کی فہرست اور ان کے زمانہ کے مختصر حالات کو درج کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اولاً ہم ایک فہرست مجلس اولن صاحبان ضلع کی پیش کرتے ہیں جو اس ضلع پر کار فرما رہے۔

| نمبر | نام | زمانہ کارگزاری | نمبر | نام | زمانہ کارگزاری |
|------|-----------------|----------------|------|------------------------|----------------|
| ۱ | عبد الکریم صاحب | ۱۲۷۸ھ | ۶ | سلطان محمد الزکیا صاحب | ۱۲۸۷ھ |
| ۲ | قربان علی صاحب | ۰ | ۷ | گرہم راو صاحب | ۱۲۸۸ھ |
| ۳ | محمد حنیف صاحب | ۰ | ۸ | دین شاہ محمدی صاحب | ۱۲۹۲ھ |
| ۴ | شیخ داؤد صاحب | ۰ | ۹ | مرزا امجدی خان صاحب | ۱۲۹۵ھ |
| ۵ | سوامی راو صاحب | ۱۲۹۰ھ | ۱۰ | میر امیر علی صاحب | ۱۲۹۵ھ |

| | | | |
|----|--------------------------|----|---------------------------|
| ۱۱ | بزرگ جی الملقا دواب بزرگ | ۱۸ | مختار جی الملقا دواب بزرگ |
| ۱۲ | دواب لیاقت جنگ | ۱۹ | دواب فخر یار جنگ |
| ۱۳ | دواب ہر از جنگ | ۲۰ | جگ موہن لال جنگ |
| ۱۴ | دواب فوت یار جنگ | ۲۱ | پیر شاہ صاحب چینیائی |
| ۱۵ | سید احمد الملقا احمد دوز | ۲۲ | مرزا محمد یگ سنگ |
| ۱۶ | سید محمد قادری احمد دوز | ۲۳ | قاضی دین العابدین صاحب |
| ۱۷ | گویند نانک صاحب | | |

صاحبان ضلع کے متعلق راجامہ

سوامی راوجیو آنجنہانی
۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۱ء

سوامی راو صاحب نے ۱۸۸۰ء میں ضلع نظام آباد کی تعلقہ داری کا جائزہ دیا یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ محاصل مالگہ داری اجناس کے بجائے زر نقد میں وصول کرنے کے احکام ہو چکے تھے۔ اور ضلع بندی اول ہو کر پانچ سال ہونے کے باوجود اقساط کی کوئی پابندی نہیں ہو رہی تھی۔ جس سے یہ چلتا رہا کہ ضلع کا نظم و نسق نہایت درجہ و برہم تھا۔ اس پر آشوب زمانہ میں ضامو صوف نے زر مالگہ داری وصول کر کے ضلع کا نظم و نسق درست کیا۔ اور پہلی رپورٹ بہ زبان فارسی مرتب و روانہ صدر ہوئی۔ (ملاحظہ ہو رپورٹ کا نظم و نسق)

نوٹ۔ میں نے مرزا محمد یگ صاحب تعلقہ اردقت سے خواہش کی تھی کہ وہ تعلقہ اراضیاں کے دفتروں سے نوٹس لے کر اجلاس ضلع میں یک تاریخ کی حیثیت پر اگر دین پر تو یکجہلی آج اجلاس ضلع ایک تاریخ پر منعقد ہوتا

اول تعلقداری بابہ ۱۲۸ الف

آپ ملک و پانک کے پیچھے ہی خواہ متدین۔ اور نہ ایف انسان تھے
اُس پر آشوب زمانہ میں جبکہ دریافت انعامی کے مقدمات بڑے بڑے
جاگیردارین اور زمینداروں کے آپکے اجلاس پر جاری تھے۔ دامن کو بچانا
کاسے دارو کے مصداق ہے۔ لیکن آپ کے سجادہ نشین نے آپ کی انصاف
پسندی اور راست بازی پاک اُسنی کا ثبوت ملکتا ہے جس سے بیان کی تائید
میں سرزلیلی زمیندار کے تحقیقات انعامی کا مقدمہ موجود ہے آپکے زمانہ میں
دفتر کی تنظیم ہوئی۔ اس وقت دفتر کی زبان فارسی تھی۔ آپ تقریباً چھ سال
کار فرما رہے اور یہاں سے عہدہ جلیلہ صدر تعلقداری پر ترقی پائی۔ رائے علیہ
آپکے متعلق بڑی اچھی ہے۔

سلطان محی الدین صاحب مرحوم

۱۲۸۴ تا ۱۲۸۸ الف

آپ صرف دو سال خدمت تعلقداری پر کار فرما رہے۔ آپکے زمانہ
کار گذری کو دفتری روایات میں لایق زمانہ کہا جاتا ہے۔
گورنر ایم راؤ صاحب مجتہد صیغہ صاحب۔ دین شاہ جی صاحب۔
۱۲۸۸ تا ۱۲۹۲ الف

یہ تھوڑا تھوڑا زمانہ ایسا گذرا کہ کوئی رائے عامہ قائم نہ ہو سکی

میرا میر علی صاحب مرحوم

۱۲۹۲ تا ۱۳۰۵ الف

دو متعلقہ اہی سے اول تعلقہ لڑی کا جائزہ حاصل فرمایا۔ آپ کا زمانہ نہایت ہی شان و شوکت کا رہا۔ کیونکہ حاکمانہ شان و شوکت آپ کے لئے مرغوب تھی۔ وزیر ایک لائق ادیب انسان تھے۔ نظام آباد میں آنکھیں شادی ہوئی۔ آپ کی ضد اور خود آری کے عجیب و غریب قصص زبان زد خلایق ہیں۔ آپ نے محبوب باغ کی بنیاد ڈالی اور وہیں آپ مد اہنیہ کے مد فون میں تالیخ وفات شاہ جہاں پبلجائیخ ۲۱ مئی ۱۶۵۷ء و تالیخ وفات میر امیر علی صاحب ۲۸ مئی ۱۶۵۷ء ہے۔ حسن اتفاق کہ آپ کے فرزند میر علی صاحب صوبہ بیک کی صوبہ دہلی کا جائزہ لیکر تقریب دہرہ ۱۶۵۷ء میں نظام آباد آئے ہوئے تھے۔ اور اپنے والد بزرگوار کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ رعایا نے یہ کہتے ہوئے آپ کو بھول بیٹھا کہ آپ کے والد نے ہکڑی مٹا جبراً دئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم زندہ ہیں۔ اس سے مرحوم کے حسن سلوک رعایا کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مشر برزرجی المناط ببرزو جنگ آنجہانی

۱۶۳۰ تا ۱۶۳۱ء

آپ کے جائزہ کے بعد سے نظام آباد کا جدید دور شروع ہوتا ہے یہ ایک مختصر جفا کش سلیقہ شعار بہر و لغزیز انسان تھے۔ آپ کے زمانہ میں ریلوے اسٹیشن قائم ہو گیا۔ آب و ہوا بہتری افتتاح ہوا۔ آپ کی عاقلانہ پالیسی نے لنگ کی بنیاد ڈالی۔ اور محبوب باغ سے موسوم کیا۔ شہر میں آب و ہوا کیلئے

ول۔ اس ناچیز مولف کی قیادت میں یہ وفد پیش ہوا تھا۔



میر امیر علی اول تعلقدار
نظام آباد

نل قائم کیا جس میں مسٹر نرسا گوڑسا ہوا اور رانی جی تلیم جانکا بانی زمیندارہ نرسا ملی
 کی نیا ضی و حکومت کی دستگیری سے مالک محروسہ میں سب سے پہلے
 نل کی سہولت اس ضلع کو حاصل ہوئی۔ جس پر (۴۱) ضلع کو خوشک تھا۔ کہ
 نظام آباد میں جس قدر پانی کی سہولت ہے اور کہیں نہیں چنانچہ آج ممکن
 حضرات کا فیض جاریہ نظام آباد میں نظر آ رہا ہے۔ ایوان تعلقہ داری دفتر
 تعلقہ داری ریلوے اسٹیشن کے قریب تعمیر کروا کر جدید آبادی کی بنیاد ڈالی۔
 باغ عام عوام کی تفریح کیلئے لگایا گیا۔ آپ نے بحیثیت عہدہ دار بندوبست
 ضلع نظام آباد کا بندوبست کیا اور بحیثیت تعلقہ دار اس کی تنخواہ کی اور اس
 کو کاسباب بنایا دفتر کا نظم و نسق بہتر سے بہترین رہا آپ ہی کے زمانہ میں نواب
 مدار الہام مہاراجہ سرگن پرشار بہادر اور مسٹر ڈنلاب وغیرہ بتقریب افتتاح
 گنج نظام آباد تشریف لائے تھے بہر حال آپ کے عہدہ کار فرمائی میں وہ سب کچھ ہوا
 جو ایک حساس تعلقہ دار کے زمانہ میں ہو سکتا تھا۔ اور آپ کا تعلق رعایا سے ایسا
 تھا کہ جب آپ ترقی سے صوبہ داری اور نگ آباد پر روانہ ہوئے تو مخلوق خدا
 و سہا ترین مار مار کر آپ کی جدائی پر رورہی تھی اور آپ نے بھی آنسو بہاتے ہوئے
 نظام آباد کو خدائے حافظ کہا اور آٹھ گانے آپ کا ذکر خیر چہر رعایا کی زبان پر رہے۔ تحریر
 اردو میں۔ مکرور تھے ایسے تجاویز بیشہ لکھوایا کرتے تھے۔

نواب لیاقت جنگ مرحوم

یہ ایک اسم باہمی ہستی تھی۔ آپ سے رعایا اعمال اور دیکھا اس جو ہر طبقہ خوش

حکومت رعب و داب کے ساتھ کرنے میں آپ کو خاص کمال تھا۔ آپ کے ایک فرزند نور شیدہ علی صاحب کا عقد دارالمہام مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی صاحبزادی سے نظام آبادی کی تعلقداری کے زمانہ میں ہوا۔ جس میں آپ نے عجیب و غریب سلیقہ سے دعوتیں دیں آپ کی اہلیہ ایک یورپیہ لیڈی تھیں جو مذہب اسلام کو قبول کر کے آپ کے شریک زندگی ہو چکی تھیں۔ ان کے انتقال کا اثر آپ کے دل پر ناقابل ذکر ہوا۔ بہر حال آپ کا زمانہ مصفاۃ آبادی اور فصل خصومات و غیر حکومت کے منظر قابل تعریف رہا اور آج تک بان زد و خلائق ہے۔ آپ کی دماغی قابلیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف مسئلہ کے تجاویز لکھواتے۔ سرایہ دارون کے حق میں آپ سخت تھے۔

مسٹر سہراب جی جینائی المیٰ مخاطب اب نواب جنگ پوری

تبریز ۱۳۲۱ھ تا فروردی ۱۳۲۲ھ

آپ کا زمانہ تعلقداری اجرائی کاروبار و عایا کیلئے بہترین رہا آپ بہت ہی طبعی اور سنجیدہ عہدہ دار تھے اس قدر رحم دل تھے کہ کسی انعام کی سعادت کو شریک خالص نہیں کیا۔ ہمیشہ کہتے کہ یہ انعام دعا گوئی کیلئے ہے۔ اس کو جاری رہنا چاہیے۔ ہر کس و ناکس سے آپ گفتگو فرما کر دوسری عطا فرماتے۔ فصل خصومات سے آپ کو خاص دلچسپی تھی۔ اجرائی کار و دفتر آپ کے زمانہ میں خوب رہا جمعیہ کی کے مرافعوں کو بحق رعایا منظور فرماتے آپ سے رعایا خوش رہی





نواب رفعت یار جنگ اول نعلتدار تا ربیع
نظام آباد

۱۳۲۲ء میں ایک خفیہ ساتھ دہلی پولیس مقامی اور فوج باقاعدہ
مستینہ مجس سے ہوا جس کو صاحبِ خط نے انتہائی جرأت اور تدبیر سے سینہ
سپر ہو کر فرو کیا۔ آج بھی رعایا آپ کو یاد کرتی ہے آپ کی طبیعت بہت ہی
محتاج و وسیع ہوتی تھی۔

نواب رفعت یار جنگ مرحوم

اردو بہشت ۱۳۲۵ء لغایت ۱۳۲۸ء

آپ کی فطری نفاست پسندی، غیر معمولی خود داری، انتہائی سمجھ و عمل کی
مثال ملک سرکار عالی کا کوئی نواب پیش نہیں کر سکتا۔ آپ کی اعلیٰ قابلیت
کے پیش نظر نواب معین الدود مہار والی اسٹنٹ پائریگاہ ۱۳۲۲ء میں
بغیر من حصول معلومات انتظامِ مملکت نظام آباد شریف لائے تھے۔
آپ کے حسنِ اخلاق کا بیشن ثبوت یہ تھا کہ کسی اہلکار کو بجز آپ کے
تم سے مخاطب نہیں فرماتے۔ آپ کے فیصلہ آپسے نتائج و اوری کے حامل
ہوا کرتے تھے۔ جو مختصر و جامع ہوتے۔ آج تک آپ کے اوصاف حمیدہ
و خصائل پسندیدہ زبان زدِ خلایق ہیں۔ سچ اس گلہ کے کہ عام طور پر ہر کس
و نا کس کو بالمشافہ عرض معروض کرنے کا موقع نہیں ملا کرتا تھا۔ لیکن عرض
پر عطا و اوری میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ تھی۔ آپ یہاں سے صوبہ داری
اورنگ آباد کی خدمت جلیلہ پر روانہ ہوئے جس پر شخص کی زبان سے بے سلسلہ
یہ الفاظ نکلے کہ حق بحق و ادر رسید۔

نواب صاحب کے محل دبر و باری کے قصص عام طور پر مشہور ہیں۔
آپ کے زمانہ کی عمارتی یادگار مسجد کھیاں گنج ہے جس کا سنگ بنیا آپ کے زمانہ
نیا رکھا گیا۔

سید احمد افسانہ صائب الخطاب احمد نواز جنگ مہم

آذر ۱۳۲۵ء تا ادا ۱۳۳۳ء

آپ کی قابلیت سرشتہ مال کیلئے بہترین تھی۔ آپ قدیم سیولین سے
آپ کا زمانہ کارفرماںی اس کا بارانہ و جہ نہایت پر آشوب تھا۔ اس
یہ حال میں آپچی ہمدروی رعایا اسے ماتمہ بھی رہا آپ کو اپنے
تین سے کام لینے کا خاص ملکہ تھا۔ ان کے عید سنت اور زبانی خطاب
بہت تکلیف دہ ہوتا تھا۔ لیکن یہ سورت ظاہری تھی جم ولی ضرورتی
کا نتیجہ رعایا کے لئے بہترین ثابت ہوتا تھا۔ کہ امتین آپ خائف
ہیں۔ آپ کے زمانہ میں سب سے پہلے ۱۳۳۳ء میں رونق افروزی
تاکہ نظام آباد ہوئی تھی۔

ذات ہمارے آپ کے انتہام پر نہ شنو دی کا اظہار فرمایا۔ نواز
ہم بہادر صد غنیمت باب حکومت۔ آپ سے جد خوش تھے۔ مذہبی جذبہ
و دل میں پختہ تھا۔ مسجد اشرفین کا اور آپ آپ ہونے کی تھی۔

اب۔ مصدقہ سند زمانہ تھی بحیثیت صدر۔ ماضی کہ گم ہوا دل حلقہ ایسی ہی غایک
مار کیلئے اس کو دست دریا حاسنہ اعزاز مہمستانی جائے تو آپ سے فوراً اجازت ملی۔ اور
جاننا کیلئے رد یہ بھی مٹا فرمایا اور جھکوسا تہلیلہ سید لیئے تھے۔ کو منتخب کرنے لگے موجودہ جید و دیگر
ایش کے مقام کی شانہ ہی کو پسند نہ کر تھی کارروائی عاز فرما۔ سی۔ انا کہ آپ کو لگتا ہے پہنچتے تھے پہنچے تھے ہی
میدہ کا دی تو کیلئے ہوئی

آپ صوبہ دہلی اورنگ آباد پر نظام آباد سے روانہ ہوئے آپ کی دہشتی
آج بھی ماتحتین کو یاد ہے
سید احمد صاحب قادری احمد یار جنگم حوم
در اشہر پور ۳۲۵ تا دی ۳۲۵ تے

صوم و صلوات کے سخت پابند۔ اوقات و فتر میں نماز باجماعت ادا فرما
حق العباد و حق اللہ کا ہر وقت خیال رہتا۔ ہر سامنے آنوالے کو پیغام حق پہنچا
دیتے۔ انصاف کیلئے قلم کو نہایت احتیاط سے حرکت دیتے آپ کے ماتحتین بلا
الحفاظہ مذہب اپنے اپنے مذہب کے پابند ہو گئے تھے۔ مسجد اشیش کا سنگ بنیاد
آپ نے استقل رکھا کیا۔

مسٹر گویند نایک نہجانی

بہن ۳۲۵ تا ادو ۳۲۵

مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے رعایا کے بھی خواہ یہ عجیب انفاق نہایت
ایک سال اور دو مراہند و خیرہ دار بچے بعد دیگر۔ ہرک ہی خاص وصف کا آیا آپ
اپنے نہیں روکنے مذہبی عزت یعنی مسجد اشیش کی تکمیل خاص دلچسپی سے اپنے
زمانہ زبرداری۔ جس سے آپ کی بے نیازی کا پتہ چلتا ہے حالانکہ آپ کو سخت
مستعجب سمجھا جاتا تھا۔ یہاں سے آپ انسپکٹنگ آفسر بنائے ہوئے آپ بھی
پرنسپل سولین تھے

نواب نقی یار جنگم حوم

شہر پور ۳۲۵ تا ۳۲۵

آپ کا زمانہ کاروباری بلا مبالغہ رحم و کرم کے بادلوں کی لگا سارا بارش کا تھا

آپ کی زندگی فقیرانہ تھی۔ کسی مخلوق خدا کے دل پر ذرہ برابر بھی صدمہ پہنچ جاتا تو کوئی دن درات آپ سا اثر ہتے تا اٹکے اس کے دل سے رنج کو دور کر دیتے جہاں نہیں آتا آپ نے ایک مزدور کو کلغند کو بھی کبھی تو سے مخاطب نہیں کیا شب بیدار صوفی منش انسان تھے عمارتوں کا بڑا شوق تھا۔ رعایا نے جہاں زمین مانگی دیدی گو اس طرح خانہ شماری میں اضافہ ہوا۔ مگر پتہ تہی ضرور ہو گئی کہ جس نے جیسا چاہا مکان بنالیا آپ بڑے ہی خوش مزاج اور بدلہ سنج تھے۔ زبان عربی۔ فارسی کے ادیب۔ اور شاعر بھی تھے فیصلہ بہترین لکھا کرتے۔ لیکن بے اتہا عز و ناک کے بعد آپ کی فیاضی اور مہمان نوازی کی مثال ملک دکن کا کوئی عہدہ دار شکل ہی سے پیش کر سکتا ہے آپ کی خوبیوں کے ذکر کیلئے بلا مبالغہ ایک عظیمہ کتاب لکھی جاسکتی ہے آپ کے زمانہ میں بھی رونق افروز میٹا ہانہ نظام آباد میں ہوئی اور آپ لو آپ کی نیکیوں سے اپنے۔ اور نطل اقد نے وازا جس کی وجہ نظامت عطیات کی ذمہ دار کر سی آپ کو دی گئی۔ اور آپ نے ترقی کے زینہ پر مثل اپنے پیشروں کے نظام آباد سے قدم اٹھایا۔ آپ کی یاد عوام کے دلوں میں آج تک جاگزین ہے

نواب فخر جنگ مہم جو

آذر ۱۲۵۳ تا فوروی ۱۲۵۴

زمانہ بہت تھوڑا گذرا۔ مگر اس قلیل عرصہ میں آپ کی کارگذاری کچھ بُری نہیں رہی آپ کے آبائی جاگیرات اس ضلع میں ہونے لگی وجہ آپ نے یہاں سے تبادلو کی خواہش کی۔ یہ خود آپ کی محتاط طبیعت کا ایک ثبوت ہے۔





۱۹ محی الدین احمد - تیخ نظام آباد

۱۱۴ ۵۵۵۵

رائے حکمت مع ہن لال صاحب پنجابی

۲۳۳ تا ۲۳۴

بے لوث کار فرما۔ معاملہ ہم ادر بنش مزاج انسان تھے۔ رعایا ر
ماحقین کے ساتھ آپ کا برتاؤ اچھا تھا۔ غرو سے کوسوں دور استجاب میں المل
کے فدائی۔ دسہرہ کے موقع پر آپ کی فیاضانہ دعوت بلا لحاظ پذیر ہیب و
کلت اور بلا امتیاز بالادست۔ ماتحت دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی
اگر آپ میں کوئی عیب تھا۔ تو معذرت یہ کہ آپ کا خط انتہائی زشت تھا
لیکن فضل خصوصیات کا خاص لکھ تھا۔ آپ بھی نظارت عطیات کے
عہدہ پر ترقی سے رزنا ہوئے۔

آپ کو برج کا شوق نہیں بلکہ عشق تھا ادر بڑا ہی لاجواب کیسے تھے

مستراح شاہ چنیائی

۲۳۴ تا ۲۳۵

آپ نواب سہراب نواز جنگ پنجابی کے فرزند۔ بشیر۔ نواب صاحب
دولت تعلیم یافتہ تھے۔ ان خصوصیات کے حامل ہونے کے بعد انسان ہمیشہ
انسانیت کے دائرہ سے ہٹ جاتا ہے۔ بقول صاحب۔

بادہ پر خور دن دھو شیار شستن سہل است

گر بدولت برسی مت نگر دی مردی

یہاں تو دولت کی فراوانی کے ساتھ حکومت بھی حاصل تھی۔ باوجود
اس کے آپ کی مخلصانہ مناسری بھی ہمدردی بے غرض دوستی بلاشبہ
قابل تعریف بھی جاتی تھی طرز کار فرامی دہشت و جرات میں عوام آپ کو

لیاقت جنگ نمانی کہا کرتے تھے۔ جو کرنا ہوتا کہہ کر کرتے۔ طبعیت میں ذرا عجلت ضرور تھی۔ پھر اپنی رائے پر سختی سے قائم ہو جاتے باوجود اس کے اگر سہو بادی النظری کا یقین ہوتا تو اسے میں تبدیل ہی ہو جاتی۔ رعایا کے حق میں نصفت پسندی کو حق سرکار پر ترجیح دیتے یہ ہی وجہ تھی کہ جبندی کے نتائج سے رعایا بڑی مطمئن رہتی تھی۔ کام بڑی تیزی سے بھگتا تھا۔ اسی لئے رعایا۔ عملہ۔ وکلاء۔ آپ سے ہمیشہ خوش رہتے۔ رعایا کی شکایت پر پٹیل پٹواری کو سخت سزا دیتے آپ کے زمانہ میں وہی راستہ اکثر بنائے گئے۔ کتنی ہی جدید آبادی آپ کے زمانہ کی یادگار ہے۔ دارالجمہور میں ڈچلی کو آپ کے زمانہ میں جیمہ اولی۔ مہاراجہ سرپرست سلطنت صدا عظم بہادر نے اس میں نظام آباد کا دورہ فرمایا آپ کے انتظامات کو پسندیدہ نظر سے دیکھا آپ کی شریک زندگی، یکم چینیائی بھی بڑی منظم تھیں۔ کروڑ پتی کی بیٹی۔ اور کروڑ پتی کا، یکم ہونے کے باوجود اپنے گھر کی آپ منظم بلا شرکت غیرے۔ تمام نجی انتظامات کا تعلق ذات سے وابستہ رہتا۔ چھوٹی اور بڑی دعوتوں میں، یکم چینیائی کا حسن، انتظام و میلہ شعاری کا ثبوت ملتا تھا۔ مسٹر چینیائی کو نیکار کا بڑا ہی شوق تھا۔

ایک مرتبہ نواب سرمراب نواز جنگ سے ملاقات ہوئی تو عجبہ سے دریافت فرمایا کہ اُمیج شاد کیسے کام کرتے ہیں میں نے کہا کہ بہانہ پر فرمایا کیسے۔ میں نے کہا کہ ابھی ماتحتی میں رہ چکا ہوں۔ اور چینیائی صاحب کے اجلاس پر بھی کام کر چکا ہوں۔ جو بہت وجہ اہمیت ان میں پایا وہ آپ میں نہ تھی۔





مرزا محمد بیگ

۶۴/

تاریخ
نظام آباد

مرزا محمد بیگ صاحب

۱۳۳۰ تا خرداد ۱۳۳۱

نظام آباد کا ارتقائی دور آپ کے زمانہ میں بڑے ہی زور شور سے آغاز ہوا۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ ایک طرف تو آپ کی طبیعت کا لگاؤ حسن کا زہد ملی سے تھا اور دوسری طرف نظام ساگر پر کر دہر کر دہر روپیہ حکومت نے جو خرچ کیا تھا۔ اس سلسلہ میں نظام آباد کی ہر جمعی ترقی اور اس کے پیش نظر تھی۔ اس غرض و غایت کیلئے حکومت کو آپ سے بہتر کوئی شخصیت نظر نہیں آرہی تھی۔ کیونکہ ۱۳۱۹ء میں نظام آباد کی تحصیلداری پر آپ رہ چکے تھے ۱۳۲۹ء سے اسپتال فریضہ اراضیات رسے جہاں پر آپ نے عہد عثمانی کے تمام خزانے آپ کا تصفیہ با حسن الوجہ کیا۔

اسی سلسلہ میں نظام ساگر کے معاوضوں کا تصفیہ آپ نے کیا اور اس کے خود کاسٹ کی رپورٹ میں آپ نے جو پیش کی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بطور خاص آپ کو اس ضلع کی تعلقداری پر منتخب کیا گیا۔ جس کا ثبوت آپ نے روزانہ ۱۷ اگست کام کو انجام دیتے ہوئے اور نظام آباد کی ترقیوں کو ہر آن وہر گھڑی پیش نظر رکھتے ہوئے اس طرح دیا کہ اس وقت نظام آباد کے بعض و طول میں جس قدر ترقیاں نظر آرہی ہیں وہ تمام زبان حال سے آپ کی دماغی کاوشوں کی مدح سزا ہیں۔ یہی آپ کی انتہائی ہی خواہی ملک کی دلیل ہے اسی لئے نواب برز و جنگ کے زمانہ کا عکس آپ کے زمانہ میں رہا یا نظام کو نظر آیا آپ کی طبیعت میں ایک اعلیٰ صفت یہ تھی کہ آزاد رائے کی تہہ کر کے

ف۔ نظام ساگر کے تصفیہ معاوضہ کے لئے ملاحظہ ہو باب ۲۰ پاشی۔ نظام ساگر۔

اور سچائی کو پسندیدگی سے دیکھتے۔ حق گو سے دلی کہ درت کو گناہ عظیم سمجھتے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ سے اختلاف کرنے والے بھی آپ کے ستار خواں ہو جاتے۔ ان اوصاف کو آ جا کر کرنے والا وصف آپ کی تہذیب و دانش انگلی اور اخلاق کی ہمہ گری تھی۔ مستقبل بعید میں بھی جو ترقیاں نظام آباد میں ہو گئی وہ بلاشبہ آپ کے ابتدائی تحریکات کا نقش ہو گئی۔ کیونکہ آپ کی وسعت نظر نے صدیوں کا پردہ گرام بنا ڈالا۔ باوجود اس کے کہ آپ سیولین نہیں تھے حکومت نے سیولین حضرات کو آپ کے پاس ہر جہتی معلومات حاصل کرنے کے لئے بار بار متعین کیا و نیز نواب ظہیر الدین خان بہادر غلف نواب معین اللہ و بہادر صاحب پایگاہ کو حصول معلومات کے لئے نظام آباد ہی کو منتخب کیا گیا۔

(چونکہ آپ کا تبادلو ہو چکا تھا اس لئے نواب صاحب بہادر نے قاضی رین غا صاحب نقادہ وقت کے زمانہ میں حصول معلومات کی تکمیل فرمائی آپ کے جانے کے بعد سر اکبر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت نے بتایا کہ ۱۴۴۸ھ بمقام نادون ہل جواب اڈیس میں ارشاد فرمایا کہ میرزا محمد بیگ صاحب اولیٰ مقلدہ کی حسن کارگذاہی سے نظام آباد نے جو غیر معمولی ترقیاں کی ہیں اس کو دیکھنے کے لئے باوجود اپنی اہم مصروفیات کے یہاں پہنچا۔ اور ان کی کارگزاریوں کو فی الحقیقت قدر منزلت کی نظروں سے سرور ہو کر دیکھا۔

یہ بیان خود آپ کے حسن عمل کا مصدق ہے۔ نمبری مقدمات سے آیکو زیادہ لچری نہ تھی۔ اس لئے کہ ہر وقت مسائل نظام ساگر پیش نظر رہتے تھے۔ جمع بندی کے مسائل خصوصاً ہنر نظام ساگر کے تحتی زینات کا نہر او اچھ خاص توجہ کام کرنا ہو جاتا۔

جور عایاد کے حق میں سختی برتنے ہوتا۔ کیونکہ نئے نئے قواعد بند بست نظام ساگر نافذ ہوئے تھے۔ جس نے مالگزاروں کے دھاروں میں وزن پیدا کر دیا تھا اور رعایا زراعت پریشہ اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ پرانے قواعد کو عملی جامہ پہنانے کا فرض عاید ہوتا تھا۔

آپ کے پیش نظر زمانہ مستقبل کے زرین فوائد تھے۔ اور رعایا تنگ حالی و عسرت کے باعث دیوانی ہو رہی تھی۔ تاہم تجربہ و حالات کے تحت آپ نے تمام اعتراضی مسائل پر ضرور غور کیا۔ جس کی ضرورت رعایا کو تھی۔ بلاشبہ آپ کے جانے کے چار سال بعد ہی رعایا نے آپ کی ان پیش گوئیوں کو جو متعین کئے لئے خوش حالی کی ضمانت (نہ نظام ساگر کی وجہ) بتلائی جاتی تھیں سمجھنے لگی ہے۔ کیا عجیب کے مستقبل قریب ہیں رعایا زراعت پریشہ اپنی گذشتہ مصیبتوں کو بالکل بھول جائے۔ اور ہر طرف مرفہ الحالی نظر آنے لگے۔ (خدا کرے کہ ایسا ہو) آپ کے زمانہ کے تعمیری کام کی ابتدا و انتہا آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی حسب ذیل ہیں۔

دارالبلد (ٹاڈن ہال) کتب خانہ جوہلی عثمانیہ۔ نیچلی خانہ۔ برکت پورہ
مستعد پورہ۔ مہر پورہ۔ صدر بنک۔ مارکٹ برکت پورہ۔ بازار جموں

۱۳۳۰ء سے مولف کو آپ کے مرتبہ مسودہ قواعد کے تعلق پر بحث ترحافی رعایا پر
اختلاف رہا۔ جس کا ثبوت مشیر اہل رو و حراست مطبوعہ تین سال و نیز اوتین سال اور
کتاب ملکہ کئی اخبار رعیت کے مضامین سے مل سکتا ہے۔

۱۳۳۰ء۔ مولف کو آج بھی مستقبل میں ایسی نظر آرہی ہے خدا کرے کہ میرا خیال غلط ثابت ہو
اور نہ نظام آباد کے لئے کامیاب نظر آئے۔ آمین۔

توت خانہ برقی۔ شکر عقب کوٹ بخندق کوت کی بہر والی۔ بچو بکے
 تفریحی مرکز۔ راستہ لمبے ویسی تنظیم دی ہے۔ دو خانہ یونانی۔ مثل روڈ
 اندرون آبادی۔ جدید آبادی بہر دہن۔ آرمور سکاماریڈی۔ توسیع مسافرنگلہ
 درستی باغ عام۔ جدید ڈیویژن بورلم و تحصیل بانسواڑہ۔ آپ کے مرتبہ اسکیم
 حسب ذیل میں جو آپ کے زمانہ میں لغرض منظور ی روانہ صدر ہو چکے تھے۔ یا
 زیر غور تھے۔ اور بعد میں تکمیل کو پہنچی۔
 ڈریج دائرہ کس۔ شکر نہ خانہ تاٹرا بازار (موسوم غلہ روڈ) دارالافتاء
 مثل اندازی گنج۔ انجمن تجارت پیداوار شوگر فیکٹری۔ ماڈل ویلج۔ راستہ
 پہر لانگ وگرڈی کی توسیع۔ حصار قبرستان۔ پلاٹ برائے محکمہ جات و مکانا
 عہدہ داران جدید آبادی کے لئے رنگرٹ نیٹک آفسر ڈیولپمنٹ بورڈ۔
 سلع کو سفند وگاڑ۔

ٹ۔ اس تحریک کو مسترد کر کے مذکورہ سبب دی اہمال نایا گیا۔ لیکن رقم آپ ہی
 کے زمانہ میں جمع ہو چکی تھی۔
 و۔ جو زمانہ قاضی۔ بن العابدین صاحب تعلقہ بودہن میں اکبرنگر کے نام سے آباد کیا گیا

قاضی زین العابدین صاحب

خورداد و اسلاف

آپ جائزہ لیتے ہی نظام ساگر کے زرعی مسائل کی جانب متوجہ ہو گئے
 اُن مسائل زرعی میں جس کی وجہ رعایا سخت کرب و بے چینی میں مبتلا
 تھی۔ آپ کے زمانہ کارفرمائی میں کچھ سہولتیں فراہم ہو گئیں یعنی آپ
 ہی کے زمانہ میں ہلکی آبیاری کے قواعد میں مزید اصلاحات ہوئے اور
 ہر تین سال میں ایک مرتبہ تابی کی معافی کا اصول اراضی کو قوت
 ہم پہنچانے کیلئے طے کیا گیا۔ آپ کی یہ توجہ رعایا کے لئے نہ صرف
 قابلِ منت پذیر ہوئی۔ بلکہ آئندہ زمانہ بھی اس کو فراموش نہ کرے گا
 آپ کے زمانہ میں مارکٹ ایکٹ کا نفاذ ہوا۔ اور مجلسِ بلدیہ کی تحریک
 اور اوس کی منظوری وینبر ۱۳۳۱ء میں اس کا قیام عمل میں آیا۔
 وائس رولس و ڈرنج کی منظوری (جوہر ز احمد بیگ صاحب کی انتہک کوششوں
 کے باوجود منظور نہ ہوا تھا) آخر ۱۳۳۱ء میں اس کام کا آغاز بھی ہو گیا۔

۱۳۳۲ء سے قواعد نظام ساگر وینبر میں نئے دہارہ بات کے متعلق میں نئے
 حکومت کو بار بار سوچا گیا تھا۔ بالآخر ۱۳۳۲ء میں ۱۳۳۱ء وینبرٹ بمعنوان ”دوسرا سال“
 وینبر وینبرٹ بمعنوان ”دو تین سال“۔ سجد اللہ کہ میری مدد سے اجتماع (جو ملک کے
 طول و عرض میں گونج رہی تھی جس پر حکومت کو بھی غور و فکر کی ضرورت تھی) دای ہوئی
 صدر البھارت ثابت نہ ہوئی۔ اور میرے اُن تمام تحریکات پر جسکو عہدہ دارانِ ملت
 نے منع و خیر قرار دیا تھا۔ مجبوراً عمل کرنا پڑا۔ کیونکہ رعایا کی آسائش کیلئے اسکے



بیانج

ظفر آباد

قاضی زین العابدین اول تعلقدار

۱۳۴۹ھ



شیخ محمد یوسف - فی آیتی مدوکتا نزلت

موضع کلڑی کی تنظیم دیسی آچھے اور محمد طاہر صاحب دوم تعلقہ دار کے حسن تکمیل کا ایک نمونہ ہے۔ آپ کی تحریک پر اس سبھا کا قیام نظام آباد میں ہوا۔ اور انہیں تجارت پیداوار کے کاروبار آپ ہی کے رہن منت ہیں بودھن کی نشاۃ ثانیہ آچھے زمانہ کارفرمائی کی ایک بہترین یادگار ہے۔ آپ کی سخت کلائی اور ماتحتین پر سخت گیری کے جو قصص بوقت تبادلہ عام طور پر زبان زد خاص و عام تھے۔ وہ مبنی پر حقیقت نہیں معلوم ہوئے۔ کیونکہ آپ اپنے ماتحتین کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

۳۴۔ ف میں نظام آباد کی فرقہ دار نی فضا رکہر ہو گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی سیاست اس پر کامل فتح حاصل کی اسے عامہ کا اظہار آئندہ مورخ کے لئے۔

۳۵۔ محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقہ دار نے کام آغاز کیا تھا۔

۳۶۔ میرے قلم سے اسے عامہ کا اظہار (مسطر) دیگر تعلقہ داران وقت کے متعلق آزادانہ کیا گیا ہے، خلاف احتیاط ہے اس لئے کہ قاضی صاحب میں اور مجھ میں سیاسی کشش کی وجہ صفائی نہیں ہے، ہذا اس حصہ متعین کو آئندہ مورخ کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے گو قابل ستائش امور کو بھی لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کہ کہیں چالوسی کا لازم قرار نہ دیا جاوے لیکن من محل کو پوشیدہ رکھنا ایک مصنف کیلئے عوام کے بے معنی الزام سے بدرجہا بدتر تھا۔ اس لئے اپنے حد علم تک اس کو ظاہر کر دیا۔ تاکہ میرے قلم سے حسن کارفرمائی زیادہ وزن دار ہو جائے۔ مصنف۔

کتاب (۵)

(۵)

زراعت

۱۳۲۱ء میں ملک سرکار مالی میں کاشت کاروں کو امداد دینے اور بہترین پیداوار حاصل کرنے کے طریقہ بتلانے کے لئے سرشتہ زراعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے کاروبار اضلاع میں آغاز ہوئے ضلع نظام آباد میں بھی اسی سال کام شروع ہوا۔

۱۔ اس سرشتہ کی ضرورت ملک کو ضرورتی اور ہے جس طریقہ پر یہ سرشتہ کام کر رہا ہے اس سے نہ صرف ہم کو بلکہ اہل ملک کو اختلاف ہے۔ کہ ہندوستان کے کاشت کار کو یورپ کے طریقہ کاشت سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہاں کے قیمتی آلات زرعی وہ استعمال کر سکتا ہے اس کے لئے تو ضرورت اس کی ہے کہ جدید آلات زرعی اہل ملک کے ہاتھوں تیار کر دئے جائیں۔ اور اس کے استعمال کے فوائد بتلائے جائیں۔ اس موضوع پر میرے پمفلٹ بھی موجود ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک عرصہ کے بعد یہ سرشتہ اب اس اصول کی جانب کچھ متوجہ ہو رہا ہے۔

مصنف

نیشکر کی قیمتی کاشت گر رہی تھی۔ اس لئے نیشکر کا متعیناتی مزرعہ ۱۳۲۵ء میں امام علی صاحب منظم کے زیر نگرانی قائم ہوا۔ جو مکہ زمین سیلیبی اور سلیم ہونے سے تھم ہوا جسے نیشکر کے بلا کوئے کے استاد ہونے نہیں دیتے تھے۔ اسلئے اسکی اصلاح کے تجربات شروع کئے گئے۔ لیکن بہت جلد وجہ قلت آب یہاں سے کامیڈی میں ۱۳۲۵ء مزرعہ منتقل کر دیا گیا جہاں ۱۳۲۵ء میں شیخ محمد یوسف صاحب بی۔ اے۔ جی۔ بحیثیت اہتمم مزرعہ نے کمیائی لہاد کے ذریعہ آزمائش شروع کی۔

۱۳۲۹ء میں مظہر حسین صاحب ناظم مزرعہ جب مقرر ہوئے تو ایک اسکیم مرتب کی کہ مختلف اقسام کے تجربہ کئے گئے۔ مزرعہ کا مارٹری میں علاوہ نیشکر کے کبوتر کپاس و صان۔ ہدی۔ مونگ پھلی کے متعلق بھی تجربات جاری تھے۔

۱۳۲۸ء میں کارٹری سے مزرعہ برخاست کرنے کے بعد تھمت خزانہ آب نظام ساگر شیخ صاحب کے زیر اہتمام ایک مزرعہ قائم کیا گیا۔ کیونکہ نظام ساگر کے تحت قیمتی فصول کو کامیاب بنانا از بس ضروری تھا۔ اس مزرعہ میں کویم بتور نمبر (۲۱۳) کا نیشکر قابل اطمینان نتائج کا حامل ہوا۔ اور ۱۳۲۸ء میں اس کے تخم کی تبلیغ کی گئی۔ اور مستقل مزرعہ ضروریات منہر نظام ساگر کے تحت مستقر دور در دور قائم ہوا۔ اس مزرعہ پر سید حمت احمد صاحب ۱۳۲۵ء تک اور محمد جمجم کاظمی خانی محسن کوشش نے مزید دو بہترین تخم نیشکر نمبر ۲۹۰ کویم بتور (۲۸۷) جاوا۔ دریافت کئے جو اس وقت تک کامیابی سے تمام ضلع میں زیر کاشت ہیں اور نیشکر کا تہیزری سے بڑھا

جار ہا ہے۔ چونکہ بودہن میں کارخانہ شکر قائم ہو چکا ہے۔ اس لئے
نظام آباد ہی ملک کی تمام ضروریات شکر کے لئے کاشتِ فیشر کا
ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔

مرزہ رودر میں مختلف اقسام کاشت و باغبانی وغیرہ کی آرائش
جاری ہے۔ اس مرزہ کو امپریل ریسرچ کونسل دھلی سے بھی امداد ملتی ہے۔
شعبہ نباتاتی میں دہاں نمبر ۵۰ و ۲۶ اور کپاس گورانی نمبر (۱۲)
کامیاب ثابت ہوئے ہیں جنکی تبلیغ کی جا رہی ہے

چیل سینڈ کا استیصال از بس ضروری تھا جس کے لئے بلاکس چرچ
کے ایسے کیڑے دیانتہ کئے گئے جن کو اس کی بازہ میں ڈال دیا جائے
تو بھتے ہی دیکھتے اس تباہی کو فنا کر دیتے ہیں اس طرح تمام مقامات
سے سینڈ کو پاک کر دیا گیا

شعبہ باغبانی میں بھی اچھے قلم اور پختہ کوغیرہ کیا جا رہا ہے۔ شعبہ
افزائش نسل مائشی اب اس قابل ہو گیا ہے کہ نہایت بڑوں کو عمدہ نسل کے
ساندھنہ بڑے اور اسی طرح شعبہ پرندہ بھی نئی کے اچھے اقسام کی نسل
لوچیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۱۳۳۶ء سے اس ضلع میں تبلیغی کام شروع ہوا۔ اس وقت ایک
افسر اور ۳ کام گار تھے۔ جو تمام ضلع کے ذرائع انجام دیتے تھے۔

۱۳۴۲ء میں ایک جدید مددگار ناظم بندوبست قائم کیا جا کر تبلیغی کام کا
اسکیم آگے بڑھایا گیا۔ شیخ محمد یوسف صاحب و بلحاظ ان کے تجربہ و تجربہ
و قابلیت فنی کے یہاں پر مددگار بنا دیا گیا۔ اور یہی ہی ایک فز تبلیغی قرار لیا گیا۔

عملہ تبلیغی اور اسکی تقسیم نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

| نام دفتر | مستقر | حلقہ | کیفیت |
|-------------------|-----------|--|---------------------------------|
| مدد کار ناظم رولٹ | نظام آباد | ضلع نظام آباد | |
| افسر راعت بودھن | بودھن | بائنواڑہ بودھن | |
| آر مور | آر مور | آر مور و کاماریڈی | |
| ڈی مانیئر | نظام آباد | تعلقہ نظام آباد | |
| کامگار | نظام آباد | مواضعات برہنہ طبقہ ایک کامگار باغبانی میں موجود ہے | |
| " | نوی پیٹھ | " | |
| " | سراج پٹی | " | |
| " | بودھن | " | ایک کامگار باغبانی میں موجود ہے |
| " | کوٹ گیر | " | |
| " | موسلر | " | |
| " | بائنواڑہ | " | " " " |
| " | بیہ کور | " | |
| " | نظام ساگر | " | |
| " | آر مور | " | " " " |
| " | بالکنڈہ | " | |
| " | دوکل | " | |
| " | کاماریڈی | " | |

عمل سررشتہ زراعت کا مقصد یہ ہے کہ رعایا کو ہر ممکنہ طریقہ پر زرعی امداد پہنچائے اور جدید زرعی اصول سے اس کو واقف کر دے۔

رعایا کو امداد دیکر مزرعہ امدادی قائم کرائے جاتے ہیں چنانچہ ۱۹۲۳ء میں سب سے پہلے بمقام نظام آباد امیر علی صاحب انعامدار کو امداد دیجا کر مزرعہ امداد قائم کیا گیا۔ دوسرا آرمور پر۔ اور تیسرا دواخانہ مشن پٹھلی میں۔

اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قطعات کاشتکاروں کے ہر ارضی پر بطور تبلیغ قائم کئے جاتے ہیں جسکی تعداد اس ضلع میں تقریباً پانچ سو ہے ان قطعات کے اخراجات عام سررشتہ برداشت کرتا ہے۔ اور پیداوار مالک زمین کے حوالہ کر دی جاتی ہے (سررشتہ زراعت کو اس قسم تبلیغی کاروبار بامداد زراعت جاری کرنے کے لئے سب سے پہلے اس ناچیز مصنف نے اپنے خیالات پیش کئے تھے۔ ملاحظہ ہو مشیر الملک ۱۹۳۳ء اف و اخبار زراعت ۱۹۳۳ء جس میں مظاہروں پر آراء و تفتیش کی گئی ہے۔)

نمائش ہر سال وسیع پیمانہ پر نمائش کا انتظام بھی کیا جاتا ہے اور اس وقت جائزہ دینے میں بھی اس قسم کے مظاہرہ کئے جاتے ہیں۔ جسکی وجہ عوام کو استفادہ ملتا ہے۔ کیونکہ تقاریر کے ذریعہ عوام کو نتائج بتلائے جاتے ہیں۔

مزرعہ در دور میں ایک زراعتی جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں کاشتکاروں کے لوگوں کو زراعت کے ترقی یافتہ طریقہ سکھائے جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں انجمن تجارت پیداوار کی جانب بھی اس سررشتہ نے توجہ کی تھی۔ لیکن انجمن ہائے امداد باہمی کے ساتھ حب وعدہ وہ تعاون نہ کر سکی جسکی وجہ کاروبار سے مصنف نے جن جن امور کی نسبت سررشتہ کو توجہ دلائی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ سررشتہ نے توجہ کی۔ ملاحظہ ہو رسائل مشیر الملک ۱۹۳۵ء۔ و مراط مستقیم مطبوعہ۔

کامیاب نظر نہیں آتے۔

تتلیم دیہی کے سلسلہ میں بھی یہ سررشتہ سررشتہ مال سے تعاون کر رہا ہے۔
بہر حال شیخ محمد یوسف صاحب مددگار ناظم زراعت نظام آباد کے ایک دیرینہ تجربہ کار
افسر ہیں۔ اور رعایا آپ سے مانوس ہے۔ اور اسی طرح ہر دو افسران اپنے فرائض
انجام دے رہے ہیں۔

سٹیشن سے کارخانہ شکر سازی کے تحت بھی مقام ایڑ پٹی ایک مزرعہ قائم ہوا ہے
نظام ہر شکر کی حد تک سررشتہ زراعت نے کامیاب نتائج پیدا کر دیے ہیں۔ مستقبل
اس کے حقیقی نتائج کو بتلایگا۔

میری ذاتی رائے اس کے متعلق یہ ہے کہ بلحاظ حالات ملک اس سررشتہ کو بہت کچھ
ٹھوس کام کر رہا ہے۔ اور اسکی ذمہ داریاں تمام سررشتوں سے بہت زیادہ ہیں۔
و نیز عام سررشتہ جات کا تعاون اس سررشتہ سے بھی ضروری ہے۔

باب (۶)

تعمیرات و آبپاشی نظام ساگر

ضلع بندی کے بعد سے حکمہ تعمیرات کا قیام عمل میں آیا جسکے فرائض میں زراعت
آبپاشی کی تعمیر بھی داخل تھی اور مہتمم تعمیرات بحیثیت مددگار مقرر مصلحت شاخ
تعمیرات فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں دفتر کی عمارت للوہ کامیاب کے

خریج سے تعمیر ہوئی۔
نقشہ ذیل سے ذرائع آبپاشی کے اعداد معلوم ہو سکتے ہیں :

| نام ذرائع | ۱۲۸۱ء تعداد | ۱۳۱۵ء تعداد | ۱۳۴۷ء کیفیت |
|------------------|----------------|----------------|-------------------------------|
| خزین آب | ۰ | ۰ | نظام ساگر۔ علی ساگر۔ ماسانی |
| تالاب | ۷۵۵ | ۶۰۸ | معیہ۔ اراکیوس شاخ ہے ہنر نظام |
| کنہ جات | ۱۶۳۶ | ۹۴۱ | ساگر ان اعداد کے علاوہ ہے۔ |
| بادلیات | ۵۴۵۸ | ۳۶۱۷ | جولہ ۵۳ مو، ضعات کو سیر آب |
| بجڑ ذرائع نارغزہ | ۲۹۹ | ۱۹۳ | ۱۰۱۷ء کرتے ہیں۔ |

تالاب منچپہ گویم سندرم کے نام سے منچپہ کا تالاب زمانہ قدیم میں بڑی

تہمت رکھنا تھا۔

تعمیر میں شریلسن تہمت تعمیرات نے منچپہ کے خوفناک جنگل میں ۳۱ تالاب کو جو شکستہ حالت میں یہاں تھیں۔ ان سے پراہر اتفاق دیکھ کر اسی تعمیر کی فکر کی۔ جیسا کہ منچپہ دارالحکومت ایک فرانسیسی انجینئر کو پہلے۔ جس دیا گیا۔ کہہ جاتا ہے کہ ان تالاب کے قوم میں شیروں نے گونی بنائی تھی جسکو مار کر کام شروع کرنا پڑا۔ اس فرانسیسی کتہ دار کا انتقال قبل ختم کار ہو گیا جسکی قبر موضع منچپہ میں موجود ہے۔ اسکے بعد اس کا کام حاجی فتح محمد خاں دھونڈ سے خان دیو کو تہ داروں کو ملا ۱۳۱۶ء میں پھر یہ تالاب شکست ہو گیا اور اسکی تعمیر میں بہت روپیہ صرف ہوا۔ اس وقت اس تالاب کی کپاستی (۳ م ر ۳ م) تاکہ کعب فیٹ ہے یہ نظام آباد سے

جانب جنوب (۹) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسکے نالے متعدد موانعات کو سیرا بہ کرتے ہیں۔ پانگرہ کی ندی کا منبع اسی تالاب سے ہے۔ نظام آباد کی جدید آب رسانی کا تعلق اس تالاب سے ہو رہا ہے جسکی اہمیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ یہاں پر دو عیسائیوں کی قبریں ہیں جن پر سنہ ۱۶۸۶ء و سنہ ۱۶۸۷ء گذرہ ہے۔ موصلاً نظام آباد نے لکھا ہے کہ اورنگزیب کے زمانے میں ارمی تاجروکن میں آئے تھے غالباً یہ انھیں کی قبریں ہیں۔ لیکن ہے کہ ان کا تعلق اس تالاب کی تعمیر سے کچھ ہو۔ کتبہات ارمی زبان کے ہیں اس سے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

تالاب ماسانی نظام آباد سے دو میل فاصلے پر جانب جنوب یہ تالاب واقع ہے جس کو نہر نظام ساگر کے ذریعہ تعلقہ نظام آباد و آرمور کے لئے مخزن آب بنایا گیا ہے۔ اسکے پہلے بھی مقصبہ نظام آباد کے ایک وسیع رقبہ کو یہ سیراب کیا کرتا تھا جسکی کھپائی فی الوقت ۱۵۴۵ (۲۱۰۵) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔

تالاب کچنر نظام آباد سے ۵ میل فاصلے پر ایک وسیع پھیلاؤ میں یہ تالاب ہے جسکا شمار نظام آباد کے بڑے تالابوں میں ہوتا ہے۔ اسکی کھپائی (۱۵۵۲۶۹) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔ یہ بھی متعدد موانعات میں سیرابی کے

عہ وقت ترتیب اسکیم آب رسانی ماسانی کے تالاب سے پمپ کے ذریعہ پانی حاصل کرنے کی رائے تھی بحیثیت کرن بولکلر ڈیپارٹمنٹ نے اسکی سخت مخالفت کی کہونکہ اسیں دواچی خرچ اور نفع کم نظر آ رہا تھا جس کا نتیجہ پانی گراں قیمت ہو جاتا میرا خیال علی ساگر سے پانی لانے کا تھا۔ شیخ محمد صاحب وکیل نے پیچیدگی کی نشاندہی کی مگر احمد مرزا انجینئر نے اس اسکیم کو مرتب کیا۔

نراض انجام دیتا ہے۔

علی ساگر نظام ساگر کے بعد اس مقام نے خاص شہرت حاصل کر لی ہے۔
 پہلے اس تالاب کا نام لمجاطنلق موضع چٹھانہ کلاں کا تالاب تھا۔ نظام ساگر
 کے بعد تعلقہ نظام آباد و بودمن کے لئے اس کو خزان آب بنایا گیا تو اسکی
 توسیع و تعمیر میں ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا اور ۱۳۲۲ء میں مرزا محمد بیگ صاحب
 کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا۔ عبدالرزاق صاحب بیل نے اس تالاب کو علی ساگر
 سے موسوم کرنے کیلئے جلسہ میں تحریک پیش کی۔ سید دلدار حسین صاحب انجنیئر و مرزا محمد بیگ
 تعلقہ ارکی ٹیپوں نے نہ صرف اس مقام کو ملک کے قابل ماز فرزند علی نواز جنگ
 کے نام سے موسوم کرایا۔ بلکہ نظام ساگر کے بعد اسکو ایک پرفضا اور دلکش مقام بنایا
 مختصر یہ ہے کہ جس نے علی ساگر کو نہیں دیکھا اس نے نظام ساگر کے ایک دلکش مقام کو
 نہیں دیکھا یہ تالاب مستقر نظام آباد سے ذریعہ شاہراہ (۹) میل اور ذریعہ سڑک (۱۶)
 میل فاصلہ پر ہے۔ یہاں موٹر بس روزانہ چلتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن علی ساگر سے
 دو میل فاصلہ پر تالاب واقع ہے۔

تالاب کے جانب جنوب ایک بلند پہاڑ پر خوبصورت جنگل تعمیر ہوئی ہے۔ جہاں
 موٹر بیچ سکتی ہے۔ اور تمام رہائشی انتظامات سے یہ جنگل مکمل ہے۔ اس میں
 قیام کیلئے اجازت کی ضرورت ہے اس تالاب کی کپاسٹی (۶۲) لاکھ مکعب فٹ
 گتہ داران نظام آباد میں سب سے پہلے گتہ دار ۱۹۲۹ء میں مشتاق خان
 اور حاجی فتح محمد خان۔ اسکے بعد ۱۹۳۰ء میں اللہ بخش خان و دھونڈے خان
 شمالی ہند سے آئے۔ مشتاق خان کے فرزند حافظ اصغر علی خان گتہ دار ہیں و نیز
 دھونڈے خان گتہ دار کے فرزند ان و نیز اللہ بخش خان بقید حیات اور نظام آباد میں

اپنے فرائض گنہ داری کو انجام دیتے ہیں۔ سرودھان گنہ دار بھی نظام آباد کے قدیم
سربراہ اور گنہ داروں اور غیر ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی ۱۳۱۲ء
سے یہاں مقیم ہیں جو افغانی النسل ہیں۔

قحط سالی

قبل اسکے کہ نظام ساگر کا باب شروع کیا جائے ملک دکن کے اثرات قحط کے
سنین کو واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۲۲۶ء میں کثرت بارش کی وجہ شدت کا قحط واقع ہوا۔

۱۸۱۹ء کا قحط جانی نقصان کیلئے بڑا ہی شدید تھا۔

۱۸۳۳ء میں پھر ایک مرتبہ قحط کا دورہ ہوا۔

۱۲۵۳ء میں فصل خریف کی تباہی سے قحط کے آثار نمایاں ہوئے۔

۱۲۶۲ء میں جو قحط کا سلسلہ شروع ہوا تو کامل چھ سال رہا ظاہر ہے کہ یہ سب سے

۱۲۷۴ء زبردست قحط ہو گا۔

۱۳۰۸ء میں بھی ملک دکن کے لئے قحط عظیم کا زمانہ رہا۔

۱۳۲۸ء یہ بھی اساک باران کی وجہ قحط کے آثار کو لئے ہوئے تھا نظام آباد

میں بقابلہ دیگر اضلاع کے بوجہ وسیع جنگلات و کثرت ذرائع آبپاشی زیادہ اثرات

مترتب نہیں ہوئے۔ لیکن پھر بھی زمانہ قدیم کا قحط جبکہ حمل و نقل کے ذرائع اس

نہ تھے۔ بہت ہی خوفناک تھا۔ ۱۳۰۹ء کے زمانہ قحط ہی میں ریلوے کی تعمیر ہوئی

اور ۱۳۲۸ء کے قحط میں کثیر معافیات و رقم تقاضی و نیز کارہائے قحط کا باقاعدہ

نے برداشت کر کے رعایا کی جان بچائی۔ اور عہد عثمانی کے برکات نے رعایا کو

یا نگزشتہ کے قحط سالیوں کے واقعات کا احساس بھی ہونے نہ دیا۔ اس سلسل قحط
سالی کے باعث رعایا کی زندگی ہمیشہ معرض خطر میں رہتی تھی۔ اس لئے ہمارے
ظل اللہ شاہ عثمان غلہ اللہ ملکہ نے اپنی پیاری رعایا کیلئے رب العالمین کے بھروسہ پر
نظام آباد میں نہر فیض عثمانی کو جاری کر کے نظام آباد کو دو ہی سرسبزی و شادابی
کی ضمانت عطا فرمائی۔ یعنی نظام ساگر کی تعمیر کا حکم دیا۔
خداوند تعالیٰ اس مبارک مقصد کو کامیاب کرے۔ آمین۔ تم آمین۔

اسمار ہتھمان آبپاشی و تعمیرات

سندھیاتی

سندھیاتی

- (۱) محمد محمود صاحب ۱۳۰۵ھ (۱۰) دیکھا پاری صاحب ہتھم تیرت
- (۲) جی مک انس صاحب ۱۳۰۵ھ یس۔ بی راجو صاحب ہتھم آبپاشی
- (۳) سی۔ آئی۔ ولہٹ صاحب ۱۳۱۳ھ ویاس راجو صاحب ہتھم تیرت ۱۳۱۹ھ
- (۴) ویاس راجو صاحب ۱۳۱۶ھ احمد علی خان صاحب ۱۳۳۱ھ
- (۵) جی۔ آئی۔ میار صاحب ۱۳۲۰ھ غلام محمد خان صاحب ہتھم آبپاشی
- (۶) بی۔ وی۔ کرشنا ایککا صاحب ۱۳۲۱ھ خیر الدین خان صاحب ہتھم تیرت
- (۷) سید عطار حسین صاحب ۱۳۲۲ھ محمد غفلت اللہ صاحب ۱۳۲۲ھ " آبپاشی
- (۸) جمیل احمد صاحب ہتھم تیرت ۱۳۲۲ھ محمد ابراہیم صاحب ۱۳۲۲ھ " " ۱۳۲۲ھ
- (۹) عبدالسلام صاحب ہتھم آبپاشی ۱۳۳۱ھ رام چندر راجو صاحب ۱۳۳۲ھ " " ۱۳۳۲ھ
- ۱۳۳۹ھ سے پھر تعمیرات آبپاشی کا ہتھم ۱۸۱ ہارڈیکر صاحب ۱۳۳۹ھ " " ۱۳۳۹ھ
- ایک لردیا گیا ۱۹۰ غفلت اللہ صاحب ۱۳۴۰ھ " " ۱۳۴۰ھ

نظام ساگر

ہندوستان کا ایک تاریخی مخزنِ آب

عہد عثمانی کا زرین کارنامہ

دریائے مانجرا ملکیت آصفیہ میں ان تمام دریاؤں سے عظیم ہے جس کا منبع اور دہانہ اسی ریاست میں ہے۔ یہ دریا ضلع پٹیر سے نکلتا ہے جس کا منبع موضع پاٹوہ ہے۔ جہاں سے (۳۹۰) میس مسافت طے کرتا ہوا۔ ہر سال ایک کثیر مقدار پانی ملک سرکا علی سے جا پہنچتا ہے دیا کرتا تھا جس سے چھ لاکھ ایکڑ اراضی فصل تری میں کاشت ہوتی ہے۔ اس مسئلہ پر اس دریا سے کام لیا جائے۔ آئندہ تہذیب و تمدن بڑھ سکے۔ لیکن کسی موزوں مقام پر نہ ہنس پڑتی تھی۔ بہتانہ تعمیر مخزنِ آب۔ یو پی ایم غالباً سید نظام الدین مرحوم اور سیرنے مٹھری۔ سی پال کے ساتھ بننے والی کے مقام کی نشاندہی کی۔ مٹھری۔ سی پال کے بعد معائنہ موقع اس کو آگے بڑھایا نواب علی نواز بگٹ کے موقع کا معائنہ کرنے کے بعد موجودہ مقام کے محل وقوع کو منتخب کر کے کافی غور و فکر کے بعد اس عظیم الشان ساگر کی تعمیر کیلئے باب حکومت میں تحریک پیش کی۔ باوجود اختلاف ارار کے نواب صاحب ممدوح کی انتہائی سعی

ڈ۔ ملاحظہ ہو رپورٹ سررشتہ آبپاشی ۱۲۹۱
ڈ۔ نظام الدین مرحوم کی رپورٹ اور نقشہ سررشتہ میں محفوظ ہو گا۔

نے محل وقوع کا معائنہ کرنے ۳۳۱ھ میں نواب امین جنگ بہادر و نواب حیدر نواز جنگ بہادر کو مجبور کیا۔ بالآخر ہمارے دور میں راعیا پرورد ظل سبحانی حضرت خسرو دکن ہرچٹھی عثمان علیخان خلد اسٹہ ملکہ و سلطنت نے مفاد ملک و رعایا کی صلاح و بہبود کے لئے اس کو منظور فرمایا۔

نقشہ ویراورد مخزن آب کے نقشہ جات و برآورد ۹۲۳ھ عیسوی میں مسری۔ سی پال الکر کیٹوا انجینئر نے مرتب کیا۔ اور نہر کے نقشہ و برآورد کو مشرید عارف الدین الکر کیٹوا انجینئر نے ۱۲۳۳ھ میں ترتیب دیا لیکن مختلف حالات نے نقشہ نہر میں ترمیمات کی ضرورت پیدا کر دی۔

آغاز و اختتام کار مسری۔ سی پال کے زیر نگرانی ۹۲۴ھ اول ۱۳۳۳ھ میں اس کے کام کا افتتاح ہوا۔ اور اس کا سنگ بنیاد مہاراجہ سرسین السلطہ نے رکھا۔ مسری پال تنج کے بڑے حصہ کی تکمیل تک ذمہ دار افسر علی رہے جب آپ کو عہدہ نظامت پر ترقی ملی تو اپنا جائزہ مسری۔ لیں۔ جے تاراپور الکر کیٹوا انجینئر کو اخیر نصرت ہوئے اور ۱۲۳۳ھ میں اس عظیم الشان بند کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ بتایہ ۵ آزدی المرج ۵۳۳ھ مطابق ۲۵ آزدی ۱۲۳۳ھ روز شنبہ ۹ بجے فصیح حضرت بندگان اقدس و اعلیٰ نے اپنے دست مبارک سے نظام ساگر کا افتتاح فرما کر اس فیض عثمانی کے نہر کو جاری فرمایا جس سے سالانہ (۱۱) لاکھ نفوس کا ازوقہ زمین نظام آباد سے ہیا کیٹوا نڈری اس ضلع پر گروانی گئی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) اور کروڑوں کروڑ حیوان مطلق کئے آب و دانہ کا ذریعہ قائم کر دیا گیا۔ افتتاح کے موقع پر عظیم صاحب نے جو نظم پڑھی تھی۔ اُس کے چند اشعار ہر یہ ناظرین کو ناخالی از دلیلی نہ ہوگا۔

میرے شہ نے نظام آباد کی نیا بدل ڈالی
 نہیں اس سرزمین عکاسیہ فیض سے خالی
 ادب سے جب کیا معروضہ اظہار مسرت نے
 دیکھایا جوش جب اپنا رعایا کی محبت نے
 ادا فرمائی رسم اقتصادی خود بدولت نے
 کمال اوج آخر یا لیا ساگر کی قسمت نے
 رعایا ر دل سے ہے ممنون اس بندہ نوازی کی
 مطلق کی عنایت کی کرم کی سرفرازی کی

حالات تخریب و تعمیر

کار معاضہ مرزا محمد یگ صاحب جو شہ سے اسپیشل آفسری معاضہ
 کا کام انجام دیر ہے۔ پتہ۔ اور عہد عثمانی کے تمام خزانین آپ کے کارہائے
 معاضہ کو انجام دیا تھا نظام ساگر کے کارہائے معاضہ کیلئے آپ ہی کو منتخب
 کیا گیا۔ ۱۳۳۲ء تک دوسرا معاضہ حیدر آباد میں رہا۔ لیکن آپ نے رعایا
 کیلئے یہ خاموشی کے مصائب اور پردی کے لئے نئے مسافت کا خیال کر کے
 نظام ساگر کے استقر کی منظوری حاصل کی۔

تعمیر نظام ساگر کے باعث جو نقصانات ہوئے انکے اعداد حسب ذیل ہیں
 (۱) مواضعات سے سام غرق ہوئے۔ (۱۷) مواضعات کی منجملہ اراضی
 غرق ہونے کے علاوہ آبادیاں متاثر ہوئیں۔ (۲۰) مواضعات کی مختص
 اراضی غرق آب ہوئی۔ (۵) مواضعات متاثر ہوئے۔

اور (۵۶۷۷) عمارات حاصل کئے گئے۔

اور (۵۱۳۵) مالکین سکانات۔ اور (۴۹۸۸) مالکین زینات کو
۲۹۸۱۸۵۰ روپیہ معاوضہ تقسیم کیا گیا (۹۲۲) اشغال کو بالمعاوضہ اراضی موادی
سے معاوضہ کیا گیا (۱۵۱۳۵) دلائی گئی۔ (۲۵۱) جدید آبادیاں قائم کرانی گئیں
ریاست میوڑ میں جو میوڑ پراجکٹ تعمیر ہوا ہے ان کے کارکنوں کے لئے تصفیہ معاوضہ
سے متعلق یہاں مختصر اعداد کا ذکر بہ تفصیل نہ ہو گا۔

میٹ و پراجکٹ میں یہی طریقہ کار رقبہ غرق ہوا۔ جس میں زیادہ حصہ منگلی
ارضیات کا تھا۔ معاوضہ کارروائی میں حاصل ہونے لگا اور انسر و عمل کے
تختہ جوں میں لاٹھیاں لگائی گئیں (۱۵۱۳۵) کا حشر نہ ہوا۔

کیونکہ (۹) ڈپٹی کلکٹر محلہ کے کار گزار تھے بر خلاف اس کے یہاں
پر صرف ایک اینجیل آفسر نے مختصر عمل کے ساتھ اس قدر وسیع کام کو سر انجام
دیا۔ ظاہر ہے کہ کس طرح شانہ روز محنت شائہ برداشت کرنی پڑی ہوگی۔
درمان حالیکہ دورہ کر کے انفرادی طور پر ہر ایک کے حقوق کا تصفیہ اور نزعی
مقدمات کا انفصال عذرات کی سماعت قلبندی شہادت اراضیات
انعامی میں وراثتوں کا تصفیہ حصہ داروں کے نزاعات اور بے خانان
رعایا کی آسائش و سہولت کیلئے جدید انتظامات بہر حال مزاخہ بیکیا جب
نئے وہ سب کچھ کیا جو ایک حساس فرض شناس مدعی خدمت گزار
سرکار کو کرنا چاہئے تھا۔

انہی اصابت رائے اور انتہائی توجہ کے ساتھ فرایض کی انجام دہی
کا ثبوت ہے کہ انہی فیصلوں کی ندامت سے صرف (۲) مقدمات

پھر عدالت ہوئے۔ جس میں سے ایک مخالف ایک موافق فیصلہ ہوا۔
 پھر رعایا نے آپ کے پیچھے استبدادیت کا رد نام بھی نہیں دیا۔ کیونکہ معاملات
 میں انتہائی سچائی کو کام میں لایا گیا۔ اس سلسلہ میں زیرِ نظر کارڈ سے ذیل پر مشتمل
 کے آغاز کرنے کیلئے باب صدر کو آپ نے متوجہ کیا۔ اور قواعد کو مرتب
 کر کے پیش کیا۔ اسی وجہ سے ۱۳۲۹ء میں آپ کا تقرر اسپیشل تعلقہ داری نظام آباد
 پر عمل میں آیا۔ اور سہ ماہیہ کو آپ صلح نظام آباد کے تعلقہ دار مقرر کئے گئے۔
 مزدور چونکہ یہ کام ملک کا سب سے بڑا تعمیری کام تھا۔ اسلئے مزدور اور سامان
 کی فراہمی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ پینا پنچہ مزدوروں کی تعداد جو بوقتِ واقفیت
 تعمیر پر کام کر رہے تھے۔ روزانہ اٹھارہ ہزار نفوس تک پہنچنے لگی تھی۔ جو مقاماً
 کویم پور۔ مدراس۔ بھارت۔ تریپلی سیلم۔ سری رنگم۔ کرپا۔ کرنول۔ ننڈیال
 گنتور۔ ڈورنا۔ چلم۔ بھجی۔ تریپلی۔ بھجی۔ وزیر اضلاع ملک سرکار عالی سے یہاں
 پر وارد ہو کر کام پر لگ گئے تھے۔ سب سے پہلے مزدوروں میں مالاکونڈو
 تو لاکونڈو۔ دُوران کے قافلے آئے۔

بار پروارمی ابتداً اس گھنے جنگل اور کوہستانی مقام پر کام کرنے والے
 جانور گدھے تھے۔ جنکی لاکھوں کی تعداد کام پر لگی ہوئی تھی۔ تا آنکہ ان اور بڑائی
 ریل تیار نہ ہوئی۔ خصوصاً جو موضع بھجی سے لانے میں جو ۲۰ میل کا فاصلہ
 تھا۔ اس حیوانِ مطلق نے اپنی جان کا اہی کا ثبوت دیا۔

مقدار مزدوری ہفتہ وار مزدوری دو لاکھ روپیہ تک تقسیم ہوا کرتی تھی۔

کتہ دار قابل ذکر کتہ داروں میں۔ ایم۔ جی۔ مہک۔ جی۔ براہمن جیون گنتارام

۱۔ مزید کارگزاری کے لئے ملاحظہ ہو باب مالگذاری

دامرامیا۔ وی نرسیا۔ مہی موتی لال۔ دیشواس۔ جیا گنٹی راجنا۔ سری رام پو
 جیب ہادی۔ ویو اسنگھا چاری۔ وغیرہ نے ہندو نہر کا کام انجام دیا۔ ہندو نہر
 آمانی میں کام ہوا۔ دروازہ ہائے طغیان کی کن نیلٹ کمپنی کے ذریعہ بنائے
 گئے۔ اس مقام پر کام کرنے والوں کی صحت و آرام کا خیال خاص طور پر رکھا
 گیا تھا۔ بجز ۳۳۳ ف کے انفونترا کے جو تمام دنیا کو متاثر کیا تھا۔ کوئی خاص
 متعدی مرض یہاں نہ آسکا۔ جو قابل ذکر ہو۔ اسلئے یہ مقام ایک شہر کی
 صورت اختیار کر گیا تھا۔ جس کی آبادی (۲۱) ہزار نفوس پر مشتمل تھی جہاں
 ہر قسم کے اصول حفظان صحت کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ برتنی روشنی فلٹر کیا
 ہو پانی۔ طبی امداد۔ تفریح گاہ۔ ہر سہ بہر حال ہر اس چیز کو یہاں کے باشندے
 آسانی سے پاسکتے تھے۔ جو ایک شہری زندگی میں ضروری ہو۔ یہ تمام انتظام
 مشرعی۔ سی پال کی خوش سلیقگی کا آئینہ تھا۔

سامان تعمیر۔ بجز ناگزیر حالات کے تمام اشیاء تعمیر علی نواز جنگ کی
 نذر سارے ملکی فراہم کر لیا تھا۔ اور اہل ملک کے ہاتھوں یہ عظیم الشان
 تعمیر مکمل ہوئی۔ کیونکہ انجنیر سے لیکر وڈر تک سب اہل ملک سے تھے کسی
 یورپی یا بیرونی ملک کے مشورہ کا بھی یہ محزن آب منت پذیر نہیں رہا۔
 کارکنان عہدہ داران حسب ذیل عہدہ داروں نے اس محزن آب کی
 تعمیر کا فریضہ انجام دیا۔

| نمبر | نام عہدہ داران | عہدہ | نمبر | نام عہدہ داران |
|------|-------------------------|-------------|------|-----------------------|
| ۱ | نواب علی نواز جنگ بہادر | رئیس انجنیر | ۳ | مشرعیس۔ جے۔ تارا پور۔ |
| ۲ | مشرعیسی۔ سی پال | اکٹر کیمیا | ۴ | مشرعارف الدین |

| | | | | |
|----|--------------------|----|-------------------|-----------|
| ۵ | مشر سجاد مرزا | ۱۸ | مشر - یم - اشرف | اشٹن پنجن |
| ۶ | مشر سید ولد رحیمین | ۱۹ | مشر عبدالستار | ۱۹ |
| ۷ | مشر لایق علی | ۲۰ | مشر متنا | اشٹن پنجن |
| ۸ | مشر ین - ین ریڈی | ۲۱ | مشر اننت رام | ۲۱ |
| ۹ | مشر ڈی - ڈی ریڈی | ۲۲ | مشر کادگیل | ۲۲ |
| ۱۰ | مشر یس - کے - ایر | ۲۳ | مشر پنا دیار | ۲۳ |
| ۱۱ | مشر عظمت اللہ | ۲۴ | مشر ونیک سوامی | ۲۴ |
| ۱۲ | مشر فیارنگ ن | ۲۵ | مشر نرسہوان چاری | ۲۵ |
| ۱۳ | مشر جی گوپال | ۲۶ | مشر نواز خان | ۲۶ |
| ۱۴ | مشر جے - ڈی دین | ۲۷ | مشر محمد بیگ | ۲۷ |
| ۱۵ | مشر - اض الدین | ۲۸ | مشر غلام حیدر | اشٹن پنجن |
| ۱۶ | مشر فزندہ علی | ۲۹ | مشر تاجپلم دیار | ۲۹ |
| ۱۷ | مشر بالاپر شاد | ۳۰ | مشر شیخ محمد یوسف | ۳۰ |

اور سیر و سیر و سیر و سیر سنت نا انصافی ہوگی۔ اگر ذیلی کام کرنے والوں کے نام اس جگہ نہ بتلائے جائیں جنہوں نے بڑی محنت سے فرائض انجام دیے

اور سیران

سید نظام الدین مرحوم ابتدائی سر دے۔ مشر شام راو۔ مشر راجو۔ مشر لاک سوامی۔ مشر ساجی رام۔ مشر غفور۔ مشر عبداللہ شریعت۔ مشر سری نواس میفر۔ محمد یحیی صاحب (جو آج تک بھی بحیثیت مہتمم گیٹ ہاؤز موجود ہیں)

سپر ویزران

مٹر وڈل پلے - مٹر ناگیشور - مٹر عبدالعزیز - مٹر کے دین دال - مٹر رنگ نام -
مٹر موکیم بدلیار مٹر محمد یوسف - مٹر ست گرد پر شاہ - مٹر بیگونی - مٹر الیک
مٹر کرشنا سواہی - وغیرہ۔

فنی حالات تعمیر

اس ساگر کا پختہ بند دو میل ٹھیل ہے۔ اور (۱۴) فیٹ پانی جس پر
موٹر رانی کے قابل ٹرک تعمیر کی گئی ہے۔ یہ بند دنیا کے جوئے ٹھیل المکرز بندوں
میں شمار کیا جاتا ہے۔ بند کو مستحکم بنیاد پر قائم رکھنے کے لیے ۲ ملین ٹنکٹ فیٹ
مٹی کی کھدائی اور چٹانوں کی شکست و ریخت کرنی چہی بنیاد کی انتہائی گہرائی
سطح زمین سے ۳۰ فیٹ ہے بنیاد کی انتہائی گہرائی سے بند کی بلندی ۱۵۰
فیٹ ہے اور ایسے سمیٹ مقام پر بنیاد کا زیریں حصہ ۱۲۰ فیٹ پانی رکھا
گیا ہے۔ اس میں (۳۰۸۰۰۰۰) ٹنکٹ فیٹ کار بندش انجام دیا گیا۔
اس کا اندازہ یوں لگائیے کہ اگر ایک ۲۰ فیٹ چوڑی اور ۳۰ فیٹ اونچی دیوار
سکندر آباد سے لیکر منہاڑ تک بنائی جائے تو اس میں بھی تقریباً اسی قدر
کار بندش ہوگا اگر وہاں سکندری سے بڑھکا دیا جائے ماجر کار قبہ وار بھی آب
۸۳۶۰ مربع میل ہے۔ خزانہ آب میں پانی کی حد آمد جس وقت کہ دریا میں
طغیانی ہوتی ہے تو وہ (۲۵) لاکھ (۲۵) ہزار ٹنکٹ فیٹ فی سکندری روانی ہوتی ہے
دیائے نیل کی طغیانی کے برابر ہے۔ اور لنڈن کے مشہور دریا ٹیمز کی

طنیانی سے پچاس گنا زیادہ۔ نظام ساگر کی گنجائش (کپاسٹی) جبکہ تالاب کامل
سمانی کی سطح پر مہوگا ۲۷ ارب ۷۹ کروڑ۔ ۲۰ لاکھ مکعب فیٹ ہے اور پانی
کی انتہائی سطح پر یعنی جس وقت طنیانی کے دروازے انتہائی کام کریں گے اوس
وقت ۲۵ ارب ۶ کروڑ ساٹھ لاکھ مکعب فیٹ ہوگی مں اور پانی کا مجموعہ ۱۰۶۰ فیٹ
ہے۔ بندش میں اس بات کا خاص اہتمام رکھا گیا ہے کہ پانی کی کثیر ترین مقدار شدید
طنیانی کے زمانہ میں چار لاکھ ۷۲ بہتر ہزار مکعب فیٹ فی سکند کے حساب سے فوراً
خارج کی جائے تاکہ نئے بائرجائنگ کے ۱۸ دروازے جابجائے ۲ خود بخود کھلنے والے دروازے
رکھے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک دروازہ ۴۰ فیٹ چوڑا ۱۵۰ فیٹ اونچا اور
۱۷ ٹن وزنی ہے جو اپنے سے دو چڑ پڑے سے آویزان ہے جس کو ایک
کھینکے کی گرفت سنبھالے ہوئے ہے۔ جب پانی انتہائی سطح آب سے ۳ انچ
بڑھ جائے تو وہ ایک چوڑے سے طرف میں گرتا ہے۔ جبکہ میزان آب کہتے ہیں
یہ میزان جب پانی کے وزن سے نیچے اترتی ہے تو کھینکے کی گرفت کو کھولتی
ہے تو ازنی پڑا تیزی سے نیچے اترتا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے برابر کے دروازے
کے کھینکے کی گرفت کو کھول دیتا ہے اس طرح توازنی پڑے نیچے گرا اترتے
اور دروازوں کو بالاتصال یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ کھولتے جاتے ہیں
(۳۰) سکند کے اندر ہی اندر یہ تمام دروازے کھل جاتے ہیں اسکے علاوہ
۸ x ۵۰ فیٹ کے ۹ عدد درستی صاف کرنے کے دروازے بھی ہیں اس مخزن آب

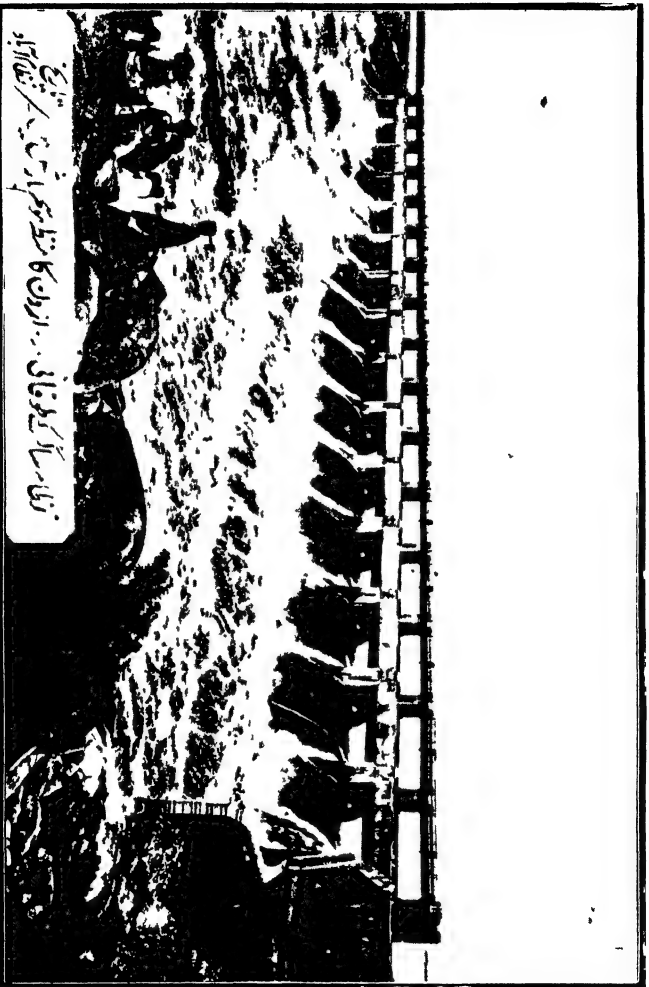
و۔ پانی کے پیداوار کا رقبہ خزانہ آب کے زیر مہو جانے پر ۵۰ مربع میل و ماخبر کا
طول بند تک ۲۴۰ میل ہے۔

کے شمال مشرقی حصہ سے نہر نکالی گئی ہے جس کا مجموعی طول ۱۱۰۰ میل ہے

نہر کی خصوصیات

| | | |
|-----------|-----------------|--|
| ۹۸ | میلوں میں | نہر کا طول |
| ۱۱۰۰ | " | شاخہائے نہر کا طول |
| ۱۰۰ | فٹوں میں | شکم نہر کا عرض |
| ۱۰ | " | نہر میں پانی کی گہرائی |
| ۳۳۳ | کمپٹوں میں | نہر میں پانی کی روانی فی ثانیہ (سکنڈ) |
| ۳۵۴ | " | تعداد مواضعات جنہی اراضی سیراب ہوگی |
| ۵۳۷ و ۵۳۹ | یکروں میں | نہر سے متاثر ہونے والا تخمینہ رقبہ |
| ۲۰,۷۵,۰۰۰ | " | مجموعہ رقبہ آبپاشی |
| ۲۱۴ و ۳۵ | لاکھ روپیوں میں | مصارف نہر |
| ۴۲۶ و ۶۹ | " | پراجکٹ کی جلاگت |
| ۴۶۶ و ۱۶ | " | محاصل |
| ۵۸ و ۵ | " | متوقعہ تخمینہ آمدنی |
| ۵۳۰ و ۵۳۹ | یکروں میں | کل رقبہ جو نہر سے متاثر ہو سکتا ہے بشرط گنجائش |

گہوڑوں کی طاقت برقی جو صدر قوم پرفراہم ہو سکتی ہے (K.W. ۵۵۰۰) ہے
پراجکٹ کی جلد رقم بموجب براؤر و سو اچار کر ڈر و پیہ سکہ عثمانیہ ہے جس
کے منجملہ بند کی رقم تقریباً دو کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ ہے اور بانی
۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ نہر کی لاگت ہے باوجود بند کی اتنی

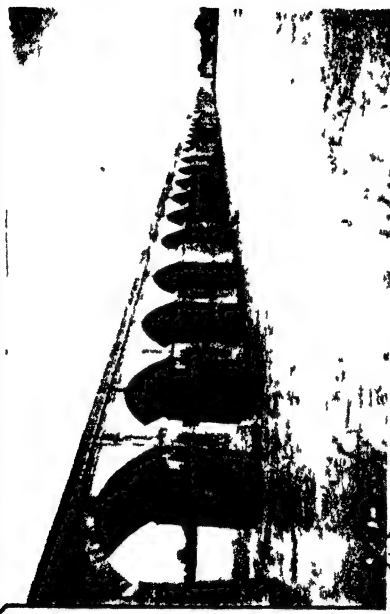


نظام سارکے طوفانی... ازون کا منتظر ہوا ہے۔

کتاب

تقریرات حضرت امام

قدس سرہ



سنگنی اور نہر کی طوالت کے ہماری حکومت نے نہایت کفایت شعاری سے کام لیکر محض نو اب علی نواز بنگ بہادر کے فکر و نظیم کے سبب اس عظیم الشان اور بے نظیر کام کو صرف سو اچار کروڑ میں مکمل کر دیا۔ حکومت کی کفایت شعاری اور حسن انتظام کا اندازہ لگانے کے لئے بہتر ہے کہ ہم ہندوستان کے مشہور بند کرشنا راج ساگر (میور) کا مقابلہ نظام ساگر سے کریں مخفی مباد کہ اس بند کو بھی ہندوستان کا سب سے بڑا بند کہا جاتا ہے۔

| نظام ساگر | کرشنا راج ساگر | بند |
|------------------------------|-----------------------------|----------------|
| ۲ میل | ایک میل ۶ فرلانگ | عیمیق آب |
| ۱۰۵ فٹ | ۱۲۵ فٹ | دریا کا منہ پر |
| ۸۳۷۶ مربع میل | ۴۰۰۰ مربع میل | لاگت |
| ۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ | ۲ کروڑ ۹ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ | |

خصوصیات

میور کے کرشنا راج ساگر اور سیا کر بیارج کو سامنے رکھ کر مصارف کا اندازہ کیا جائے تو تاہم ہوگا کہ اس بند کی تیاری میں کس قدر کفایت شعاری کو کام میں لایا گیا ہے سب سے بڑا ہر خصوصیت یہ ہے کہ کل یورپی انجینئرز رائے کو اس میں دخل نہیں رہا۔ اور عہد عثمانی میں ملک

۱۔ کرشنا ساگر میور کے مصارف دو کروڑ تانے لاکھ پچاس ہزار جبکہ ایک میل ۶۔ فرلانگ ہے۔ ۲۔ سیا کر بیارج کے مصارف (۲۳) کروڑ ہیں۔ جس کے تحت (۵) لاکھ کیرا منی سیراب ہوگی۔

کاسب سے پہلا ساگر دنیا کے ساگروں کی فہرست میں قابل ذکر قرار پایا

تعمیرات

سون برج عہد عثمانی میں یوں تو سرشتہ تعمیرات نے بہت سے
پل بنائے لیکن یہ پل عہد عثمانی کاسب سے بڑا پل ہے کیونکہ اس مقام
پر دریا میں (۲۳۰۰۰) مربع میل کے رقبہ کا پانی بہتا ہے۔ طینیانی میں
ہر لمحہ ۱۷ لاکھ مکعب فٹ کی رفتار سے اس مقام پر پانی رول رہتا ہے
اس پل کی (۳۶) عظیم الشان کمانیں ہیں جتنی ہر کمان (۱۶) فٹ کی ہے
اس کار تعمیر میں بارہ لاکھ مکعب فٹ چونہ اور پتھر صرف ہوا۔ پل پر جو
شُرک ہے اس کا عرض ۲۲ فٹ اور طول (۲۷۰۰) فٹ ہے۔ جس
پر ساڑھے دس لاکھ روپیہ سکے عثمانیہ کا خرچہ نکال دیا ہوا۔ آغاز کار ۱۳۳۵ھ
کے آخر میں ہوا اور بتایہ ۲۶ اردو بہشت سنگ لکھتہ نظام ساگر کے
افتتاح کے بعد ذات شاہانہ نے اپنے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح
فرمایا جس سے رعایا کیلئے انتہائی آسائش و اطمینان کا ایک باب کھل
گیا۔ کیونکہ دیرہ میل مسافت کو کرے کے ذریعہ عبور و مرور جان کی
بازی لگانا تھا۔ نہ معلوم کتنی ہزار جانیں نذر آب ہو گئیں۔ آج ہر وہ انسان
جو اس پر سے گزرتا ہے۔ بے ساختہ اپنے بادشاہ کیلئے شاہ عثمان زندہ
باد۔ دولت آصفی پایندہ باد کی دعا کرتا ہے و

فل من اتفاق کہ بتایہ ۲۲ جون سنگ لکھتہ اس پل کے تعمیر کو دیکھنے میں جلا گیا۔
اس وقت چوبیسویں کمان کا سنگ بنیاد رکھنے عبدالکریم صاحب گتہ دار کسی معصوم

سالورہ برج اس کی تعمیر سے نانڈیہ کا راستہ قریب تر ہو جائے گا۔
 پہلے ۱۳۲۲ء میں اس کی تعمیر ہوئی۔ لیکن ناقص ہونے کی وجہ سے ۱۳۴۷ء
 میں تقریباً ایک لاکھ کے صرف سے تعمیر ہو رہا ہے جو غالباً آخر ۱۳۴۹ء تک
 مکمل ہو جائے گا۔ اس برج کے تعمیر کے انچارج عبدالعزیز صاحب مدگار
 نعمات ہیں۔ گتہ دار رام کیشو متھرا ہیں۔

پانگڑہ برج نظام آباد سے آرمور گذرتے ہوئے بڑی دشواری تھی
 کہ راستہ میں ایک چھوٹی سی ندی پانگڑہ کی وجہ سے دو دروازے آمد و رفت
 موقوف ہو جاتی۔ ۱۳۴۲ء میں اس پر پل تعمیر کیا گیا۔ جسکی وجہ سے آمد و
 رفت کی سہولت ہوئی۔ اس پل کی لاگت ۱۲ لاکھ روپیہ ہوئی۔

سیولاننگ کے ج اندرون آبادی داخل ہونے کیلئے بعض وقت ۱۳۴۲ء
 تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اور یہ موقع بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا کہ حیدر آباد
 سے (۱۰ میل بلاروک ٹوک آنے کے بعد دو فرلاننگ جب نظام آباد
 کے داخل کیلئے باقی ہیں۔ تو اس سے آبادی کو دیکھتے ہوئے پریشان حال
 کھڑے ہیں۔ اس تکلیف کو مشیر ارج شاہ تھلہ کے حسن توجہ نے
 دور کر دیا۔ اور ایک سینٹ کے پل کی تعمیر ۱۳۴۵ء میں شروع و مکمل ہوئی
 جس کی وجہ سے دور کی انتہائی سہولت پیدا ہو گئی۔ اس کی لاگت ۱۲ لاکھ روپیہ

بقیہ حالت یہ بچے کی تلاش میں تھے کہ میس ساتھ میراٹرا کا انوسعادت حامد
 غلام سنگیر کسٹن تھا۔ گتہ دار صاحب موصوف نے اسکو متوجہ کر کے اس کے
 ہتھوں سنگ بنیاد کو دیا یا معلوم ہوا کہ کچھان کا سنگ بنیاد انہوں نے کسی نہ کسی کسٹن
 معصوم بچے کے ہتھوں رکھوایا ہے۔ اس لیے صاحب موصوف نے اس کی تحریک کی تھی۔

ملدی برج | بودہن اور ایڑ ملی کے درمیان ۳۴۲ لکھ اس پل کی
تعمیر ہوئی جس پر ۱۰ لکھ روپیہ کا خرچ آیا۔ یہ
اے۔ سی۔ سی۔ یعنی سمیٹ کا پل ہے۔

باب (۷)

انتظام جنگلات

ضلع بندی سے قبل جنگلات کی نہ ان کو کوئی قدر و قیمت تھی اور نہ انتظام
جس کا جی چاہا اور جس نے چاہا قطع و برید پیداوار صحرائی کر لی۔ ضلع نظام
کا صحرا ملک سرکار عالی کا بہترین صحرا تھا۔ کیونکہ ضلع عادل آباد کا صحرا بھی
اسی میں شامل تھا۔ جو آج تک ملک میں قابل قدر ہے۔ ۱۲۹۵ء
میں ضلع ہذا پر محمد اسماعیل خان صاحب داروغہ چوہینہ۔ دوم مددگار صاحب
چوہینہ صوبہ شمالی کے تحت تھے جنگلی تنخواہ (۳۰) تھی۔
(اس زمانہ میں صدر مہتمم چوہینہ عباس بیگ صاحب اور مددگار چوہینہ
سمت شمالی مسٹر چارلس آتھے۔)

۱۲۹۸ء میں احمد خان صاحب داروغہ و محمد یونس صاحب
داروغہ کا تقرر ہوا دفتر داروغگی نظام آباد کا مستقر نزل پر تھا۔ کیونکہ
صحرائے عادل آباد بھی اسی کے تحت تھا۔

فہرست پٹیاں جنگلات

سرپور۔ بورلم۔ کنوٹ۔ اسلا پور۔ اندلواہی۔ یلار ٹیڈی۔ اندور۔

بیمگل - بندیکھڑ - رو درور - اٹنور - نرسا پور - تپا پور - نرمل - کلیانی - مید
 دودھ گاؤں - پیری - سر علیہ - تعلقہ ایدلا آباد - (عادل آباد) ۱۳۰۱
 میں یہ ضلع دفتر جنگلات کا مستقر قرار پایا اور مددگار ناظم جنگلات صوبہ
 بیدر کے تحت رہا۔ جس پر محمد جمال الدین قسینی بحیثیت مددگار صوبہ بیدر
 مستقر رامایم پیٹھ کار گزار ہوئے۔ ۱۳۱۵ء میں دفتر مددکاری نظامت
 کا مستقر اس ضلع کو قرار دیا گیا۔ اور مسٹر سیارٹن جنگلات آفسر مقرر ہوئے۔
 قیام ڈیویژن کے بعد سے حسب ذیل مددگار کار گزار رہے

| نشان | نام مددگار | تاریخ و سہ ماہی |
|------|------------------------------|-----------------|
| ۱ | مسٹر پیٹریج | ۱۳۱۳ء |
| ۲ | مسٹر آر۔ سی۔ فیارل | ۱۳۱۵ء |
| ۳ | احمد محمد الدین صاحب | ۱۳۱۹ء |
| ۴ | محمد مولا بخش صاحب | ۱۳۲۵ء |
| ۵ | سید محمود رضوی صاحب | ۱۳۳۰ء |
| ۶ | مسٹر ایس۔ سی۔ ایدورڈس | ۱۳۳۶ء |
| ۷ | مسٹر دامن راؤ | ۱۳۴۰ء |
| ۸ | سید محمد فرید الدین خان صاحب | ۱۳۴۵ء |
| ۹ | عبد العزیز صاحب | ۱۳۴۶ء |

مستعمل و خروج ۱۳۱۵ء میں ڈیویژن کرکٹ اور ۱۳۲۲ء میں
 ڈیویژن میدک نظام آباد سے علیحدہ ہوئے۔

اور ۱۳۲۵ فٹ میں ریونج پلائیڈ میڈک میں اور کو لاس ٹانڈر میں
 شریک ہوئے۔ رام پٹی کا جدید ریونج ۱۳۳۲ فٹ میں قائم کیا گیا۔
 رقبہ صحرا اور اٹھ اذیل کے دیکھئے۔ یہ قصبہ محصورہ کے مدوجز کے
 معلومات ہو سکتے ہیں۔ ۱۳۱۰ فٹ میں ضلع ایگنڈل (کریم نگر) کا رقبہ
 بھی اس ضلع میں شامل تھا۔

ضلع ایگنڈل تعلقہ مہادلو پور۔
 صدی بیٹھ
 نظام آباد۔ منجیہ
 حاجی پور

صمہ سپر
 لکھنؤ = ۹۶ میل
 کیر = ۲۰
 لکھنؤ = ۷۵
 کیر = ۱۶

جمہ

صمہ لکھنؤ = ۹۰ میل
 رقبہ جنگلات جملہ رقبہ جنگلات (۲۰۵۰۰) کیر ڈیویژن نظام آباد
 کے تحت ہے جسکی تفصیل تحت محصورہ اور غیر محصورہ سے ظاہر ہوگی۔

| ۲۰ | کیر | میل | کیر | میل | میل |
|--------|--------|-------|-----|-----|-------------------|
| ۵۸۰۸۵۲ | ۱۰۷ | | | | رتبہ مقصود تھا |
| ۱۵۲۰۹۸ | ۲۳۷۱۶۵ | ۱۲۵ | | | |
| ۳۰۲۲۳۰ | ۱۷۵۱۹۸ | ۹۰۹۱۱ | | | |

| | | | | |
|-------|----------------|-------|-----------------|------|
| ۱۲۰ | ۷۶۷۹۶ میکرو | ۲۷۹۳۰ | ۳۰۶۵۷۶ میکرو | ۱۳۲۴ |
| ۲۶۷۳۲ | ۱۶۸۵۷ میکرو | ۳۲۲۳۵ | ۱۲۰۲۱۳ میکرو | ۱۳۲۵ |

۱۳۲۴ء میں محصورہ کا رقبہ ۲۸۵۸۱ ایکڑ رہا۔
 رینج - حسب ذیل ریخ اس وقت ڈیویژن میں قائم ہیں۔ پنجپہ
 بانسواڑہ - رباریدی - بیگل - سرسلہ -
تفصیل ذرائع آمدنی - حسب ذیل عداات محرائی ذرائع آمدنی شدہ
 جنگلات ہیں۔ چوبیسہ ہزار اقسام - ہمیشہ سرفنی و گولہ - بانس بنگ نیچوڑی
 گہانس - برگ آبنوس - ٹمرہ درختاں - پیداوار خفیف شہد - موم
 حلیلہ وغیرہ -

جرمانہ و معاوضہ نقصان محراز

ان ابواب میں سب سے زیادہ چوبیسہ اور ہزار برگ آبنوس
 کے ذرائع ہیں۔ جسکی مانگ ۱۳۳۴ء سے بڑی شد و مد کے ساتھ
 ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ ۱۳۳۴ء میں برگ آبنوس کی آمدنی تقریباً
 چالیس ہزار ہوئی۔

آمد و محروج - آمدنی و خرچ کا مد و جزر ستحہ ذیل کے ملاحظہ سے
 واضح ہوگا۔

| سنہ | آمدنی | خرچ | کیفیت |
|------|---------------|----------------|-------|
| ۱۳۱۰ | ۶۲۲۳ میکرو | ۱۱۵۵۹ میکرو | |

| | | |
|--------|--------|------|
| ۱۸۱۹۷ | ۲۹۵۹۷ | ۱۳۳۰ |
| ملاوٹا | ملاوٹا | |
| ۲۰۸۵۹ | ۱۲۲۲۰۱ | ۱۳۳۰ |
| ملاوٹا | ملاوٹا | |
| ۲۹۷۹۲ | ۲۰۳۲۱۲ | ۱۳۳۰ |
| ملاوٹا | ملاوٹا | |
| ۵۵۲۱۵ | ۱۵۹۸۷۵ | ۱۳۳۰ |
| ملاوٹا | ملاوٹا | |

کوپ سٹم - ۱۳۲۶ء سے کوپ سٹم ۱۳۳۰ء احمد علی الدین صاحب مددگار جنکٹات اسکے علی نتائج کی صورت میں ظہور پذیر ہوا ۱۳۲۶ء میں ۲۰ کوپ بنائے گئے۔ ۱۳۳۰ء میں (۲۵) کوپ بنائے گئے۔ ۱۳۳۰ء اور ۱۳۳۱ء میں (۱۱) کوپ بنے جو ہر سال ہراج ہوتے ہیں۔ حکومت اجرین چال کر کے لکڑی برآمد کرتے ہیں۔ اور اس کی تجارت سے کافی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کوپ سٹم قبضہ یادو سے زمانہ سویر ہوا۔ بعض کوپ قمی پیدوار سٹور کے پانچ ہزار روپے تک بھی مران ہوتے ہیں۔ یہ صحرائے مانال کا بیش قیمت حصہ ہے۔

۱۳۳۰ء کے صحرائے کوپ سٹم کے سلسلہ ہی میں بغرض آمدی جو مینہ حسب ذیل رستہ صحرائی بنائے گئے۔ (۱) بانسوارہ ریخ میں۔ ابرہیم پور۔ کونا پور۔ ۳ میل ایک ذرا۔ ۱۳۳۲ء۔

۱۳۳۶ء بانسوارہ ریخ میں۔ بمند یوٹی۔ جاہورہ ۳ میل ۱۳۳۶ء

بانسواڑہ رینج میں - ہند پوہلی، حاجی پور - ہنہاجی پٹھہ میل ۵۱۳۶
(۲) رینج بیگل - ویون پٹی گھاٹ روڈ - ۶۰۰ فرلانگ ۵۱۳۷

مانال بیرمیڈلہ - ۹ میل ۵۱۳۸

پرلہ گھاٹ روڈ - ۲ فرلانگ ۵۱۳۹

بیرمیڈلہ گرہن پٹی - ۱۰ میل ۵۱۴۰

مد (۳) رینج پنجپہ - ملک پور تانچپہ - ۱۱ میل ۵۱۴۱

تعمیرات اعلیٰ - ۱۳۱۹ میں دفتر ڈیوین کی عمارت متانہ ۱۰۶۰

کے طرف سے بنی - اور رسٹ ہاؤز حسب ذیل مقامات پر ۱۳۴۲

سے ۱۳۴۵ تک تیار ہوئے ہیں - حاجی پور ارسہ پٹی - اکاپلی

مینڈ پورہ - ابراہیم پٹن - مانال -

قیام نرسری - مزارعین نظام آباد کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے

سمت رینج بانسواڑہ اور پنجپہ کے تحت میں سبز کھاد کے لئے انتظامات

پلانٹیشن و نرسری کا قیام حسب ذیل مقامات پر عمل میں آیا ہے -

نام رینج مقام رقبہ
رینج بانسواڑہ - ترلا پور نرسری ۱۳۴۱

بانسنگ پلانٹیشن (کاشت) سے یکر ۱۳۴۲

ترلا پور کرنج پلانٹیشن (کاشت) سے یکر ۱۳۴۳

کاشت سرود - مخدوم پور - سے یکر ۱۳۴۴

کاشت کرنج - ابراہیم پٹھہ - سے یکر ۱۳۴۵

الع یکر ۱۳۴۶

کاشت کر سبج - بورلم - عیسوی کیر ۲۵
 منچہ ریخ - نرسری موسرہ - ۱۲ کیر ۲۵
 بانس پلانٹیشن موسرہ - ۱۵ کیر ۲۵
 تیاری سبز کھاد پر کرٹ - ۱۵ کیر ۲۵
 تیاری سبز کھاد نوی بیٹھ - ۱۵ کیر ۲۵
 عملہ سبز کھاد و صلاح - نسل ہذا میں ایک مددگار ناظم اور ایک نائب
 مددگار - اور (۵) ریخ آفسیسی امتار اور (۴) نائب امین (۶)
 سحر دار (۵۱) چولیدار کارکنہ لکھنؤ -

باب کروڑ گیری

۱۳۱۸ء میں جب کہ اسٹیشن نظام آباد قائم ہوا تو دفتر ناظر کروڑ گیری
 میں ساتھ ہی قائم کیا گیا۔ ابتدا میں نائب امینی تھے۔ ۱۳۱۹ء میں
 امینی کا دفتر قائم ہوا۔ اسفندار ۱۳۱۸ء میں کام کی کمی کی وجہ امین
 مستحیف ہو کر نائب امینی قائم ہوئی۔ فی الوقت نائب امین کا درجہ ہے
 محی الدین احمد صاحب موجودہ ناظر کروڑ گیری نے ابتدا میں اس پیمے کی امینی
 کا جائزہ خور داؤ ۱۳۱۹ء میں چال کیا اور مہر ۱۳۲۱ء تک یہاں کارکنہ
 ہے۔ نظام آباد کے دفتر کروڑ گیری کو سب ناظر پر ناز ہے کہ اس کا امین

اور دکن کا سپوت صحیح معنی میں امین کروڑ گیری ملک سرکار عالی ثابت
 آج جس پر سررشتہ کروڑ گیری ہی نہیں بلکہ ملک سرکار عالی کو مخبر ہے کہ
 موجودہ کروڑ گیری کے حسن انتظام نے سررشتہ کے نظم و نسق کو اس قدر
 اعلیٰ بنا دیا ہے کہ کوئی زمانہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
 نقشہ ذیل سے اسٹیشن نظام آباد کے درآمد و برآمد کے اعداد معلوم ہو سکتے

| سنہ | درآمد | برآمد | جملہ | کیفیت |
|-------|------------|------------|-------------|-------------|
| ۱۳۱۰ھ | ۵۰۰۰۰ روپے | ۵۰۰۰۰ روپے | ۱۰۰۰۰۰ روپے | اللہ تعالیٰ |
| ۱۳۱۱ھ | ۶۰۰۰۰ روپے | ۶۰۰۰۰ روپے | ۱۲۰۰۰۰ روپے | اللہ تعالیٰ |
| ۱۳۱۲ھ | ۷۰۰۰۰ روپے | ۷۰۰۰۰ روپے | ۱۴۰۰۰۰ روپے | اللہ تعالیٰ |
| ۱۳۱۳ھ | ۸۰۰۰۰ روپے | ۸۰۰۰۰ روپے | ۱۶۰۰۰۰ روپے | اللہ تعالیٰ |

نقشہ ذیل سے پٹنہ نظام آباد کی جملہ آمدنی و درآمد کے اعداد معلوم کیے

| سنہ | درآمد | برآمد | جملہ | کیفیت |
|-------|------------|------------|-------------|-------------|
| ۱۳۱۰ھ | ۵۰۰۰۰ روپے | ۵۰۰۰۰ روپے | ۱۰۰۰۰۰ روپے | اللہ تعالیٰ |

| | | | | | |
|------|------------------|------|------------------|------|------------------|
| ۳۳۰ھ | عمرمحمد لکھنؤ | ۳۳۱ھ | عمرمحمد لکھنؤ | ۳۳۲ھ | عمرمحمد لکھنؤ |
| ۳۳۱ھ | عمرمحمد لکھنؤ | ۳۳۲ھ | عمرمحمد لکھنؤ | ۳۳۳ھ | عمرمحمد لکھنؤ |

(نوٹ) ۳۳۱ھ میں نظام آباد پر دفتر ایمنی قائم نہیں تھا۔ اور
۳۳۲ھ میں دفتر ایمنی رہا۔ اس لئے ان ہر دو سالوں کا داخلہ
اسٹیشن کرڈ گیری کے نقشہ میں درج ہے۔

حصہ سوم انتظام مملکت

باب ۹

عدالت

قبل ضلع بندی دفتر تفتارت میں مقدمات - دیوانی و مالی - و فوجداری کے فصل خصوصاً کا کام ہوا کرتا تھا۔ جب کوئی قاضی وقت کے فیصلہ سے ناراض ہوتا تو عدالت بادشاہی میں مرافعہ کیا کرتا۔ جس کا مستقر حیدرآباد تھا ضلع بندی کے بعد سے عدالت ہائے دیوانی و فوجداری کے انتظامات ملک سرکار عالی میں شروع ہوئے اول تعلقہ دار ضلع ناظم ضلع کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور عدالت دیوانی کیلئے ایک ناظم مقرر ہوا۔ جس کو فوجداری میں مددگار ناظم ضلع کے اختیارات بھی تھے۔ وہ جائنٹ مجسٹریٹ کہلاتا تھا۔ سررشتہ مال کے عہداران دوم و سوم تعلقہ دار تحصیلدار کو دیوانی و فوجداری اختیارات تھے جو مال - عدالت کے فصل خصوصاً کے فرایض انجام دیتے۔

۱۳۲۸ء میں امتزاع اختیارات عہدہ داران انتظامی سے (یعنی مال و کو توالی جو تعلقہ دار ضلع کے تحت تھے) فوجداری و دیوانی اختیارات لے لئے گئے۔ اور چند ایسے اختیارات تعلقہ دار و مددگار

تعلقہ دار کو عطاء کئے گئے جو انتظامی نقطہ نظر سے ضروری تھے۔ اسکے بعد ہر تعلقہ کیلئے ایک منصف مقرر کیا جا کر عدالت کو راست معزز مجلس عالیہ عدالت کے تحت کر دیا گیا اس انتظام کو رعایا نے انتہائی مسرت سے دیکھا۔ عہد عثمانی کا یہ زین کار نامہ ہے جس کو حکومت ہند بھی آج تک انجام نہ دے سکی۔ درآن حالیکہ وہ اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ اور کر رہی ہے۔ منصفی نظام آباد ۱۲۴۱ھ میں بوجہ کمی مروجہ تخفیف کر دی گئی۔ اور اس کا کام عدالت ضلع میں ضم کر دیا گیا۔ ۱۶۔ آبان ۱۲۴۱ھ کو پہر اسکا قیام عمل میں آیا احمد بن شہر صاحب منصف نے جائزہ عمارات۔ عدالت ضلع کی عمارت ۱۲۴۱ھ میں مکمل ہوئی۔ اندھنی کی عمارت ۱۲۳۵ھ میں اول الذکر کی تعمیر پر ملا۔ اور ثانی الذکر پر روپیہ صرف ہوا۔

تظمار ضلع جو کرسی عدالت پر کار فرما ہے

| سلسلہ | اسما و نظام عدالت | سلسلہ | اسما و نظام مستقل | جج |
|-------|----------------------|-------|--------------------|-------|
| ۱ | قاضی بہاد الدین صاحب | ۱۲۹۰ھ | محمود خان صاحب | ۱۳۰۱ھ |
| ۲ | قاضی عبدالقادر صاحب | ۱۲۹۲ھ | شیر علی خان صاحب | ۱۳۰۲ھ |
| ۳ | مجیب اللہ صاحب | ۱۲۹۳ھ | سجاد حسین خان صاحب | - |
| ۴ | نجم الدین صاحب | ۱۲۹۵ھ | رائے بالکند صاحب | - |
| ۵ | عبدالکریم صاحب | ۱۲۹۶ھ | بہا گوٹ پرشاد صاحب | - |

| | | | | |
|----|---------------------------|----|----------------------|------|
| ۱۱ | سید حسین صاحب جشن | ۲۱ | ابو سعید مرزا صاحب | ۱۳۲۰ |
| ۱۲ | محمد اسحاق صاحب | ۲۲ | اصغر علی خان صاحب | ۱۳۲۱ |
| ۱۳ | سید حسین صاحب کر | ۲۳ | عبد السلام صاحب | ۱۳۲۲ |
| ۱۴ | محمد حسن یاور خان صاحب | ۲۴ | مرزا عباس بیگ صاحب | ۱۳۲۳ |
| ۱۵ | حبیب اللہ صاحب | ۲۵ | عباس حسین خان صاحب | ۱۳۲۴ |
| ۱۶ | رضی الدین احمد الخاں صاحب | ۲۶ | مرزا محمد بہادر صاحب | ۱۳۲۵ |
| ۱۷ | عبد الکرم صاحب | ۲۷ | عبد المہیت خان صاحب | ۱۳۲۶ |
| ۱۸ | امجد علی خان صاحب | ۲۸ | اختر حسین خان صاحب | ۱۳۲۷ |
| ۱۹ | میر حیدر علی خان صاحب | | | |
| ۲۰ | سید احمد حسین صاحب | | | |

مقدّمات دیوانی و فوجداری کا مد و جز تختہ ذیل سے ظاہر ہو سکتا ہے۔
تختہ مروجہ منفصلہ عدالت لمے دیوانی و فوجداری خلیع نظام آباد

| نمبر | تقدّمات مروجہ | | | الفصل | سینکڑ | آمدنی | خرج |
|------|---------------|---------|--------|-------|-----------|----------------|----------------|
| | دیوانی | فوجداری | دیوانی | | | | |
| ۱۳۲۰ | ۲۵۳ | ۰ | ۳۵۱ | ۰ | لویہ اللہ | میر کا مروجہ | بیمہ مال مروجہ |
| ۱۳۲۱ | ۲۸۲ | ۰ | ۴۱۲ | ۰ | کاکے | بیمہ مال مروجہ | بیمہ مال مروجہ |
| ۱۳۲۲ | ۱۶۵۶ | ۱۵۴۲ | ۱۶۰۱ | ۱۶۰۲ | لویہ اللہ | لویہ اللہ | لویہ اللہ |
| ۱۳۲۳ | ۱۶۲۰ | ۱۴۱۴ | ۱۶۰۸ | ۱۴۱۳ | لویہ اللہ | لویہ اللہ | لویہ اللہ |

طبقة وکلاء

۱۲۹۵ء میں لکھے پڑھے سمجھدار اشخاص کو رعایا کی جانب سے
 سپردی کرنے کی اجازت عدالت سے دی جاتی تھی۔ چنانچہ نظام آباد
 کے مشہور مختار کاروں میں سدا سوراؤ صاحب عرف وکیل سکولاس
 عبد الواحد النعمادر۔ محمد حسین عرف گشتی نشان ساڑھے تین فی مشہور
 تھے۔ قدیم وکلاء میں شیخ محمد صاحب وکیل ہیں۔ جنہوں نے ۱۲۹۶ء
 میں سند وکالت حاصل کی اور آج تک فریضہ وکالت انجام دیر ہے
 ہیں (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو باب مشاہیر ۱۲۹۷ء میں
 مسٹر وغنونیٹ وکیل نے سند وکالت حاصل کی یہ انگریزی داں بھی
 تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۲۷ء میں ہو گیا۔ بزمانہ حیات ہی وکالت
 ترک کر دی تھی۔ ۱۲۹۷ء میں مسٹر جگناتھ راؤ نے سند حاصل کی اور
 ۱۳۲۵ء تک ہمیشہ وکالت انجام دیتے رہے ۱۳۲۶ء میں انتقال
 ہوا۔ سید شمس الدین صاحب نے ۱۳۰۱ء میں وکالت شروع کی
 آپ فتح پور کے رہنے والے ہیں ۱۳۰۱ء میں درجہ سوم کی سند وکالت
 حاصل کی اس کے بعد ۱۳۰۷ء میں درجہ دوم کا امتحان دیا۔ نظام آباد
 میں درجہ اول کی سند ۱۳۱۵ء میں لی۔ ۱۳۲۳ء سے بوجہ پیرائے سالی
 و محمد حسین صاحب باوجود لکھنا پڑھنا جاننے کے خداداد حافظہ کی مدد سے بحوالہ
 گشتیات سپردی کیا کرتے تھے۔ نظائر و احکام پڑھا کر سن لیتے جو حافظہ میں محفوظ
 ہو جاتے تھے اس عرفیت سے مخاطب کیا تھا۔ اس کے بعد یہ عام ہو گئی۔



سید شمس الدین وکیل / نظام آباد میونسپلٹی



اجلاس پدکام بند کر دیا۔ گھر پر مشیر قانونی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ آپ کا یہ مانہ وکالت انتہائی نیک نامی۔ خود داری۔ دیانت کے ساتھ فرائض وکالت میں آج تک مشہور ہے ہر شخص آپ کی سچائی کا بڑا احسان ہے۔ ابتداء سے آپ انجمن وکلاء نظام آباد کی صدارت پر منتخب ہوتے رہے۔ اختلاف میں اس ذمہ دار خدمت سے آپ نے سبکدوشی حاصل فرمائی۔ اختلاف میں سید یوسف صاحب بی۔ اے۔ یل۔ یل۔ بی۔ نظام آباد کے متوطن امتحان قانونی میں کامیاب ہوئے اور نظام آباد میں پراکٹس شروع کی یہ سب سے پہلے نظام آبادی۔ یل۔ یل۔ بی۔ وکیل ہیں۔ نظام آباد کے نامور وکلاء جنہوں نے اپنی حیات میں کامیاب وکالت کی۔ حسب ذیل ہیں۔

| نمبر | نام وکلاء | نمبر | نام وکلاء |
|------|----------------------------|------|---------------------------|
| ۱ | محمد صدیق صاحب | ۲ | گورکھ رام چندر راؤ وکیل |
| ۳ | سید حسن صاحب | ۴ | محمد حسین صاحب وکیل |
| ۵ | مشیر کاراچند راول وکیل | ۶ | محمد عظیم الدین صاحب وکیل |
| ۷ | محمد برہان الدین صاحب وکیل | ۸ | غلام محمد صاحب وکیل |
| ۹ | باپورا و صاحب وکیل | ۱۰ | محمد حلال الدین صاحب وکیل |

ف۔ اس عرفیت کی وجہ یہ تھی کہ آپ مغلوب الغضب تھے غصہ میں چہرہ کارنگ سرخ ہو جاتا تھا۔ یہ عرفیت اس قدر عام تھی کہ عوام بجز اس عرفیت کے نام سے ناواقف تھے۔ مگر تو بالمشافہ اسی نام سے آپ کو دریافت کرتے تھے بقیہ صفحہ دیگر

۱۳۳۲ء میں صرف (۱۹) وکلاء تھے جس میں (۱۰) مسلمان اور (۹) ہندو کی تعداد تھی۔

۱۳۳۴ء میں انکی تعداد (۲۹) ہو گئی اور فی الوقت (۳۶) کی تعداد ہے۔ انجمن وکلاء کا قیام ۱۳۳۲ء میں عمل میں آیا۔ جس کے زیر مجلس مولوی سید شمس الدین صاحب وکیل مقرر ہوئے جو ۱۳۳۴ء تک رہے ابتداءً معتمد مسٹر جگناتھ راؤ تھے۔ اور اسکے بعد مسٹر باپوراؤ وکیل اور اس کے بعد مسٹر راجندر راؤ وکیل مقرر ہوئے ۱۳۳۵ء سے ۱۳۳۵ء تک مصنف اس خدمت کو انجام دیا ۱۳۳۵ء میں میر مجلس مسٹر نارائن راؤ وکیل ہائیکورٹ اور مسٹر محمد علی خان۔ بی۔ اے۔ میل بی وکیل ہائیکورٹ معتمد مقرر ہوئے۔

باب پولیس

پولیس کے انتظامات بوقت ضلع بندی ابتدائی بعد نواریں لاہور جنگ اول عمل میں آئے۔ پہلا تقرر خدمت تھیں پولیس پر ملا عبد القادر صاحب دکنی متوطن بالکنڈہ کا ہوا۔ تختہ ذیل کے دیکھنے سے متہمان پولیس کی کار فرمائی کا زمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔

بقیہ حاشیہ ۱۲۱: نو جداری مقدمات میں مرحوم خوب کام کیا کرتے تھے۔

ستون ذیل کے دیکھنے سے ہر تھانہ میں کس کا زمانہ کارگزاری معلوم ہوگا

| بیان | نام | سنہ کارگزاری |
|------|--------------------|----------------|
| ۱ | حکیم محمد ولی صاحب | ۱۳۱۲ھ |
| ۲ | سید شاہ پیران صاحب | ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۲۴ھ |

| | | | | | | | | | |
|---|-------|---|-------|---|-------|---|-------|---|-------|
| ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ |
| ن | ۲۱۱ | ن | ۲۱۱ | ن | ۲۱۱ | ن | ۲۱۱ | ن | ۲۱۱ |
| ن | ۹۲۱۲ | ن | ۹۲۱۲ | ن | ۹۲۱۲ | ن | ۹۲۱۲ | ن | ۹۲۱۲ |
| ن | ۲۲۵۵ | ن | ۲۲۵۵ | ن | ۲۲۵۵ | ن | ۲۲۵۵ | ن | ۲۲۵۵ |
| ن | ۱۶۰۸۲ | ن | ۱۶۰۸۲ | ن | ۱۶۰۸۲ | ن | ۱۶۰۸۲ | ن | ۱۶۰۸۲ |
| ن | ۱۵۰۸۲ | ن | ۱۵۰۸۲ | ن | ۱۵۰۸۲ | ن | ۱۵۰۸۲ | ن | ۱۵۰۸۲ |
| ن | ۱۶۹۶۱ | ن | ۱۶۹۶۱ | ن | ۱۶۹۶۱ | ن | ۱۶۹۶۱ | ن | ۱۶۹۶۱ |
| ن | ۶۱۳ | ن | ۶۱۳ | ن | ۶۱۳ | ن | ۶۱۳ | ن | ۶۱۳ |
| ن | ۲۶۸ | ن | ۲۶۸ | ن | ۲۶۸ | ن | ۲۶۸ | ن | ۲۶۸ |
| ن | ۵ | ن | ۵ | ن | ۵ | ن | ۵ | ن | ۵ |
| ن | ۲۶ | ن | ۲۶ | ن | ۲۶ | ن | ۲۶ | ن | ۲۶ |
| ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ | ن | ۱۳۲۰ |

نشر شدہ تواریخ ضلع نظام آباد کی کارگزاری اعداد ذیل کے لحاظ سے وضع ہوئی

پولیس کی قوت۔ ضلع میں (۷۰۴) نفر کی حسب ذیل جمعیت پولیس
 کار گزار ہے جس کے آفسر علیٰ اہتمام پولیس اور ایک مددگار ہیں اور اصل
 تعلقہ دار ضلع کی حیثیت ناظم پولیس اضلع کی ہے۔ جمعیت علاقہ دیوانی
 (۵۱۲) جوان پولیس۔ مسلح پولیس (۵۰) سب انسپکٹر ان (۱۸) کورٹ
 انسپکٹر (۱) سرکل انسپکٹر (۳) جمعداران درجہ اول (۶) درجہ دوم (۱۹)
 درجہ سوم (۲۴)
 علاقہ جاگیرات

| نام علاقہ | کاشتکار | جمعدار درجہ دوم | درجہ سوم | سب انسپکٹر |
|-----------|---------|-----------------|----------|------------|
| گندھاری | ۱۶ | ۲ | ۱ | ۱ |
| کوٹ گیر | ۲۰ | ۴ | ۲ | ۱ |
| جلال پور | ۱۵ | ۱ | ۲ | ۱ |
| بالکنڈہ | ۴ | ۴ | ۱ | |
| سالورہ | ۴ | ۴ | | |

فرقہ وارانہ فساد۔ مسلمانوں میں پہلی مرتبہ ہندو مسلم فساد اسطرح
 رونما ہوا کہ مسجد پہولانگ کے سامنے سے گنتی کا جلوس شہر مدار طریقہ
 پر گزر رہا تھا۔ اور طریقہ قدیم کے موافق حرمت مسجد کا خیال نہیں رکھا
 گیا۔ جسکی وجہ مسلمانان پہولانگ بے فروختہ ہو کر جلوس پر حملہ آور ہو گئے
 اور جلوس کو منتشر کر دیا۔ پولیس کی بروقت مداخلت نے ہنگامہ
 کو جلد فرو کر دیا۔ کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ اسلئے آج تک

سب سے مذہبی جلوں کے مواقع پر پولیس خاص انتظام کیا کرتی ہے۔
پولیس اور فوج باقاعدہ کا تصادم ۱۹۲۲ء میں جب کہ
 فوج باقاعدہ صدر مجلس بلدہ پر متعین تھی۔ ایک سپاہی فوج نے کسی
 جرم کا ارتکاب کیا جسکی بنا پر پولیس نے اسکو گرفتار کر لیا۔ اس پر
 فوج میں جذبہ خود داری رونما ہوا۔ فوج و پولیس میں تصادم ہونے
 میں کوئی کسر باقی نہ تھی کہ نواب سہراب نواز جنگ اقلقدار
 وقت و سبب مظفر الدین ہستم پولیس کی انتہائی کوشش و اہتمام و ہضم
 پر اشتغال فرما ہوا۔

سیاسی کشمکش۔ انقلاب حیدرآباد کا متع نظام آباد کو کہا جاسکتا
 ہے کہ یہ ۱۹۴۷ء ہجری میں عید غنمی کے موقع پر اندرون اجاط مسجد
 میں امام مسجد نے گائے کی قربانی دی (امام صاحب کی مشعل
 مسنونت اجاط مسجد میں ہی تھی) بیچ کے اہل ہندو تاجروں نے آریہ
 سحرین کے افسانے پر حکومت کے سامنے صدائے احتجاج بلدہ
 کی۔ یہ مسلمانوں نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے ان کو گرفتار
 کیا جائے، درخواست پر جو زبانی جواب ملا اس کو درست
 اور فہم دارانہ خیال کیا جا کر بطور احتجاج نظام آباد میں عام ہڑتال
 کیا دی گئی۔ دوسرے مسلمانوں میں جو غصہ پیدا ہو گیا، ہستم پولیس نے
 جب مجھکو امداد طلب کیا تو میں نے بحیثیت متقدم دکان انجن
 اڑتھ اس معاملہ کو چار دیواری گنج میں محصور کر لیا وہ اس طرح
 کہ برادران اہل ہندو سے میں نے کہا کہ گنج کا معاملہ باہر کیسے گیا

کیونکہ مسجد گنج کا تعلق کنجیاں گنج سے ہے جو کچھ شکایت ہوا کو
 کیٹی گنج ہی تصفیہ کر سکتی ہے۔ اس بحث کو سب نے مان لیا اور
 معاملہ فرقہ واریت سے ہٹ کر تاجرانہ برادری کے گلہ شکوہ تک رہ گیا
 لیکن حکومت مقامی سے گلہ کی طور پر ہڑتال جاری رہی تیسرے روز
 اس ایجنٹ مصنف کی کوشش سے بمقام بہرہ مالہ گنج عہدہ داران
 مقامی و اہل ہنود کی باہمی گفتگو کے بعد فوری طور پر ختم ہو گئی اس
 کے بعد عشرہ محرم کے انتظامات پولیس مقامی کو کرنے پڑے جسکے
 سلسلہ میں چند گرفتاریاں اندیشہ نقص امن کے تحت عمل میں
 آئیں۔ جسکی وجہ حکومت کا رعب عوام پر قائم ہو گیا۔ و۔

ع۔ مسجد گنج بیران گنج واقع ہے جو بیران۔ نہ قربت ہے اسلئے اسکو
 اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے

و۔ یہ گلہ شکوہ غلط نہی کے اظہار اور عوام سے براہ راست کیا گیا۔ لیکن برادران
 اسلام نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے اظہارِ اصول میں غلطی کی۔ بلکہ بعض
 نے تو انداز خیال کیا حالانکہ برادران اہل ہنود کے شعلہ میں جب ز
 مسٹر رنگ راؤ مسٹر وینکٹ زنگارڈی لیڈران بلوہ سے آئے تھے میں نے
 تنہا پہونچا بیڈ صاحبان کو مخاطب کیا کہ آپ کے گاہک ماسا کے حق میں کیا کیا
 سے زاید آپ نے نام کیا کہ بند مٹھی کو کہول دیا کیونکہ فرمان کے لحاظ سے
 مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ گاہک کی قربانی جرم ہے اس لئے وہ
 احتراز کرتے تھے۔ لیکن آپ نے اس واقعہ نے راز سرپوش کو فاش کر دیا میرے
 اس بیان کو لیڈ۔ صاحبان نے بھی تسلیم کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ واری

اس واقعہ کے بعد امرداد گشت میں بر بنار ستریک قاضی زین الدین صاحب
 تعلقہ ارا من سبھا کا قیام عمل میں آیا۔ اور ساتھ ہی ایک جلسہ عام بعد از
 قاضی صاحب موصوف بمقام ٹاڈن ہل ترتیب دیا گیا۔ محمد بن امن
 سبھا مسٹر نارین راؤ وکیل و محمد علی خان صاحب بی۔ اے۔ یل یل بی دیکل
 ہائیکورٹ مقرر ہوئے اس جلسہ میں قیام امن و اتحاد باہمی کے
 رزولوشن کے ساتھ معتمد آر یہ سماج کی جانب سے عہدہ داران مقامی
 کے حسن انتظام کی سپاس گزاری کا بھی ایک رزولوشن پیش ہوا۔
 امن سبھا کے اس ڈرامائی اسٹیج نے نظام آباد کی فضا کو پرسکوں
 بنادیا۔ کانگریس سیتاگرہ واریہ ڈیفنس کے تحت صرف دو مقامی
 گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ سرحدی مقام نہ ہونیکلی وجہ کوئی بیرونی
 جتھا یہاں پر نہیں آیا۔ محمد طاہر صاحب دوم تعلقہ از نظام آباد بحیثیت
 مجسٹریٹ و حمید الدین صاحب مجسم پولیس کا سیاست اور تدبیر اس موقع
 پر قابل ستائش رہا۔ کیونکہ میں نے جہاں تک شہری لیڈروں کے
 بقیہ حاشیہ ۱۱ جوش میں کمی ہوگی۔ باوجود مجسم صاحب پولیس کے کہنے کے
 مسافری نامہ داخل کیا جائے میں نے مدافنی نامہ سے انکار کر کے اس غلط فہمی
 پر کہ جو ہندو حضرات نے یہ سمجھا تھا کہ مسلم تاجران گنج نے ان کو قلعیت دینے لگے
 کی قرباتی کردائی اظہار افسوس کیا (مصنف)

دک مجرم کے واقعہ کے بعد میں نے نواب بہادر یار جنگ بہادر کی خدمت میں
 بطور پیشین گوئی ایک عریضہ لکھا تھا۔ کہ قریب بینائی جنگاریاں ہمارے ملک کے
 خرم امن کو بھلا کر یاد کر نیوالی ہیں۔ کہا جاسکتا ہو کہ یہ پیشین گوئی دہول بیچہ کے واقعہ سے
 ظاہر ہو کر رہی (مصنف)

دلوں کو ٹٹولا تو ان کو مقامی حکومت سے خالیف بااِست
 جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظام آباد میں شورش پیر نہ پہنچا سکی۔ اس کے بعد
 بہمن شاہ ۱۳۲۲ء سے مدرسہ فوقانیہ میں بندے ماترم کی ایک نمونہ سی پین
 فرقہ دارانہ کشیدگی مسلم و ہند و طلباء کے درمیان پیدا ہو گئی۔ اور ۱۲۶۸ء اسفند
 کو تصادم ہو گیا۔ لیکن ہر وقت میسے اور محمد علی خان صاحب وکیل کے پہنچ
 جانے سے مسلم طلباء رتا بوتا میں آ گئے۔ مشر دیوی چرن چٹرجی صدر مدرس
 مدرسہ فوقانیہ نے عمدہ داران مقامی سربراہ اور وہ حضرات مقامی کے
 اشتراک عمل سے کمدر فضا کو جلد سے جلد پاک و صاف کر لیا۔ غلام افضل صاحب
 مہتمم پولیس کا زمانہ بہت ہی تھوڑا گذرا تاہم بہت اچھا گذرا کہ کسی فرقہ
 کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملا۔ اور نہ سیاسی فضا میں کوئی انقلاب ہوا
عمارت۔ دفتر مہتممی کو توالی کی عمارت ۱۳۱۲ء میں (سمتاً موضع)
 میں خریدی گئی۔ اور اس کے بعد اسکو پختہ تعمیر کیا گیا۔ ہیڈ کوارٹر کی
 جدید عمارت ۱۳۲۲ء میں یہ حسن سہی حمید الدین احمد صاحب مہتمم پولیس
 تعمیر ہوئی۔

جمعیت سواران و عروب

ضلع بندی سے قبل عموماً جمعیت سے فرایض کو توالی لئے جاتے تھے۔
 اور جمعیت کا مستقر بود ہن تھا۔ چنانچہ محمد علی عرف الہی بخش (جن سے
 ع۔ مری ذاتی رائے مقامی سیاست کے خلاف تھی۔ لیکن بظاہر مقامی سیاست
 ہی کو کامیابی ہوئی۔ پس محکمہ اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف رہا کہ امن کے لئے
 سیاسی اثر و نفوذ کی شدید ضرورت ہے جو حمید الدین صاحب مہتمم پولیس میں بدلتا ہوا

آباد و اجداد فتح پور کے رہنے والے تھے۔ محبوب نگر تعلقہ پرگی سے جہاد آباد آئے۔ اور وہاں سے بودہن کی جمہداری پر مقرر ہوئے۔ قربان علی گ تعلقہ دار نے معہ سواران اون کی تعیناتی نظام آباد میں کی۔ انکی سلحداریاں حوادث زمانہ سے فنا ہو گئیں۔ سن ۱۳۰۰ تک یہ خاندان یہاں پر انتہائی قوت و عزت کے ساتھ رہا۔ گو آج اسلحداری باقی نہیں رہی۔ لیکن اس خاندان کے افراد محمد یوسف علی و اعظم علی محمود علی شاہ وغیرہ وقت سیرشتہ مال میں ملازم ہیں۔ اس کے بعد جبکہ کہ ہول (جو فوجی خواہ جاگیر می) سن ۱۳۰۰ تک میں منبط و شریک خالصہ ہوا تو سن ۱۳۰۵ تک میں میر کاظم علی جمہدار (۲۵) سوار اور ایک منزل میانہ کے ساتھ نظام آباد پر متعین ہوئے۔ فی الوقت صرف بیہ سوار اور ایک منزل میانہ ان کے مشیم چراغ میر احمد علی صاحب کے زیر کمان باقی رہ گیا ہے۔ میر احمد علی صاحب نہ صرف جمہدار ہیں بلکہ اعزازی خدمت منتظمی فوج سن ۱۳۰۰ تک سے انجام دیتے ہیں۔ یہہ بڑے ہی خوش مزاج انسانوں سے ہیں انکی ہر لغزینی کا یہہ عالم ہے کہ بچہ بچہ ان سے واقف ہے حسب تفصیل ذیل جو انان سندھی ولایت و عرب ضلع ندان متعین ہیں

| صیفہ | نام آدودہ | تعداد | صنف | نام آدودہ | تعداد | نوٹ |
|----------|---------------------------|-------|-----|-------------------|-------|--------------------|
| جوان | علاقہ دینی احمد جینی صاحب | ۳۵ | عرب | محسن بن علی | ۲۵ | پہلے اپنی سو عدد |
| | علاقہ محمد علی خان صاحب | ۱۰ | " | غالب الملک | ۲۲ | اب (۱۹۱۱) کی تعداد |
| لان جوان | ایست محمد خان صاحب | ۱۰ | " | حبیب محضر | ۲۸ | جو کی جمیں محضر |
| سوار | محمد مدنی صاحب | ۱۲ | " | عبد القادر | ۱۲ | خطیہ (۸۵) اور |
| عرب | میر احمد علی صاحب جمہدار | ۶ | " | احمد بن سیف الدلو | ۱۸ | باقی تفکات میں ہیں |
| | سیف قواز جنگ | ۶۶ | " | | | |

حصہ چہارم انتظام مملکت امروہا

باب

تعلیمات

سب سے پہلے مرتبہ بجانب سرکار مدرسہ کا قیام ۱۲۶۹ء میں ہوا۔ اس سے پہلے مساجد و منادیں میں علم و ہنود کیلئے درس و تدریس کا سلسلہ رہا کرتا تھا۔ جس کے لئے سرکار عالی کی جانب سے کثیر مبالغہ جال تقصیر نقدہ ہوا سے ۱۲۸۰ء کے امداد معلوم ہو سکتے ہیں۔

| مدارس فارسی | | | | مدارس تنگی | | | |
|-------------|-------------------|------------------|------------|------------|------------|-------------|-------|
| نام تعلقہ | تعداد مدرس سرکاری | تعداد مدرس خانگی | تعداد طلبہ | تعداد مدرس | تعداد طلبہ | تعداد طالبہ | کیفیت |
| نظام آباد | ۲ | ۲ | ۶۰ | ۵ | ۱۶ | ۲۵۲ | ۷ |
| آر مور | ۱ | ۱ | ۳۴ | ۷ | ۳۲ | ۱۷۲ | × |
| بانسواڑہ | ۱ | × | ۲۱ | × | ۷ | ۸۲ | × |
| بٹاریدی | ۰ | ۱ | ۱۹ | × | ۷ | ۴۴ | × |
| کارنالی | ۱ | ۲ | ۳۲ | ۰ | ۱۳ | ۲۰۴ | × |
| میزان | ۵ | ۶ | ۱۶۶ | ۵ | ۷ | ۷۵۲ | ۷ |

مدارس ابتدائی رشتہ نامیہ میں آخر ۱۳۴۷ ف کو (۹۰۹۳) ذکر اور
(۲۲۵۵) انات زیر تعلیم تھے۔ جنکے منجملہ مسلم (۲۷۸۵) اور برہمن
(۴۷۹) غیر برہمن (۲۲۶۸) مختلف مذاہب ہندو (۲۲۹۳)
دینیز آدمی ہندو (۱۲۵) مسادی نشت میں تعلیم پا رہے تھے۔
مدارس وسطانیہ و فوقانیہ ان کے علاوہ ہیں جنکی تعداد
ایک ہزار سے زائد ہے۔ بشمول فوقانیہ و وسطانیہ تعداد طلباء و طالبات
(۱۰۹۲۶) قرار دی جا سکتی ہے۔

اساتذہ مہتممان تعلیمات

دوا کر کامت صاحب ۲۲۵ ف تی موہن لال صاحب ۲۲۹ ف
نذیر حسین صاحب فاروقی ۲۲۵ ف ملک سردار علی صاحب ۲۲۵ ف
طارالہ دین صاحب ۲۲۵ ف احمد اللہ صاحب ۲۲۵ ف
علامہ الدین صاحب ۲۲۵ ف عبد الرشید صاحب ۲۲۵ ف
موازنہ۔ ۲۲۵ ف کا منظورہ موازنہ بجا ابتدائی و عثمانیہ و وسطانیہ
بجائے ۲۲۵ ف کے مقدار میں خرچ ہو سکتا ہے۔

نتیجہ تعلیمی۔ ضلع ہذا میں تعلیم یافتہ ذکر و انات کی تعداد لقمہ ذیل
کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔ جسکے اعداد فی دس ہزار میں تعلیم یافتہ کی تعداد
کو ظاہر کرتے ہیں۔

| سنہ | ۱۰ سال سے ۱۵ سالہ | | ۱۵ سے ۲۰ سالہ عمر | | ۲۰ سے زائد عمر | |
|------|-------------------|------|-------------------|------|----------------|------|
| | مرد | عورت | مرد | عورت | مرد | عورت |
| ۱۳۳۷ | ۵۷ | ۱ | × | × | × | × |

۱۳۴

| | | | | | | |
|----|-----|----|-----|----|-----|------|
| ۲ | ۵۵ | ۳ | ۵۵ | ۲ | ۵۲ | ۱۳۱۰ |
| ۲ | ۵۶ | ۲ | ۵۰ | ۲ | ۵۱ | ۱۳۲۰ |
| ۱۸ | ۲۲۲ | ۷ | ۶۷ | ۶ | ۵۶ | ۱۳۳۰ |
| ۲ | ۷۳ | ۷ | ۱۳۱ | ۲ | ۵۰ | ۱۳۴۰ |
| ۱۲ | ۲۱۶ | ۲۱ | ۲۹۳ | ۱۲ | ۱۵۰ | ۱۳۴۰ |

۱۳۱۰ء میں زاید از پانچ سال عمر کے تعلیمیافتہ نفوس بلحاظ مذاہب کے اندازہ اس نقشہ سے ہو سکتا ہے جس میں فی ہزار نفوس کی تعداد میں تعلیم یافتہ کے اعداد درج ہیں۔

| مسلمان | | ہندو | | عیسائی | | دیگر اقوام | | کیفیت |
|--------|------|------|------|--------|------|------------|------|-------|
| ذکور | اناث | ذکور | اناث | ذکور | اناث | ذکور | اناث | = |
| ۱۵۵ | ۱۵ | ۷۶ | ۳ | ۱۰۵ | ۶۳ | ۱۳ | ۵ | = |

۱۳۴۰ء کے اعداد کو معلوم کرنا ہو تو ان اعداد کو سہ چند کر لیا جائے۔

مدرسہ فوقانیہ

۱۲۹۶ء میں مڈل اسکول کا قیام یہاں پر ہوا تھا۔ ایک عرصہ سے رعایا پر نظام آباد مدرسہ فوقانیہ کی ضرورت محسوس کر رہی تھی۔

امرداد ۱۳۴۰ء میں اس مدرسہ کو فوقانیہ کا گریڈ عطا ہوا۔ اور پہلی صدارت سید شریف الحسین صاحب کی کو ملی۔ جو نہایت لائق و متعلم صدر تھے ۱۳۴۱ء میں محمد حسین صاحب ادیب صدارت پر آئے ۱۳۴۲ء

میں نادر خورشید مرزا صاحب صدر رہے۔
 ۱۳۴۶ء میں محمد عبدالسلام صاحب کی صدارت میں مدرسہ
 کا نظم و نسق بہتر سے بہتر ہو گیا۔
 آخر ۱۳۴۶ء سے مسٹر دیوی جرن چٹرجی۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی
 مدرسہ کے صدر ہیں۔ یہیں ۱۳۴۶ء میں بندے ماترم کے سلسلہ
 میں ایک خفیف سا تصادم فرقہ وارانہ ہو گیا تھا۔ جس کو انتہائی
 دانشمندی سے صدر موصوف نے سلجھا کر فضا کو پرسکون بنا لیا۔
 نتائج کامیابی امتحان درجہ میٹرک نقشہ ذیل کے دیکھنے سے واضح ہو سکتے
 ہیں۔

نقشہ نتائج کامیابی

| سنہ | تعداد اشکار | تعداد کامیاب | کیفیت |
|-------|-------------|--------------|-------|
| ۱۳۴۰ء | ۱۲ | ۳ | |
| ۱۳۴۱ء | ۱۲ | ۷ | |
| ۱۳۴۲ء | ۱۱ | ۶ | |
| ۱۳۴۳ء | ۸ | ۸ | |
| ۱۳۴۴ء | ۱۷ | ۱۲ | |
| ۱۳۴۵ء | ۵۰ | ۱۲ | |
| ۱۳۴۶ء | ۵۰ | ۱۳ | |
| ۱۳۴۷ء | ۴۷ | ۲۱ | |
| ۱۳۴۸ء | ۶۲ | ۴۳ | |

مدرسہ ستھانیہ - محلہ پولانگ میں ایک مدرسہ ستھانیہ قائم ہے اور ایک شاخ مدرسہ فوقانیہ بمقام مدرٹپہ خانہ قائم ہے جس میں طلباء کی کثرت مدارس وسطانیہ - ہر سر تعلقات آرمور - بودھن - کاماریڈی میں مدرسہ وسطانیہ قائم ہیں -

مدارس نسوان

اردو مدرسہ نسوان - ابتداً ۱۹۱۵ء میں سردار بی صاحب نے سکونت مکان واقع محلہ ادپیر ٹیکری میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جسکو کوکلفنڈ سے کچھ امداد ملا کرتی تھی - اس کے بعد محترمہ ابراہیم بیگم کا تقرر اس مدرسہ پر ہوا جو ضلع نظام آباد ہی کی ایک خاتون ہیں - اسفندار ۱۳۳۱ء میں صمدانی بیگم کا تقرر مددکاری پر ہوا - جو آذر ۱۳۴۲ء تک اس مدرسہ میں کار گزار رہیں -

خاتون موصوف کی قابلیت انتظام اور لیاقت علمی کے نظر پانچ ماہ کے عرصہ میں صدارت کا موقع ملا - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ نسوان نے ستھانیہ سے وسطانیہ کی صورت اختیار کر لی - شدید ضرورت ہے کہ اسے فوقانیہ بنادیا جائے کوئی سرکاری عمارت نہ ہونے کی وجہ سے یہ مدرسہ ایک کرایہ کے معمولی مکان میں ہے -

۱ - مرکز بہبودی اطفال کے بجائے مدرسہ نسوان کی تعمیر کے لئے مجلس کوکلفنڈ میں اس مولفہ کی اہلیہ ام عاصم ماریہ نے بحیثیت ایک شہری تحریک پیش کی تھی کہ اثاثہ کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نہیں مل سکتا جہاں پردہ کو برقرار رکھتے ہوئے

مدرسہ لنہوال مرہٹی۔ بہیمابائی صاحبہ صدمعلمہ ہیں۔ یہ مدرسہ قدیم دواخانہ کی عمارت میں کامیاب نظم و نسق کے ساتھ چل رہا ہے مدرّس لنہوال تعلقات۔ ہر پانچ تعلقات میں ستمانیہ مدرّس لنہوال اردو قائم ہیں۔

دارالاقامہ

ضلع ہذا میں جاگیرات سے بلحاظ احکام سرکار جاگیردار کالج کیلئے سالانہ لودیکھ ۲ ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے جس میں جاگیرداران ضلع ہذا کی اولاد تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو کر نکلتی ہے۔ انھوں نے کہ نظام آباد جیسے مرکزی مقام پر کوئی دارالاقامہ عوام کیلئے نہیں ہے جشن سین کی یادگار میں اس کے قیام کیلئے محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقہ اردو وقت و محمد اسد اللہ صاحب منصف وقت ذنا جیز مولف کی ایبل پر رعایا و مستقر نظام آباد نے کافی رقم دی اور تقریباً تیرہ ہزار سے عمارت کی تیاری کے لئے تحریک بھی کر دی گئی۔ جو غالباً منظور بھی ہو چکی تھی۔ کہ اچانک دی ۱۳۲۶ء میں جناب میر جاس صاحب

بقیہ حاشیہ لڑکیاں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ اسپورٹس اور تفریح میں حصہ لے سکیں گی۔ لیکن یہ تحریک بھی مسترد کر دی گئی اور مرکز بہبودی المفال و زنانہ کلب ہی کو ترجیح دیکھی۔ میٹر ز ساگوڑ نے جن میں کے یادگار میں مدرسہ لنہوال کیلئے ایک نا مکمل عمارت مارکٹ برکت پورہ کے سامنے وقف کر دی ہے۔ جس کی مکمل تعمیر سررشتہ تعلیمات کے زیر غور ہے۔ اس عمارت کا درمیانی سنگ بنیاد قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ لڑکے ہاتھوں رکھوایا گیا۔

نے مرکز یہودی اطفال کے لئے تحریک فرمادی۔ بالآخر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۸ء کی مجلس کو کلینٹن بنیڈلر، تحریک کی تائید کرتے ہوئے۔ (جو کرسی صدارت سے پیش ہوئی تھی) بجائے دارالاقامہ کے مرکز یہودی اطفال کو ترجیح دی۔ جس کی وجہ سے ملک کی یہ اہم ترین ضرورت بحالہ قائم رہی۔ اس ناچیز مصنف کے اڈریس کے جواب میں سر صدر اعظم بہادر نے بھی (آؤر نکات ۱۳۱۸ میں بمقام ۱۲ اول ہال) اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے انہیں متعلقہ کو توجہ دلائی۔ لیکن آج تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

ریڈی بورڈنگ۔ ۱۳۱۸ میں مسٹر ایچندر ریڈی نے پانچ چھ لڑکوں سے اس کی ابتدا کی۔ اور قریب ترین زمانہ میں ان کی سہی بار آور ہو گئی۔ مسٹر ساگوڑ ساہو نے اپنی تعمیر کردہ عمارت واقع دیول کینٹنر اس کے لئے دیدی اس دارالاقامہ میں ایک کتبہ سے زائد طلبہ ادرستے ہیں۔ جن کی رہائش و تربیت کا معقول انتظام ہے فیس ماہانہ (۵) ہے تعلیم سرکاری مدارس میں ہوتی ہے۔ نظام آباد میں یہ ایک اچھا بورڈنگ ہاؤس ہے۔

مسلم بورڈنگ۔ منظر الحق طالب علم فو قانیہ نے میرے مشورہ سے اس کو قائم کیا تھا۔ لیکن حکما نو بھی بے بسی نے اس کو بار آور نہ ہونے دیا۔ حالانکہ بعض صاحبان حکومت و اثر کے ایسا سے اس کو درگاہ کینٹنر کی خانقاہ میں بامید امداد علاقہ جاگیر منتقل کیا گیا تھا۔ حقوڑی سہی توجہ اس کے بقا کا سبب ہو جاتی۔ مگر انوس کہ ایسا نہ ہوا۔ دارالاقامہ یتیم و تار طلبہ ادر۔ جامع مسجد میں زیر اہتمام انجمن اسلامیہ

قائم ہے۔ جس میں ہر سال (۴۷) طلباء تعلیم و تربیت سے اراستہ ہو رہے ہیں (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب ۱۷۔ انجمن اسلامیہ) مومن بورڈنگ۔ ۱۰۔ مومن صاحب جو اپنے کو انگریزی طریقہ تعلیم کا ماہر بتاتے ہیں۔ ایک بورڈنگ بمقام گنڈرگاٹن میں قائم کیا ہے۔ جس کے اعلیٰ اسکیم ہیں۔ فیس بورڈنگ (۷۵) مقرر ہے اس میں گنڈرگاٹن کے انتظامات بھی ہیں۔ خدا کرے کہ اس کو کامیابی حاصل ہو۔

کاماریڈی جوہلی بورڈنگ۔ محمد فرحت اللہ صاحب ڈیوٹین انسپرائل کی انتہائی کوشش اور دلچسپی نے بیا دگار مشن میں یہاں پر ایک کٹا دہ اور خوبصورت بورڈنگ بنادیا۔ اس کا افتتاح ۱۹ فروردی ۱۳۴۶ء کو خیر حسین خان صاحب صدر مسلم تعلیمات کے ہاتھوں ہوا۔ اس کا انتظام احمد سعید صاحب صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ کاماریڈی نے اپنے ہاتھوں لیا۔

خانگی مدارس

مدرسہ حمید بیگ صاحب۔ قدیم طریقہ کا مکتب محلیہ اسلامیہ میں تھا۔ جس میں حمید بیگ صاحب معلمی کے فرائض انجام دیتے تھے آپ کے بعد آپ کے فرزند احمد بیگ صاحب نے ۱۳۲۵ء تک

علیہ۔ افسوس ہے کہ مومن صاحب کی انتہائی بدتمیزی و دغا بانی سے ان کو اس بورڈنگ کا فائدہ نہ ہوا۔ اور انھوں نے بورڈنگ کے بچوں کو بحالت غریب بینی چور کراہی اور انھیں کوئی

اس فریضہ کو انجام دیا۔
مدرسہ ولی اللہ خان صاحب - ولی اللہ خان صاحب کا بھی کتب خانہ
 ۱۳۰۵ھ میں کامیابی سے چلتا رہا۔

مدرسہ عمر شریف صاحب - محلہ ادپہ ٹیکری میں ناظر ولیفہ صاحب
 عدالت نے ۱۳۱۸ھ میں اس مدرسہ کو قائم کیا تھا۔ جہاں پر فارسی عربی
 کی تعلیم ہوتی تھی۔

مدرسہ انجمن اسلامیہ - ۱۳۲۲ھ میں ایک مدرسہ دینیات مولوی
 عبد الحمید صاحب نعمانی واعظ انجمن کے زیر تعلیم قائم ہوا۔ اس کے
 بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب واعظ نے اس کو چلایا۔ اس کے بعد
 یہ بند ہو گیا۔ ۱۳۲۸ھ میں انجمن اسلامیہ کے تحت یہ مدرسہ جاری ہو
 جس میں تقریباً پچھتر لڑکے زیر تعلیم رہے اب بھی یہ مدرسہ
 دینیات جامع مسجد میں کامیاب طریقہ پر چل رہا ہے۔
مدرسہ بہولانگ - بہولانگ کی مسجد میں بھی ایک دینیات
 کا مدرسہ تحت انجمن جاری ہے۔

مدرسہ قلعہ - بہول شاہ صاحب کا مدرسہ پچیس تیس سال سے تعلیمی
 فریضہ انجام دیتا ہے۔

ہال صاحب کا مدرسہ - مٹہ ہال نے ۱۳۲۵ھ میں ایک
 خانی نظام آباد میں قائم کیا۔ جس میں وہ اپنی ذات سے انگریزی
 کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز کمسن بچوں کے لئے کنڈرگارٹن کے اصول
 پر تعلیم کا انتظام ہے۔ ان کی دولڑکیاں اس شعبہ کیلئے مختص ہیں

جو اپنے فرائض نہایت عمدگی سے انجام دیتی ہیں۔ اس مدرسہ میں کیمبرج کا نصاب اور عثمانیہ یونیورسٹی کا نصاب یکساں کر رکھا ہے۔ خانگی مدرسہ نسواں انگریزی - مس پال کا ایک خانگی مدرسہ ہے جس میں اردو انگریزی تعلیم دی جاتی ہے یہ اسکول محلہ خلیل پورہ قریب اسٹیشن واقع ہے فیس تعلیم (نیمہ) ماہوار ہے پردہ کا معقول انتظام ہر مسٹر پال کی دو بھتیجیاں معلومات کے فرائض انجام دیتی ہیں کیمبرج اور عثمانیہ ہر دو کا نصاب یہاں پڑھایا جاتا ہے۔

سنکرت یاٹ شالہ - ہندو سماج کی مذہبی بیداری کا سلسلہ گورے راج چنداؤ صاحب وکیل کے زمانہ میں اسی یاٹ شالہ کی تحریک سے آغاز ہوتا ہے۔ سن ۱۹۲۲ء میں مذہبی تعلیم کی غرض سے اس شالہ کو قائم کیا۔ اور مختلف مقامات سے پندتوں کو بلوا کر درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا اور نظام آبلو کا قدم سیندھی خانہ مسٹر کنا میو متاجر سے لہو و خیرات حاصل کر کے اس کو ایک بہترین علمی کام میں لائے سات آٹھ سال یہ شالہ کامیابی سے چلا۔ بانی کے انتقال کے بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مہتمموں و دیالیم - مسٹر بابوراؤ صاحب وکیل نے اس شالہ کے سلسلے میں سن ۱۹۳۲ء میں یہ دیالیم قائم کیا جس کے دہری بانی اور مہتمم تھے ہیں مدرسہ میں نڈل اسکول تک تعلیم ہوتی تھی۔ اور کافی تعداد طلباء کی اس میں شریک و مستفید ہوتی رہی۔ دس سالہ زندگی کے بعد اس کا خاتمہ ہو گیا۔ سچین دودھ سر جہا راجہ بہادر نے بھی اس کا معاون کیا تھا لیکن حاشیہ پر

مارواڑی مدرسہ۔ دہرم پالہ گنج میں ایک خانگی کتب ہے۔
جس میں (۳۰) بچے مارواڑی کی تعلیم پاتے ہیں۔

کتب خانہ

۱۳۱۸ء میں ایک دارالمطالعہ احمد امد خان صاحب منصور نے قائم کیا تھا۔ صاحب موصوف نے اپنے ذاتی کتب خانہ کو استفادہ عوام کے لئے منظوم پیش کیا۔ جس میں زیادہ تر ناول اور کچھ تاریخی کتب تھیں۔ جن کی تعداد دو ڈھائی سو تک تھی۔ جب صاحب موصوف یہاں سے پٹے گئے تو کتب خانہ بھی ساتھ چلا گیا۔ ۱۳۲۲ء میں نوبن کلب نے ایک کتب خانہ ممبران کلب کے لئے قائم کیا۔ جس کا افتتاح نواب سہراب نواز جنگ اول تعلقدار اور محمد امجد علی خانفا ناظم عدالت کے ہاتھوں ہوا۔ لیکن اس کتب خانہ سے کوئی استفادہ حال نہیں کیا گیا بلکہ وہ کلب کے ایک حصہ میں محفوظ رہا۔

۱۳۳۳ء میں جب کہ انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی تو کتب خانہ کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ انجمن مذکور کا ممبر اور کلب کا امین۔ من مولف ہی تھا۔ اس لئے اس کتب خانہ کو برضا مندی قدیم ممبران کلب استفادہ عام کیلئے کھول دیا گیا۔ اور اس میں کتب کا اضافہ مستعار و نیز خریدی سے کیا گیا۔ بحسن تو حید میر ولایت علی صاحب چند دنوں اس کی حالت اچھی رہی۔ میر صاحب کا تبادلہ ہو جانے پر میری نااہلیت کی وجہ سے اس کی حالت ابتر ہو گئی۔

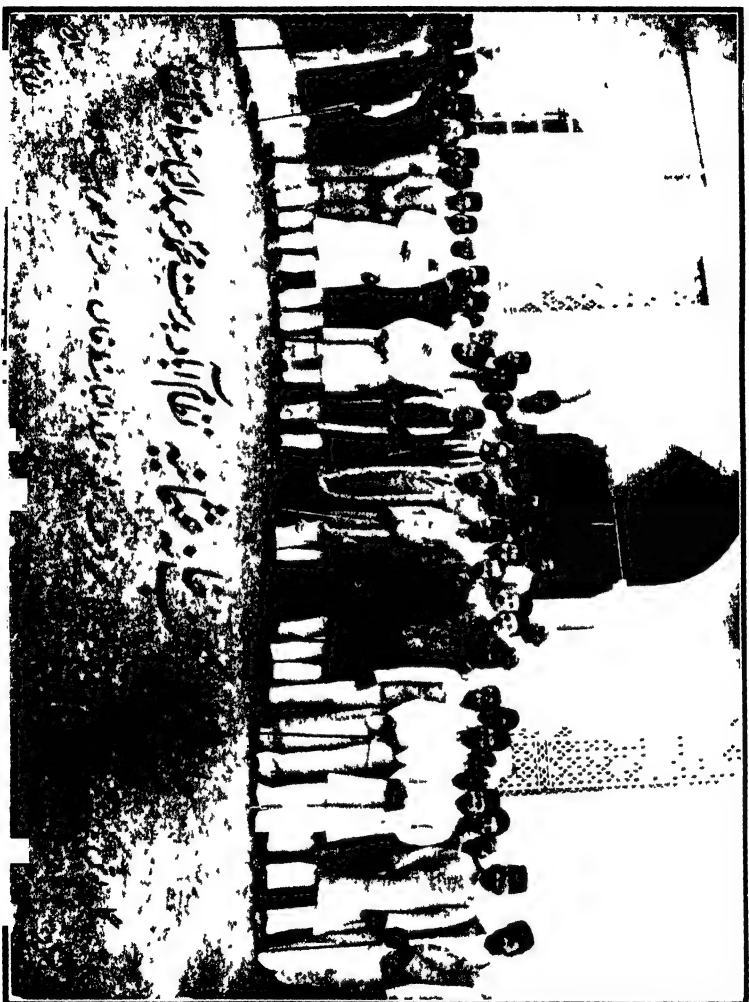
۱۳۳۳ء میں اس ودیالیہ میں ناچیز مورخ بحیثیت رکن شریک تھا۔





۸۳۳۱۴ / سید ولد ار حسین اکیز کیٹیو انجینیر / تائیخ نظام آباد

جب انجمن اسلامیہ کی معتمدی پرحلیل احمد صاحب کا انتخاب ہوا تو
 بھڑان کی توجہ نے اس کو زندہ کیا۔ اس مرتبہ یہ کتب خانہ مسجد جامع
 سے منظر عام پر آیا۔ اور کتب کا اضافہ ناظرین کی کثرت۔ اور عوام
 کی دلچسپی نے ایک مستقل عمارت کی ضرورت پیدا کر دی۔ مختلف حضرات
 سے اپیل کی گئی۔ لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ مرزا محمد بیگ صاحب اولیٰ تعلقہ دار
 ملک کی اس اہم ضرورت پر توجہ فرمائی۔ محمد فرحت اللہ صاحب دوم
 تعلقہ دار نے راجہ صاحب دوم کنڈہ کے گوشگزار کر دیا۔ اس علم دوست
 اور مخیر ہستی کی غیرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ مفاد عامہ کا ایسا
 بہترین کام بجز اُس کے کسی اور کام ہوں منت ہو۔ لہذا۔ محنت
 آہستہ لگائی گراں قدر رقم عمارت کے لئے عطا فرمائی۔
 مجلس کو کلفند نے یکمزار سے زائد رقم اور ایک قیمتی پلاٹ عطا کیا۔
 سید الدار حسین صاحب اگر کیٹو انجمن کمال نظام ساگر نے ۳۲۴ روپے
 کوٹنگ بنیاد رکھا۔ اور آپ ہی کی انتہائی دلچسپیوں نے اس قدر رقم میں
 عطا کیا۔ اس پلاٹ کو مشن نے ایک صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ جس پر
 شیخ محمد صاحب وکیل رکن کمیٹی نے اعتراض کیا۔ تاہم مزید مدخ نے بھی بحیثیت
 رکن کمیٹی کو کلفند نہایت شہودہ کے ساتھ ملک کے اس عام مسئلہ کو طے کر کے
 کتب خانہ کے لئے اس پلاٹ کی نشاندہی کی جس میں عبد الباسط خاں
 صوبہ دار وقت کی جرائد و قادیاری ملک نے اس مسئلہ کو حل کیا
 اور اس پلاٹ پر نہ صرف کتب خانہ کی تعمیر ہوئی۔ بلکہ مفاد ملک کا
 ایک اہم مسئلہ طے ہو گیا کہ مشن کو اپنی زمینات عطیہ سرکار پر کوئی حق ملکیت نہیں



طی قشمانیہ نظام آباد بدست حکومت الہ آباد

عبداللہ خان - حوالہ نمبر ۱۰۰

طی قشمانیہ



کاتھر ترغاضی زین العابدین صاحب نے فرمایا: صاحب موصوف کی انتہائی
 دلچسپی اس کتب خانہ کی ترقی کو برابر جاری رکھی ہے۔
تعداد کتب۔ اس وقت کتب خانہ میں تقریباً تین ہزار کتب ہر فن و
 ہر زبان کی موجود ہیں۔ جو اس کتب خانہ کا سرمایہ علمی ہے۔ مطالعہ
 کنندگان کے روزانہ داخلہ کی تعداد تقریباً سو ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ گھریہ
 مطالعہ کرنے والے علاوہ ہیں۔

مراہٹی کتب خانہ۔ ہیت چننگ واج مالہ۔ ۳۲۲ کتب میں مشرک
 راجندر راؤ صاحب وکیل نے قائم کیا۔ جو عرصہ تک کامیاب طریقہ پر چلتا رہا
 جس میں مشرہری راؤ صیفہ دار مال نے انتہائی دلچسپی لی۔ اس کتب خانہ
 کے اشتراک کے لئے ایک عرصہ سے مولف کو نشان تھا۔ لیکن اراکین
 کو اختلاف رہا۔ بالآخر ۳۲۲ کتب میں اس کے صدر مشرہر نارائن راؤ
 وکیل ہانگورٹ نے دورانہ لشی کو کام میں لا کر (باوجود اختلاف اراکین)

۱۔ جلیل احمد صاحب نے اپنی ملازمت سرکاری (مہ تاسہ) کو مولف کے اس کہنے
 پر کہ آپ ہی اس کتب خانہ کے بقاء کا سبب ہیں آپ ہی کو اس کی ترقی قبول کرنی چاہئے۔
 تاکہ کتب خانہ کو ترقی ہو۔ اس وقت اختیار کی ضرورت ہے۔ فوراً اپنی خدمت سے مستعفی ہو کر انعام
 تنخواہ کو غنیمت قبول کیا۔ خدا اس اختیار و قربانی مالی کی جزا و دارین میں آپ کو دے۔ آمین مولف
 ۲۔ اس کتب خانہ کے بنیادی دستاویزات میں نے کتب خانہ کے حوالہ دے دیے ہیں جو وہاں محفوظ ہیں مولف
 ۳۔ انجمن اسلامیہ نے اپنا کتب خانہ قیمتی اور گہوارہ ہزار چار سو روپیہ چندہ عطیہ مسلمانان اس
 کتب خانہ میں صرف کئے اس کے علاوہ ماہانہ ادائیگی انجمن سے دی جاتی ہے۔

اس کو کتب خانہ عثمانیہ میں منم کر دیا۔ جو قاضی زین العابدین صاحب تہجد کے من توجہ کا نتیجہ تھا۔

تہذیبی کتب خانہ۔ ۱۳۲۲ء میں مٹر وینکٹ راؤ ناظر عدالت کے احاس نے اس کو قائم کیا۔ لیکن یہ کس میری کے عالم میں ہے کاش اس کو بھی کتب خانہ عثمانیہ میں داخل کر دیا جاتا۔ جس سے عوام کامل استفادہ حاصل کر سکتے۔
سنائی کتب خانہ۔ شاتن پشکال کے نام سے دہرم سالہ گنج میں ۱۳۲۴ء میں اس کا قیام ہوا۔ جس کے معتمد سکھ دیوجی صاحب ہیں۔

اس میں بمقدس اور مذہبی کتب کا ذخیرہ ہے۔
عہدات تعلیمی۔ ذمہ دہی تعلیمات ۱۳۲۵ء میں لکھنؤ کی لاگت سے تیار ہوا۔ مدرسہ فوقانیہ کی تعمیر ۱۳۲۰ء میں ہوئی جس پر سید علیہ کا خرچ برداشت کرنا پڑا۔ جو بلی کتب خانہ عثمانیہ بشمول قیمت اراضی عطیہ کو کلفنڈ تقریباً ہزارہ کی قرار پائی ہے۔

باب ۱۲

صنعت و حرفت

ضلع نظام آباد میں متعدد صنعتیں مختلف مقامات پر ایسی بغیر اور
عمدہ ہوتی ہیں کہ ہندوستان کے باہر بھی ان کی مانگ ہوتی اور لوگ ان کی
دل۔ صنعت اہل تمام کتب خانوں کا رکن رہ چکا ہے اس لئے کہ یہ ملک کی بھی
خدمت کرتے ہیں۔ مولف

نقل جی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر جب انگریزی۔ امریکی۔ اور جاپانی مال کی درآمد شروع ہوئی تو سیدھے سادے اہل ملک بھر کد انٹنائشی سامان پر ٹوٹ پڑے اور ملک کی صنعتوں کا تار تار بکھر گیا۔ ہم یہاں اُن صنعتوں کا مختصر ذکر کریں گے۔

فولاد۔ ضلع نظام آباد اعلیٰ قسم کے فولاد کی تیاری کے لحاظ سے ایک زمانہ میں دنیا کے مشہور ترین مقامات میں سمجھا جاتا تھا۔ نہ صرف ایران کے مشہور شہروں میں بلکہ مالک یورپ میں یہاں کے فولاد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن زمانہ کی رفتار اور یورپ کے سہل الحصول طریقے ارزاں قیمت پر فولاد کی کھاسی نے اس اہم صنعت کو خود نظام آبادیوں کے دلوں سے ایسا بھلا دیا کہ وہ اپنے دل کے قیمتی بے نظیر فولاد سے بالکل نا آشنا ہیں۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید میں چند سیاحان یورپ کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے تین سو سال قبل مشاہدہ کے بعد اپنے بیانات قلمبند کئے ہیں۔ مسٹر گلڈل "گلڈ آف وکن" میں کہتے ہیں "میر کو ناممذرم (علقہ آرمور قریب قیصبہ بنگل) میں نہایت عمدہ لوہے سے جو دہاں بھلتا ہے۔ نہایت عمدہ قسم کا فولاد تیار ہوتا ہے جو نہ صرف انگلینڈ کے فولاد سے بہتر ہوتا ہے۔ بلکہ سویڈن کے فولاد سے بھی بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔ یہاں کا فولاد زیادہ تر ایرانی مندنیوں میں خریداجاتا ہے۔ جس سے اعلیٰ درجہ کی جو اہر دار اصفہانی تلواریں بنائی جاتی ہیں۔ ایک ایرانی سوداگر نے ڈاکٹر وایسی سے جو علم طبقات الارض کا مشہور عالم گذرا ہے۔ کہا کہ ایران میں اس بات کی جید خوش نیکی

کہ جیسا فولاد کو نامہ سردم میں تیار ہوتا ہے ویسا ہی وہاں بھی تیار ہونے لگا۔ کمر کا میانی نہیں ہوئی۔ میں اس حیرت انگیز فولاد کے مطلق مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں تھا کہ کریم الدین صاحب مرحوم منظم پولیس نے برسیل تذکرہ کہا کہ ایک دفعہ انہیں کشتہ کی غرض سے ایک سادہ ہونے بہترین فولاد کا ٹکڑا لایا گیا تھا۔ جب وہ بہت تلاش سے اچھے سے اچھا فولاد لانے تو ناپسند کرتا۔ آخر کار خود سادہ ہونے نشاندہی کی اور بڑی جستجو کے بعد اندوآنی میں تلاش سے اُسکی حسبِ خواہش فولاد ملا۔ جب اس کو گرم کر کے پھیلا نا چاہا تو یہ ناممکن نظر آیا۔ جب سادہ ہونے دریافت کیا گیا تو اس نے سنکر کہا کہ ”یہ ہمارے ملک کا قدیم فولاد ہے جسے آگ میں جلا کر دھڑ فولد کی طرح ریزہ کر لینا آسان بات نہیں“ پھر جب سادہ ہونے کی حسبِ ہدایت اسے بہت گرم کر کے مسلسل کئے روز کو ٹاکیا۔ تو اس کے ذریعے

۱۹۳۹ء عیسوی میں موسو تھنوسیہ نے بھی اس فولاد کی تجارت کا ذکر اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ ونیز پورٹ مردم شماری ۱۹۳۸ء میں اس صنعت کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سو سال پہلے تک یہ تجارت اس ضلع میں کامیاب طریقہ پر جاری تھی۔ علاوہ ازیں مورخ حالات نظام آباد نے لکھا ہے کہ بمبئی میں فولاد کے چھوٹے اسلحہ تیار ہوتے ہیں“ لیکن آج اس کا وجود ضلع میں نہیں۔ ان بیانات کا مادی ثبوت آج بھی ہم کو ملتا ہے۔ کہ کو نامہ سردم تعلقہ آرمور۔ اندولوی و منچیہ تعلقہ آرمور۔ یلم پیٹھ تعلقہ کا مارڈی میں سل کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر پہاڑیوں کی شکل میں اس صنعت کی گذشتہ عظمت کے مرثیہ خوان

نظر آتے ہیں۔

کاغذ سازی۔ فن کاغذ سازی میں ضلع نظام آباد کو ایک خاص جگہ حاصل تھی۔ چنانچہ کورٹلڈ کا کاغذ اپنی عمدہ ساخت اور پائیداری کے سبب آج تک مشہور ہے۔ لیکن خود وہاں پر صنعت کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ برائے نام دو چار کام جاننے والے باقی رہ گئے ہیں۔

چوبی کام۔ چوبی کام اور نقش و نگار روغن چوبی اشیا پر نرل اور بگنل میں ایسا اعلیٰ ہونگرا تھا کہ آج بھی یورپ باوجود اس ترقی کے دہائی قدیم صنعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بگنل کے میانے۔ کشتیاں پہننے اور تجربہ دینر چوبی پردوں پر جو بہت نقش کاری مختلف رنگوں سے کی جاتی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بگنل کے بعض نقاش طلب حاشیہ میں اپنے وطن کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ ملک کی بے قدری نے ان کی فلوں سے اس فن کو چھڑا دیا۔ شاؤد نادری اپنے آبائی پیشے کو یاد دلانا خواہستہ چلا رہے ہیں۔ اگر اہل ملک نے اس جانب فوری توجہ نہ کی تو مستقبل قریب میں۔ یہ فن بھی ضیعت و نابود ہو جائے گا۔

فن سنجاری۔ بالکنڈہ فن سنجاری کی اعلیٰ قابلیت میں مشہور تھا یہاں کے قلمدان جن کو چوہر جی ہشت رُجی و دوازده برجی قلمدان کہتے ہیں صنعت سنجاری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ گو آج بھی یہ کام یہاں ہوتا ہے لیکن حالت کسمپرسی میں بگنل میں بھی فن سنجاری کو نمایاں ترقی تھی۔ آج کل بھی بگنل کے سنجار مشہور ہیں۔

ع۔ کورٹلڈ جاگیر ضلع کریم نگر میں شامل ہو چکی ہے۔ اور پہلے بگنل کے تحت تھی۔ ۱۲

خوشنویات - مستقر نظام آباد کا۔ سر کمالیہ، اور اگر بنگلہ وغیرہ دکن
بھر میں بہترین مانی جاتی تھیں۔ لیکن اب نظام آباد میں ایک بھی اس
کا جاننے والا اور بنانے والا نظر نہیں آتا۔

پارچہ بانی - تعلقہ آرمہ میں صنعت لٹمی پارچہ بانی نے جو ترقی پچاس سالہ
غومیں کی اس کا حال مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم موسخ "محالات نظام آباد"
نے ان الفاظ میں کیا ہے: "لٹمی کپڑے آرمہ میں کھڑی قوم بناتی ہے
ان کپڑوں کی بہترین قسمیں مستورات کی چولیاں اور ساڑیاں ہوا کرتی
تھیں۔ ان پارچوں کی قیمت (سے) سے لیکر دیرھ ہزار تک ملتی ہے۔
بلکہ اس سے زائد قیمت کی ساڑیاں بھی بنی رہتی ہیں"۔ ۱۹۳۲ء
میں جب کہ میں آرمہ کا گرد اور تھا۔ تین تین ہزار کی ساڑیاں دیکھنے
کا اتفاق ہوا ہے۔ اس چھوٹی سی لٹمی میں پانچ سو سے زائد کرنگے چلتے تھے
لیکن ۱۹۳۲ء کے بعد سے جبکہ ساگر مٹھ کو جاپان اور امریکہ کی صنعت نے
پیش کیا تو یہاں پہنچتے ہی کامی ضرب لگی۔ اب بھی یہ صنعت یہاں
بر ہے۔ مگر روز بروز وہاں پذیراس سے علاوہ کھڑی قوم کو کثرت
استعمال مسکرات نے متباہ کر دیا ہے۔ جس کا ثبوت ابھی صورتوں
اور قوائے جمانی سے آج مل رہا ہے۔

رنگریزی - کھادی پر پینٹ رنگ کا چھاپا اور مختلف قسم کے پیل بوٹے
بنائے جاتے ہیں۔ جو پروس اور جاجم کے کام آتے ہیں۔ البتہ
رنگریزوں نے ایک جدید طریقہ شٹل سے یہ اختیار کیا ہے کہ
باریک ٹاٹ پر مختلف رنگ کے پیل بوٹے چھاپا کرتے ہیں جس سے

وہ دور سے معمولی قالین کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ مگر رنگ بختہ نہ ہونکے سبب کارآمد دنیا عام پسند نہیں ہے۔ قصبہ بانسواڑہ میں بھی رنگ سازی کا کام ہوتا ہے اور برا نہیں ہوتا۔

برنجی کام۔ قصبہ لنگم پیٹھ تعلقہ یلارڈی میں چٹیلی کام کرنے والے ہیں نظام آباد میں بھی یہ کام اچھا ہوتا ہے۔ صرف ایک دو خاندان اس کام کے کرنے والے ہیں۔ بیگل میں بھی یہ کام ہوا کرتا تھا۔

ٹامیل یعنی بنگلوری کویلو۔ مستقر نظام آباد میں۔ سید شاہ پیراں صاحب مہتمم سنٹرل جیل نے اس کارخانہ کو قائم کیا۔ اور بڑی توقعات اس سے وابستہ تھیں۔ لیکن سنٹرل جیل سب جیل بنادیا گیا کہ قیدیوں کی کمی تھی لہذا اس کارخانہ کو ختم کر دینا پڑا۔

کارخانہ کاٹج سازی۔ منور علی صاحب تاجر نے گورنمنٹ سے دس ہزار روپیہ قرض لیکر کاٹج کے سامان بنانے کا کارخانہ قائم کرنا چاہا لیکن افسوس کہ نتیجہ صفر رہا۔ اس لئے نہیں کہ یہاں کام کی گنجائش نہیں تھی۔ بلکہ اس لئے کہ کام کرنا مقصود نہ تھا یا اچھے کام کرنے والے نہ تھے۔

بنگلوریوں کا کارخانہ۔ منور علی سوداگر نے (جو چوڑیوں کی تجارت کرتے تھے) اس کو قائم کیا تھا۔ لچھ دولوں کام چلا۔ اور بعد میں ختم ہو گیا چوڑیوں کا کام بیگل میں بھی ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب نہیں ہوتا۔

کارخانہ پٹرول سازی۔ بزمانہ مسٹر کیفیلڈ ڈائریکٹر جنرل آل انڈیا سے پٹرول بنانے کا اسکیم تیار کیا گیا۔ اور بنجام ٹیکریل قریب تنویر کا ٹیڈی

ایک گراں قیمت مشنری قائم لگئی۔ لیکن ہماری بد نصیبوں کی وجہ کہ ”ہر قائم مقام اپنے پیش رو کے کام کو فنا کر دینا ہی اپنی پالسی سمجھتا ہے“ اس کا وہی حشر ہوا۔ لاکھوں روپیہ برباد ہونے کے بعد بالآخر اس کو ڈسٹیلری کے کام میں لایا جا رہا ہے۔ یہاں شراب تیار کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ بحر بربادی ملک کے کچھ نہیں۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ اس بدترین صنعت کے بھائے یہاں پر مفاد ملک کی صنعت نظر آئے۔

دباغت چرم۔ ایک کارخانہ دباغت چرم کا مستقر نظام آباد سے قریب ۱۳۳۲ء میں قائم ہوا تھا۔ جبکہ عمودی کمپنی مدراس نے قائم کیا تھا۔ معلوم وہ کیوں ختم ہو گیا۔ کیونکہ یہ راز روبربہ بوجہ بیرون ملک کی کمپنی ہونے کے واضح نہ ہو سکا۔ اس کے پہلے بھی ایک کارخانہ دباغت چرم بمقام کشمیر قائم تھا۔ وہ بھی باقی نہ رہا۔

کارخانہ صابون سازی۔ سیف چمن سوپ کے نغم سے ۱۳۲۲ء میں ایک کارخانہ مستقر بر قائم ہوا۔ اور بڑی کامیابی سے بانیاں کارخانہ اُس کو چلایا۔ لیکن کاریگروں کی بد عہدی نے ایک سال میں اُس کو ختم کر دیا۔ بیٹری سازی۔ بیٹریوں کے کارخانہ بکثرت نظام آباد کے عرض و طول میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہاں پر برگ آبنوس بہت ملتا ہے۔ اور مزدوری بھی سستی ہے۔ اس لئے بیرونی اشخاص یہاں پر کارخانہ قائم کرتے ہیں تاکہ باہر سے منگو کر استعمال ہو تا ہے کارخانہ تارا صاحب و گاندھی بیٹری رام سر وپ صاحب یہ قدیم کارخانہ اور کاروبار کے لحاظ سے بڑے ہی ہیں۔ انہوں نے اس بات کا ہے کہ اس قیمتی تجارت میں نظام آبادی افراد کا

حصہ نہیں ہے۔ حالانکہ ان کے ملک سے غیر استفادہ حاصل کرتے ہیں
عموماً ہزار بیڑیوں کی تیاری کے لئے ۵۰۰ روز دوری لجاتی ہے۔ مزدور
اور مزدور نیاں بہترین بیڑی بنانے کے ماہر ہیں۔ فیصدی (۷۵)
عورتیں بیڑی بناتی ہیں۔ اور مسلمان عورتیں بھی گھر پر مزدوری سے

کام کرتی ہیں۔
گھریلو باغیچہ کی کھادی۔ کھل۔ نواڑ۔ دھوتیاں۔ اور ساڑیاں عموماً
ہر قصبہ و محلات میں دستی کرگہوں سے تھوڑے بہت تیار ہوتے ہیں۔
صرف ایک قصبہ ارموہ میں (۲۵۰) دستی کرگہ چلتے تھے۔ لیکن زمانہ
کے انحطاط نے ان کو گھٹا دیا۔ البتہ کھادی ہنڈار۔ دیسی کھادی کو
کامیابی سے چلا رہا ہے۔ اور بیرون ملک اس کی اچھی مانگ ہے۔
پتھر کے گلاس و کنورے۔ پچیس سال قبل یہ کام بنگل میں ہو کر اٹھا
لیکن اب مفقود ہو چکا ہے۔

محبس کی صنعت۔ قیام صدر محبس تک شطرنجی۔ قالین ترکی تو ال۔
جانمازیں اور مختلف قسم کے پارچہ خصوصاً بہترین کھادی تیار ہوتی تھی۔
و نیز فرغیر وغیرہ بھی بنایا جاتا تھا۔ محبس کی تحقیف کے بعد یہ صنعت
ختم ہو گئی ہے۔

کارخانہ شکر سازی

نظام شوگر فیکٹری

نظام ساگر کے سلسلہ میں یہ کارخانہ ملک کے لئے خاص اہمیت رکھتا
ہے جو صحت مندانہ و پیہ کے سرمایہ سے بصورت کمپنی (۲۵) روپیہ

فی حصہ (عوام کے استفادہ کے لئے اس قدر کم رقم رکھی گئی تھی) رجسٹرڈ کر دیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں تعمیری کام آغاز ہوا۔ لیکن بہت جلد انتظامات کے ناقابل اطمینان ہونے کی وجہ اندسٹرل ٹرسٹ فنڈ کے تحت زیادہ پختہ تجربہ اور انتظامی قابلیت سے اس کو تقویت پہنچانے کی ضرورت داعی ہوئی۔ اور ۱۶ مئی کے اضافہ کے ساتھ جملہ (۱۷ مئی) کے سرمایہ سے کام آغاز شدہ مکمل کیا گیا۔ یہ فیکٹری مستقر بودھن میں قائم کی گئی۔ جو نظام آباد سے ۱۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں پر جدید ریلواری لائن بھی ڈالی گئی ہے۔ جس کا افتتاح حضرت والا شان پرنس آف حضرت ولی عہد سلطنت آصفی نے اپنے مبارک ہاتھوں میں منستہ کو فرمایا۔

اس کارخانہ کو نظام شوگر فیا کٹری سے موسوم کیا گیا ہے جس میں روزانہ ایک ہزار سے بارہ سو ٹن تک نیشکر سے شیرہ نکالنے کی گنجائش ہے اور اگر نیم نیشکر چا دے کی قسم کا پیدا ہو جائے تو دیگر ہزار ٹن تک گنجائش مکمل کی جاسکتی ہے۔ توقع ہے کہ فیا کٹری کی پیداوار سالانہ ۲۵ ہزار ٹن شکر تک ہو جائیگی۔ یہ مقدار شکر وہی ہے جو اس وقت ریاست دکن میں درآمد و خرچ ہوتی ہے جس کا اندازہ قیمت (۶۰) اور (۷۵) لاکھ روپیہ کے درمیان کیا گیا ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اس رقم کا معتد بہ حصہ کاشتکاران نیشکر تحت نظام ساگر کا حق ہو گا۔ اور سرکاری کو بھی محال کی صورت میں پندرہ لاکھ روپیہ مل جائیگا۔

سفرِ اہلِ اسلام میں پہلی مرتبہ اس کارخانہ کی تیارہ شدہ شکر بازار میں آئی چونکہ افتتاح کے ساتھ ہی موسمِ جلہ ختم ہو گیا۔ اس لئے ملک کے بازار میں عام نہ ہو سکی۔ اس کارخانہ سے ملک کے بڑے توقعات والہ بہتہ ہر یہ خداوند تعالیٰ اس کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بیرہنی کمیناں بھی سے سابقہ کی خکروں میں لگی ہیں۔ ابتداً راجہ دھنیراج کپور سنگ ڈائرکٹر تھے۔ جب راجہ صاحب سے کہم سنبھل نہ سکا تو میرالائی علی صاحب جو ضلع نفاذ آباد ہی کے ایک سبوت ہیں ان کے ہاتھوں حکومت نے بڑی توقعات کے ساتھ اس کارخانہ کا انتظام دیا ہے۔ اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کارخانہ کی تکمیل کے بعد کاروبار آغاز ہوئے۔ آپ کے سن کارگزاری کا اعتراف اڈرلیس میں بھی بوقت افتتاح کیا گیا تھا۔ جاری دعا ہے کہ جس طرح اس دُرجتی ہوئی کشتی کو سہارا ملا ہے اسی ناخالص ہاتھوں یہ منزل مقصود کو پہنچ جائے۔ آمین۔

اس کارخانہ پر مشر تارا پوری آنر کیٹو انجینئر۔ اور محمد اعجاز الدین صاحب مہتمم فرما ہی نیشکر کارگزاری ہیں۔

کارخانہ جات۔ ضلع نظام آباد میں حسب ذیل گرنیاں موجود ہیں
 شلقہ نظام آباد۔ فلوریل۔ رائیس مل۔ جنگ فیاکٹری۔ پریسنگ فیاکٹری

عہدہ۔ محمد عبداللہ مرحوم مورخ حالات نظام آباد نے ۱۳۳۷ء میں ۲۰ سال پہلے نظام آباد میں کارخانہ شکر سازی کی ضرورت بتلائے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی تھی۔ بلاشبہ مرحوم کی پرعلم اور اعلیٰ صورت اختیار کرنی۔ مصنف

کریشتر۔ تیل کا گھانا۔ سمٹ کا کارخانہ
 تعلقہ آرمور۔ فلور مل۔ کارخانہ پارچہ بانی ذریعہ شتری
 تعلقہ کاماریڈی۔ رائیس مل۔ فلور مل۔
 تعلقہ بودھن۔ رائیس مل۔ فلور مل۔
 تعلقہ بانسواڑہ۔ رائیس مل۔ فلور مل۔

کھاد سازی۔ ٹرکینگ کراؤنڈ کے لئے بزمانہ مرزا محمد بیگ صاحب
 ۱۳۲۳ء میں خواجہ محمد الدین صاحب سائنسری انسپکٹر کو معلومات حاصل
 کرنے اندر اسٹیٹ روانہ کیا گیا تھا۔ صاحب موصوف نے کامیاب
 طریقہ پر معلومات بہم پہنچائے۔ جس کے بعد لکھنؤ میں اس کے قیام
 کی منظوری مجلس لوکلفنڈ نے دی۔ بالآخر لکھنؤ میں یہ کام آغاز
 ہوا۔ اور کامیاب طریقہ پر جاری ہے جس میں انسانی فضلہ اور آبادی
 کا کچرا ملا کر بہترین کھاد بنایا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو رعایا بہت ہی
 پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہوئے دیھات میں بھی اس کی تقلید کر رہی
 ہے۔ یقین ہے کہ اس سے زمینات کی قوت نمو میں کافی مدد ملے گی۔
سبز کھاد۔ نباتات سے کھاد بنانے کے لئے سرسبز جھنگلات کو شیش
 کر رہا ہے۔ چنانچہ پیرکڑ تعلقہ آرمور و نوئی بیٹھ تعلقہ نظام آباد میں ۱۳۲۵ء
 سے سبز کھاد کی تیاری کے عملی تجربہ ہو رہے ہیں۔

نمائش

سب سے پہلی نمائش مقامی ضلع کی ۱۳۳۳ء میں بمقام جاترا کنٹینٹر

بزمانہ نواب تعقی یار جنگ مرحوم تعلقہ دار وقت مختصر پیمانہ پر قائم کی گئی تھی
 ۱۳۲۷ء میں قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ دار کی سرپرستی میں
 محمد طاہر صاحب صدیقی دوم تعلقہ دار کی توجہ سے بمقام باغ عام نہایت
 شاندار و کامیاب طریقہ پر نمائش مصنوعات ملکی قائم کی گئی تھی۔ جس میں
 ملک سرکار عالی کے اکثر شعبہ جات صنعتی نے حصہ لیا تھا۔ اس کا افتتاح
 راجہ شامراج بہادر صدر المہام نے فرمایا۔

مدرسہ صنعت و حرفت

۱۳۱۶ء میں بر بنار سحر یک عماد الملک مرحوم برز و جنگ تعلقہ دار وقت
 نے اس مدرسہ کی بنیاد اُس عمارت میں رکھی جہاں پر سابق دنتر اول تعلقہ دار
 جو ایک وسیع کمپونڈ اور متعدد عمارتوں پر مشتمل تھا۔ اس کے اخراجات
 کے لئے صیغہ کو کلفنڈ سے پانچ ہزار روپیہ بطور امداد دوائے گئے۔
 سب سے پہلے مٹر کاٹے دی ری اود اس کے بعد مٹر پادھے من بعد
 محمود علی صاحب مدرسہ پر مشتمل مقرر ہوئے۔ بزمانہ محمود علی صاحب ہستم
 ایک مختصر سا بورڈنگ بھی قائم کیا تھا۔

مدرسہ میں بخاری بید بائی آہنگری۔ کساری۔ اور ڈرائنگ کی مستقل
 تعلیم ہوتی تھی۔ قالین بانی۔ شطرنجی بانی۔ پارچہ بانی۔ اور کاغذ سازی وغیرہ
 فنون بھی سکھائے جاتے تھے۔ ۱۳۲۲ء میں مٹر کیلکٹر ہستم کا یہاں
 پر تقرر ہوا۔ اس کے بعد ضمیر الحسن صاحب ۱۳۲۳ء میں آئے اور
 ۱۳۲۵ء میں نواب حسن علی خان صاحب و نیز عبد الرزاق صاحب بحیثیت منظم

کار گزار ہوئے اول الذکر کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ثانی الذکر اس وقت تک کار گزار ہیں۔

۳۲۸ء سے پہلے یہاں پر کوئی نصاب تعلیم فنی موجود نہ تھا۔ سلسلہ بارہ سالہ لڑکے فنی تعلیم پاتے اور مختلف فنون میں دست گاہ حاصل کرتے۔ لیکن عموماً ڈرائنگ کے امتحانات کے جانب خاص توجہ کی جاتی تھی قاضی فضل الدین احمد صاحب ڈرائنگ ماسٹر مرحوم تک فرائض تعلیمی انتہائی حسن توجہ سے انجام دیتے رہے مستم محمود علی صاحب - اور قاضی صاحب موصوف کی دلچسپیوں نے سلسلہ تک اس مدرسہ کو کامیاب رکھا۔ چنانچہ آج سررشتہ تعلیمات میں اکثر ڈرائنگ ماسٹر اسی مدرسہ کے فارغ کار گزار ہیں۔ (مصنف نے بھی ۱۹ء میں ڈرائنگ کی تعلیم پائی ہے)۔ ۳۲۹ء تک مدرسہ کی حالت قابل افسوس رہی نہ صرف میں جب کہ یہ مدرسہ سررشتہ کو کلفنڈ سے علاقہ شاہی میں منتقل ہوا تو صرف چار فنون کو باقی رکھا گیا۔ یعنی فن سنجاری - بید بانی - آہنگری - کساری۔ باقی تمام شعبہ جات ختم کر دے گئے و نیز مدرسہ تہمتانیہ علاقہ کو کلفنڈ کو بھی برخاست کر دیا گیا۔ (مصنف نے تہمتانیہ تعلیم و نیز ڈرائنگ کی تعلیم کے لئے حکومت کو اکثر مرتبہ توجہ دلائی کہ مدرسہ صنعت و حرفت میں یہ دونوں شعبہ بیکدمرمدی ہیں۔ چنانچہ میکینیکی اسکیم ملک میں زمانہ قریب میں رونما ہو گئی)۔ ۳۳۰ء سے نصاب تعلیمی کا سہ سالہ تعین کیا گیا۔ اور ۳۳۱ء میں اس کو چار سال قرار دیا گیا۔ شرکت کیلئے عمر ۱۲ سالہ کی قید عاید کی گئی نصاب کے لحاظ سے فنی تعلیم کے مدارج طے

کرنے کے بعد سند (یعنی ڈیپلوما) دی جاتی ہے۔
دور جدید کے تیلج تعلیم حسب ذیل ہیں

| کیفیت | تعداد فارغ التحصیل | | | | صراحت فن |
|--------------------|--------------------|----|----|----|----------|
| | ۴۸ | ۴۶ | ۴۵ | ۴۴ | |
| نٹ - ۲۴ | ۳ | ۳ | ۳ | x | سجاری |
| میں نصابی سالہ | x | ۱ | ۳ | x | بیدبانی |
| کی وجہ نتیجہ برآمد | x | x | ۴ | ۱ | آہنگری |
| نہ ہو سکا | ۱ | ۱ | ۱ | x | کساری |

طلباء کو وظائف سال اول و دوم و دروپہ سوم میں روپیہ چہارم چار روپیہ ماہانہ دے جاتے ہیں۔ اس طرح سالانہ (اصلاً) اس میں خرچ ہوتے ہیں۔ حصول تعلیم کے بعد طلباء رونی ملازمت پر اکثر و بیشتر مامور ہوتے ہیں۔ بہت کم ذاتی حیثیت سے پیشہ کو انجام دیتے ہیں۔ پیشہ کے مقابل ملازمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے ایک ایسے طالب علم سے جس نے کمال بارہ سال اس مدرسہ میں کسارتی ڈرائنگ سارای سنگ کا کام وغیرہ سیکھا تھا۔ ذاتی کام کرنے کے لئے بارہا کہا لیکن ایک طرفت بہت ذہنیت نے دوسری طرفت افلاس کے خوفناک دیوتا نے اس کو (عمد) کی ملازمت پر قانع بنا دیا۔ بہر حال تعلیم کے ساتھ ذہنیت کی تربیت بھی ہونی چاہیے۔ گو عبدالرزاق صاحب موجودہ منظم ان خیالات کو ذہن نشین

کراتے رہتے ہیں مگر ماحول طلباء کو اس طرف رجوع ہونے نہیں دیتا رفتار زمانہ ماحول کو بدلنے کے لئے تیار ہے۔ جس کے بعد مدرسہ کا اصلی مقصد ظاہر ہوگا۔

۱۳۴۷ء ف میں طلباء کی تعداد حسب ذیل رہی۔

| شعبہ | سال اول | سال دوم | سال سوم | سال چہارم | جملہ |
|---------|---------|---------|---------|-----------|------|
| سجاری | ۲۰ | ۷ | ۶ | ۴ | ۳۸ |
| ہندیانی | ۳ | ۵ | ۰ | ۰ | ۸ |
| آہنگری | ۴ | ۱ | ۴ | ۲ | ۱۱ |
| کساری | ۹ | ۰ | ۰ | ۰ | ۹ |

اسات مدرسہ ۱۳۴۷ء ف میں حسب ذیل رہا۔

| نام | عہدہ | تخواہ | نام | عہدہ | تخواہ |
|------------------|-----------|-------|----------------|----------------|-------|
| عبدالرزاق صاحب | منظم | ۵ | مٹر پانیا | مددگار اول | ۵ |
| سید محمود صاحب | نایب منظم | ۵ | مٹر چندریا | مددگار سجاری | ۵ |
| مٹر دین کوٹی پٹی | مٹر نیا | ۵ | مٹر نیکم | مددگار کساری | ۵ |
| مٹر سجاری | " | " | عبدالرحمن صاحب | مددگار آہنگری | ۵ |
| | | | مٹر رائگ | مددگار ہندیانی | ۵ |

مطر پانا سجا ریہاں ۱۲۱۶ھ سے کار گزار ہیں جو سب سے سنیہ میں
عبد الطیف صاحب سابق ماسٹر سجا ری بہترین فن دان تھے جنہوں
نے دوجوبی تحت انتہائی صنعت کے ساتھ بارگاہ خسروی میں
پیش کرنے کی عزت حاصل کی تھی۔

موازنہ۔ شاہی میں مدرسہ آئیکے بعد سے سالانہ موازنہ (سمت ۱۳۵۵)
روپیہ منظور ہوا۔

۱۳۱۶ھ میں تیاری اشیا کا خرچ (العمک ۱۳۵۵) روپیہ ہوا تھا۔
جس سے (سالہ ۱۳۵۵) کے اشیا تیار ہوئے اسی سال (سالہ ۱۳۵۵)
کا مال فروخت بھی ہو گیا فی الوقت مدرسہ بودہن روڈ پر ایک کرایہ کے
کنادہ مکان میں ہے۔ چونکہ قدیم عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اسلئے
اُس کو چھوڑنا پڑا۔ یہ تبدیلی مہرستان میں قفل میں آئی۔
بلحاظ حالات مقامی۔ خیاطی۔ رنگرزی۔ سادہ کاری برید یو
موٹر میکینکی وغیرہ شعبہ جات کو قائم کیا جاسکتا ہے۔ جس سے اہل
ملک کو کافی فائدہ پہونچے گا۔ کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ منظم
عبد الرزاق صاحب کی حسن کارگزاری کے بمقابلہ پہلے کے سرکاری
حالت کو کچھ بہتر بنا لیا ہے۔ اگر ذمہ دار عہدہ داران مقامی دوسرے روڈ
مقامی حضرات کی توجہ ہو جائے تو یہ ایک کامیاب مدرسہ ہو سکتا ہے
خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب قوت خانہ برقی بھی نظام آباد میں قائم
ہو چکا ہے۔ جس کے بعد کوئی روکا وٹ ترقی میں نہیں ہے ضرورینے
ہے کہ حکومت نظام آباد کی برستی ہوئی ترقیوں کے مد نظر اس مدرسہ پر نوری توجہ فرما

باب

تجارت

ننانہ قدیم کے حالات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہاں کی تجارت مسلمانوں کے قبضہ میں تھی۔ کیوں کہ کاغذ سازی عطریات۔ پانچ بانی۔ رنگ سازی۔ اور درآمد کی تجارت یہ مسلمانوں کا آبائی پیشہ تھا جس پر ان کو ناز تھا۔ (لیکن تجارت سے آج مسلمانوں کو عار ہے یہ میں تغادت راہ از کجاست تباہ کجا۔ اس کے نتائج بھی اخلاص و فاقہ کشی کے عذاب میں مبتلا ہو کر وہ جہیل رہے ہیں۔ مگر عقل نہیں آئی۔ تاہم فی زمانہ کچھ آنکھ کھلی ہے۔) نزل سے نو لکھا سوداگر دن کا ایک خاندان یہاں پر آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہ ایک عالم طور پر مشہور ہے کہ قدیم قبرستان کے مقبرہ اسی خاندان کے ہیں۔ جو اپنے تزی و اعتشام کو زبان حال سے آج بھی بیان کر رہے ہیں۔ تاریخ نزل سے بھی نو لکھا خاندان کا پتہ ملتا ہے۔ ۱۶۱ھ میں حضرت محمد بن علی بن ابی طالب نے نزل سے ایک خاندان سادات کا اندر کو ہجرت کیا تھا۔ جو بہت متمول تھا غالباً یہی خاندان نو لکھا سے مشہور ہوا۔ اور اسی نے یہاں فروغ حاصل کیا۔

گنبد ثنابی بی کی انعامی سند سے قیاس غالب ہے کہ یہ اسی سلسلہ کا گنبد ہے۔ جس کے سلسلہ خاندان میں اس وقت سید احمد الدین الغفار موجود ہیں۔ یہ سب نام میر ولایت علی ^{رحمۃ اللہ علیہ} میں مجدد جاری ہوئی تھی اسی سند میں فتح اللہ بیا بانی عرف

باوجود اس گری ہوئی حالت کے اس وقت بھی یہاں پر مسلمان
 تاجر کچھ نہ کچھ ضرور موجود ہیں۔ جن میں فی الوقت محمد امین سوھاگر
 پارچہ کا خاندان جو نظام آباد کا متوطن ہے اور سید قادر صاحب موم
 سوداگر جن کے فرزند سید یوسف صاحب بی۔ لے یل یل بی دکیل اور
 سید محمد صاحب وکیل متوطن نظام آباد گنج کی بڑی مسلم دکان ولی محمد
 حاجی موسیٰ سیال۔ آصفی تجارت جلال سیال کی ہے۔ اور تمام اپنی
 تجارتی کامو بار و سرمایہ داری میں مشہور ہیں۔

ستھارتی منڈی صوبہ سیدک میں اسی ضلع کو قرار دیا جاسکتا ہے خصوصاً
 نظام ساگر کی وجہ کثرت پیداوار۔ اور کارخانہ شکر سازی کا قیام مشعل
 قریب میں تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس ضلع کو تجارتی منڈی
 بنا دینگا۔ درآمد و برآمد کے اعداد باب (۸) کے دیکھنے سے ظاہر ہونگے
مجموعہ پنج۔ میں (۸۰) دوکان ٹھوک فروشی کے ہیں۔ جس کی
 تجارت کا سالانہ اندازہ یک کر وڑ کے قریب قریب ہے یہ گنج نظام آباد
 کا سب سے بڑا گنج ہے بزمانہ برزدجی تعلقہ اور المظاہب برزو جنگ
 ۱۶ اسلاف میں بنا۔ جس کا افتتاح سر مہاراجہ یحییٰ السلطنت کشن پشا
 بہادر مدار المہام ریاست نے اپنے مبارک ہاتھوں فرمایا۔ اور اسکو
 بادشاہ وقت کے نام سے موسوم کیا۔ اس گنج کی تیاری میں ایک لاکھ
 ساٹھ ہزار کے معارف ہوئے۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۶ شاہ بیابانی کا ذکر ہے لیکن ان کے مزاج کا کوئی پتہ بھلک نہیں ملا ہوا
 ۱۔ ملاحظہ ہو باب مشاہیر۔

یہاں پر مسلم ناجروں میں سب سے پہلے عبداللہ بن محمد مروجی کی دکان قائم ہوئی۔ اور اسوقت حاجی ولی محمد حاجی موسیٰ سیاں کے کاروبار تجارت بڑے پیمانہ پر ہیں۔ مارواڑی حضرات میں سب سے پہلے جھومر لال جی نے ۱۳۱۲ء میں یہاں پر دکان قائم کی۔ اور آج بھی ان کے کاروبار جاری ہیں۔ یہ ابتداء سے گنچ کے معلومات رکھتے ہیں اور بلحاظ عمر و تجربہ گنچ کمیٹی کے صدر ہیں۔ مارواڑی قوم کے ستار میں دیوان بہادر رام گوبال کے کاروبار گرنی۔ اور گنچ میں بنکٹ لال بدری نارائن کی دکان اڑتھ بڑے پیمانہ پر ہے۔ ملکی حضرات میں دھیل ریڈی گنگار ریڈی کی دکان گنچ میں اعلیٰ تجارت کی حامل ہے۔ دھیل ریڈی گنگار ریڈی دونوں بہائی ہیں جو بانسواڑہ کے وطندار ہیں۔ بودھن کی بڑھتی ہوئی تجارت کے مد نظر ۱۳۱۲ء میں ایک گنچ کی بنیاد قاضی زین العابدین صاحب کے زمانہ میں رکھی گئی۔ کاماریڈی۔ فرحت اللہ صاحب دوم تعلقہ دار کی حسن سعی سے یہاں بھی ۱۳۱۲ء میں ایک گنچ قائم ہوا ہے۔

بازار ہفتہ واری۔ ۱۳۱۲ء میں جن مقامات پر بازار تھے۔ ان میں سے اکثر ٹوٹ گئے۔ برائے نام بازار تھے۔ لیکن ان میں سے اکثر بازارات کو از سر نو کامیاب تجارت گاہیں بنادیا گیا۔

۱۳۱۲ء کے بازارات اور ان کے ایام مقررہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
نام بازار۔ یوم بازار زمانہ قیام ۲۱۔ نوی پٹیہ چار شنبہ آقا جموں علی تحصیل
۱۔ قصبہ اندور پنجشنبہ ذابہ راجہ جنگ ۳۱۔ سرناپلی ۲۔ حسب سابق

| | | | |
|--------------|-----------------------------|-----------------|-----------------|
| نام بازار - | یوم بازار زمانہ قیام | ۱۰ - بجیل - | دوشنبہ حسب سابق |
| ۴ - گندارم | چهارشنبه حسب سابق | ۱۱ - بانسواڑہ - | پنجشنبہ |
| ۵ - بودہن - | جمعہ - آفاشیخ عالی ضا تحصلہ | ۱۳ - گتہ - | دوشنبہ |
| ۶ - گودر - | چهارشنبه - حسب سابق | ۱۴ - بکنور - | شنبه |
| ۷ - رودرور - | شنبه - آفاشیخ علی رضا | ۱۴ - کالیڈی - | پنجشنبہ |
| ۸ - آرمور - | " " | ۱۵ - رگم پیمہ - | چهارشنبہ |
| ۹ - کوڈور - | یکشنبہ - حسب سابق | ۱۶ - سدایونگر - | جمعہ |

ان مقامات پر مختلف مقامی ضروریات کے اشیاء اور خام پیداوار آتی اور فروخت ہوتی ہے۔ مولف کے اندازہ میں ہر ہفتہ اور تجارت کا اوسطان بازاروں کا کسی حال میں پالیس ہزار سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس طرح سالانہ پالیس لاکھ کی یہ تجارت گاہیں قرار دی جا سکتی ہیں اجناس روغن دار - ضلع میں روغن دار اجناس کی پیداوار کا اندازہ کی پیداوار - ۱۳۴۷ء میں حسب ذیل تھا۔

| | | | |
|-----------|--------------|---------------|-------------|
| نام جنس - | مقدار | کروڑ - | ایک ہزار سی |
| تل - | ۲۳ ہزار من | ارنڈی - | ۵ - ہزار من |
| سیاہ تل - | ۶ - ہزار من | ولایتی مونگ - | (۸) ہزار من |
| السی - | ۱۳ - ہزار من | | |

(نوٹ) تجارتی نقطہ نظر سے دیگر پیداوار باب مالگداری بعنوان الوباب ہر اجی ملاحظہ ہوں۔

نرخ اجناس - اوسط نرخ اشیاء یا محتاج کے اعداد حسب ذیل ہیں۔

نام بنس۔ قیمت فی روپیہ نہ ۱۲ ان میں قیمت فی روپیہ آخر ۱۲ ان میں

| | | |
|------------------|----------------------|----------------------|
| عمودہ ہار یک پل | $10\frac{1}{4}$ انار | (۵) آثار |
| موٹے پادل | $16\frac{1}{4}$ " | (۸) " |
| جوار | ۳۲ " | (۱۰) $\frac{1}{4}$ " |
| تور | ۱۰ " | (۹) $\frac{1}{4}$ " |
| خنود | $8\frac{1}{4}$ " | (۸) " |
| گیہوں | ۸ " | (۸) " |
| ماش | ۱۳ " | (۷) " |
| تل | ۱۱ " | (۵) $\frac{1}{4}$ " |
| گھی خالص | $1\frac{1}{4}$ آثار | (۱) " |
| قند سیاہ یعنی گڑ | ۵ " | (۴) " |
| شکر | $1\frac{1}{4}$ " | (۳) " |

تعہدات و متاجری۔ سمیات کا تعہد سالانہ میں (صائمہ) کو دیا گیا تھا۔ اور سالانہ میں (سمیہ صلیحہ) پر یہ معاملہ ہرج ہوا۔ بار برداری بیٹی۔ مارکٹ بیٹی۔ سلج بیٹی۔ کوپ ہائے جنگلات اور برگ آبنوس۔ کے تعہدات کا ہرج بھی اس ضلع میں اجبی قیمتوں پر ہو کر رہا ہے۔ خصوصاً برگ آبنوس و جنگلات کی مانگ گران قدر لکڑی کے بیوپار کرنے والے سید عبدالقیوم صاحب مشی الذیضات و چند رہبان سنگھ صاحب محمد علی صاحب غیر متاجران جنگلات ہیں۔

بنکنگ

صدر بینک امداد یا مہمی - بزمانہ نواب تقی یار جنگ دی سالانہ میں
نظام آباد۔ اس بینک کا قیام عمل میں آیا جس کا مجوزہ
سرمایہ دو لاکھ روپیہ قرار دیا جا کر فی حصہ ایک صد روپیہ کا مقرر کیا
گیا۔ بغور افتتاح (مبداً) کے حصص فروخت ہو گئے فی الوقت
اس کا سرمایہ حصص فروخت شدہ (مستحق) ہے۔ اور سرمایہ
وصول شدہ کی مقدار (لوےس) روپیہ پچاس اور مد محفوظ ہیں (۱۵۰۰۰ روپیہ)
روپیہ جمع ہیں۔

ختم سال تک اراکین شخصی کی تعداد (۱۱) اور انجمن ہے
ذیلی (۷) اور ایک شہری بینک اس بینک کے تحت کام کر رہے ہیں
اس بینک کی بہترین خصوصیات یہ ہیں کہ وقت آغاز کار و بالاد
بینک نے (۱۹۰۷ء) روپیہ کا قرض حاصل کیا تھا وہ اندرون
پانچ سال ادا کرنے کے بعد اب تک اس نے قرض حاصل نہیں کیا
بلکہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا کاروبار چلا یا جا رہا ہے۔ بحالت موجود
زیر استقامت سرمایہ کی تعداد (۱۵۰۰۰ روپیہ) سالانہ میں رہی
اس بینک کے اعزازی معتمد ابتداء ہی سے مسٹر کاشی راو صاحب
وکیل ہیں۔ جن کے من انتظام کے متعلق سر شرتہ اور بورڈ بینک پر
رپورٹ میں شکور نظر آتے ہیں۔ اس بینک کے قیام میں مسٹر
پجہی نارائن سنگھ ٹیڈ محمد مہدی الخطاب مہدی یار جنگ کی خاص کوششوں سے

بنک بانسواڑہ - تعلقہ بانسواڑہ میں بھی ایک بنک قائم ہے جس کا سرمایہ مع امانت (۱۰ لاکھ روپے) ہے۔ یہ بنک ہر قسم کی انجمنوں کو قرض دیا کرتا ہے۔

شہری بنک - ۱۳۳۶ء میں مسٹر لچمی نارائن الیکٹر انجمن ہاؤس امداد باہمی کے حوالے سے ایک شہری بنک کا قیام عمل میں آیا۔ ابتداً اس کا عدم وجود یکساں رہا۔ ۱۳۴۲ء میں پھر زندگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس وقت اس کا سرمایہ (۱۰ لاکھ روپے) ہے۔ اس کے میر مجلس جلال الدین صاحب دکیل تھے فی الوقت سید شرف الدین صاحب دکیل ذوالفقار میر مجلس انتہائی دلچسپی سے انجام دیتے ہیں۔

امپیریل بنک - ۱۳۴۸ء میں امپیریل بنک کی ایک شاخ یہاں قائم ہوئی۔ جو اپنے کاروبار انجام دیتی ہے۔

انجمن تجارت - یہ دوکان ایک لاکھ روپیہ سرمایہ رعایا سے پیداوار - محبوب گنج میں قائم ہوئی جو بحساب فی حصہ (۵۰) بنیں ہزار حصص پر مشتمل ہے۔ بوقت قیام سررشتہ زراعت نے بھی تعاون عمل کے وعدہ کئے تھے۔ اسی امید پر کام شروع کر دیا گیا۔

اس کا افتتاح بروز دیوالی ۱۳۴۲ء محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقہ دار کے ہاتھ سے ہوا۔ لیکن ابتدائی کاروبار آگے نہ بڑھ سکے

قاضی زمین العابدین صاحب تعلقہ دار کے حوالے سے ۱۳۴۶ء میں اس کے کاروبار آغاز ہوئے۔ سہایت کامیابی کے ساتھ یکساں جاری ہے۔ ملک سرکار عالی کے لئے یہ ایک نمونہ کی انجمن ہو گئی

جہاں رعایا اپنی پیداوار کو محفوظ کر کے منافع حاصل کر سکیگی۔
اس غرض کے لئے مختلف اسکیم زیر غور ہیں۔ اس دکان کا
اعزازی معتمد ناچیز مولف ہی کو مقرر کیا گیا ہے۔ اسی قسم کی ایک
انجمن بالنواڑہ میں بھی قائم ہے۔

سرسشتہ زراعت نے اب تک تو اس انجمن سے کوئی تعاون
عمل نہیں کیا نہ معلوم آئندہ کیا صورت ہوگی۔ کوئی قابل اطمینان منجنگ
ڈائریکٹر نہ ملنے کی وجہ سے فینز سٹریٹ کی کمی کے باخالات موجودہ یاسن گیزر نظر آتے ہیں
سجارت شکر۔ کارخانہ شکر سازی کی وجہ نظام آباد کی سجات
عنقریب ملک سرکار عالی میں واحد مرکز قرار پائیگی۔ (مفصل حالات
ملاحظہ ہوں) باب صنعت و حرفت کارخانہ شکر سازی۔

باب

طبابت و حفظان صحت

دواخانہ انگرنزی

۱۹۲۰ء میں سب سے پہلا دواخانہ قائم ہوا۔ اور ڈاکٹر مسٹر
قمر الدین کا تقرر دواخانہ پر ہوا۔ جن کے تحت ایک کمپیوٹر اور ایک
چیپک برار تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دواخانہ کے قیام کے ساتھ ہی عوام
نے توجہ کی کہ پہلے ہی سال مرضار کی تعداد (۲۹۱۳۷) ہوئی اور (۲۱۱۲)
بچوں کو ٹیکہ اندازی ہوئی۔

فی زمانہ ہر تعلقہ پر ایک سب اسٹنٹ سرجن اور مستتر ضلع پولیکل
سیدل سرجن اور ایک اسٹنٹ سرجن ایک سب اسٹنٹ سرجن مقرر ہیں۔
اس کے علاوہ حفظان صحت کے لئے دورہ کنان اسٹنٹ سرجن بھی
ہیں۔ مستورات کے لئے ایک لیڈی سرجن مستقر ضلع کے دواخانہ پر
متعین ہیں۔ جس کے ذمہ زچگی خانہ کے فرایض بھی ہیں۔ وینزمرکز بہبودی
اطفال کے لکھو ونگرانی بھی لیڈی سرجن ہی کے ذمہ ہے۔

الات جراحی و بستر - ۱۳۲۵ء میں ڈاکٹر ایم۔ بی۔ داور صاحب سیدل سرجن
کی کوشش سے آلات جراحی وینز بلنگٹ غیرہ حاصل کئے گئے۔ اس طرح
تمام ضروری آلات دواخانہ میں موجود ہیں۔

عمارت - دواخانہ کی عمارت ۱۳۳۱ء میں (مصلحتاً) کی لاگت
سے تیار ہوئی۔ اس عمارت میں ۱۶۵ بستروں کی گنجائش ہے۔ اس کا
افتتاح ڈاکٹر قطب الدین صاحب مرحوم نے کیا کوئی اسپتال کمرہ نہیں ہے۔
وینز تقریباً ۱۲۴ بستریوں کے اکثر یہاں پر نظر آتے ہیں۔ سمالت
جبوری ورنڈے وغیرہ میں مرزا کو رکھنا پڑتا ہے۔

زچگی خانہ کی عمارت ۱۳۴۲ء میں اور مرکز بہبودی اطفال کی ۱۳۴۱ء
میں مکمل ہوئی۔

امراض بانی

طاعون - بلحاظ آب و ہوا جراثیم پلگ نظام آباد میں فضا ہو جانے
کا یقین ڈاکٹروں کو ہو چکا تھا۔ اس لئے ۱۳۱۳ء سے اس مقام پر
قرنطینہ قائم کیا گیا تاکہ حیدرآباد متاثر نہ ہو۔ لیکن بارہ سال کے اندر ہی

قدرت نے انسانی خیالات کو غلط نہایت کر دیا یعنی ۱۲۶ سالہ میتیں اس پر اس شدت کا طاعون آیا کہ روزانہ پچاس ہزار اموات کی تعداد ہو گئی اس کے بعد پھر کئے مرتبہ اس کا دورہ رہا آخری دورہ ۱۳۸۸ء میں ہوا اس کے بعد سے آج تک اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

۱۲۷ سالہ۔ ۱۳۸۸ء میں یہہ دبا عالمگیر رہی اور یہاں بھی کافی اثرات رہے قیامت صغرا کا نمونہ سامنے تھا۔

۱۲۸ سالہ۔ ۱۳۸۹ء میں اس کا دورہ اچانک ہوا۔ غالباً منبع آب حوشی کی بے احتیاطی نے ایک دم اس دبا کو اچھالا لیکن مسٹر ایریج شاہجانی تعلقہ دار نے رات دن محنت نافذ برداشت کر کے ادویات کی آمیزش سے جراثیم کو دور کیا۔ اور اللہ کے فضل سے یہ وبا ہی مرض دور ہوا۔ روزانہ پچاس ہزار اموات تک تعداد پہنچ چکی تھی۔

۱۲۹ سالہ۔ ۱۳۹۰ء تک اس مرض کو نظام آباد میں کوئی خاص ہمت نہ تھی۔ البتہ یلار یڈی میں مجہروں کی کثرت کے باعث یلیریا کے غیر معمولی اثرات تھے اسی لئے دُول بلار یڈی (یعنی مجہروں کی یلار یڈی) سے یہ مقام معروف تھا۔ نہر نظام ساگر کی روانی کے بعد سے مجہروں کی کثرت ہو گئی۔ خصوصاً نظام آباد میں مغرب کے بعد ان کا حملہ شروع ہو جاتا ہے اور تمام رات انسان کو کرب و بے پینی میں مبتلا رکھتا ہے۔ ۱۳۹۵ء میں قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ دار نے تحریک کی کہ بنگالی تنگہ یہ ایک آبی نباتات شل کنول کے ہے جو سطح آب پر نشوونما پاتا ہے۔ اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے۔ اور بالکل پودے کے مماثل اس کا پھول

بہت ہی خوبصورت اور نازک مثل مور کے پردوں کے نقش و نگار رکھتا ہے۔ پتوں کا رنگ گہرا سبز اور پھول کا سنی رنگ نما اُس میں زرد و نیلا نقش و نگار۔ اور پودے میں بانی دھوا بھرے رہتے ہیں۔ اُس کی جڑیں بہت لمبی اور گنجان ہوتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جہاں اس کی کثرت ہوتی ہے اس پر دو دو آدمی کھڑے ہونیکے بعد بھی معہ وزن کے تیرتا ہے کہتے ہیں سب سے پہلے یہ بنگال میں نمودار ہوا۔ اسی لئے اس کا نام بنگالی تنگہ ہو گیا (زیر نہر مواصلات میں بکثرت ہو گیا ہے اس سے نہ صرف ملیر یا کچے چھروں میں افانہ ہو رہا ہے۔ بلکہ پیداوار کے لئے بھی مضرت کا باعث ہو گیا ہے اور نہر کے لئے بھی نقصان دہ ہو جائے گا۔ اس کے فنا کرنے کے لئے تاوقتیکہ بنگال کی تعلیم میں تعطیل دیجا کر ملازمین سرکار در عایا کو تنباؤ کا موقع نہ دیا جائے۔ اس کا فنا ہونا ناممکن ہے۔“ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں یہ سحر یک (۵) سال کیلئے منظور ہوئی۔ اور ہر سال ماہ اردی بہشت میں ۲۹ مہر تا یخ صلیح نظام آباد کے لئے تعطیل عام دیدی جاتی ہے جس میں تمام عہدہ دار ملازمین رعایا زراعت ہمیشہ خوش باش بموجب نظام العمل تمام ضلع میں پھیل جاتے ہیں۔ اور رعایا کے ساتھ ملکر اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں۔ اس طرح تین سالہ سعی عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں ہنڈی مقدار کو فنا کر دیا گیا۔ خدا کرے کہ اس خوبصورت بلا سے جلد نجات ملجائے۔

اس کے علاوہ افسر حفظان صحت بھی اپنی اسکیموں کو برابر آگے

بڑا رہے ہیں۔ خیال ہے کہ ڈپنچ کی تیاری کے بعد مستقر نظام آباد
میں تو امن ہو جائے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن نہر کی وجہ کثرت
آب جو تمام ضلع کو مرطوب بنا رہی ہے۔ آخر اس کے نتائج کیا ہونگے؟
اسمار سیول سرجن متعینہ دواخانہ نظام آباد۔

| سلسلہ | اسمار سیول سرجن | سنہ | اسمار سیول سرجن | سنہ |
|-------|-----------------------|-------|--------------------|-------|
| ۱ | ڈاکٹر محمد الدین صاحب | ۱۲۷۹ھ | ڈاکٹر رضا خان صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۲ | محمد اسماعیل صاحب | ۱۳۶۳ھ | ڈیویٹ صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۳ | سید محمد الدین صاحب | ۱۳۰۶ھ | قطب الدین صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۴ | جے رام صاحب | - | قافی احمد صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۵ | میری صاحب | - | گرے صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۶ | محمد الدین شریف صاحب | ۱۳۲۱ھ | نیکٹ چند صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۷ | شافرہ صاحب | ۱۳۲۱ھ | کریم عباس صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۸ | نارنگہ صاحب | - | یم بی داوڑ صاحب | ۱۳۲۶ھ |
| ۹ | ڈاکٹر لطیف سید صاحب | ۱۳۲۶ھ | ریاض علی صاحب | ۱۳۲۶ھ |

ڈاکٹر یم۔ بی داوڑ کا تقرر جدید مہر ۱۳۲۶ھ میں ہوا۔ لیکن وہ بہت
جلد عوام میں ہر دل عزیز ہو گئے۔ کیونکہ انتہائی احساسِ فرائض کا ثبوت
وہ دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کے اکثر اپریشن دیکھنے کا مجھ کو
اتفاق ہوا (اس لئے کہ میں تقریباً دیکھ ماہ دواخانہ میں زیر علاج تھا)
فیصدی (۹۵) کا مایاب نظر آئے۔ مرنار دواخانہ کے ساتھ آپ کا
سمہ۔ درمیانی سلسلہ لکھا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب (پنجاب مجلس بھی تھے۔

سلوک بہت اچھا دیکھا گیا۔ دو خانہ کی چمن بندی بھی انہیں کی حسن
 توجہ کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر داور صاحب کے تبادلہ کی وجہ ڈاکٹر ریاض علیؒ
 نے سیول سرجنری کا جائزہ لیا۔ یہ بھی خوش اخلاق ہمدرد انسان ہیں۔
 ۱۳۴۱ء میں سیاسی قیدیوں کی وجہ نظام آباد کا جیل غیر معمولی انتظام
 کا طالب ہو گیا تھا۔ قیدیوں کی تعداد ہزار تک پہنچ گئی۔ بحیثیت
 مہتمم جیل ڈاکٹر صاحب موصوف کے من انتظام سے سیاسی قیدیوں
 کا انتظام اچھا رہا۔ باوجود اس مصروفیت کے آپ عوام کی جانب
 بھی ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ اور انتہائی ہمدردی سے پیش آتے ہیں
 اسسٹنٹ سرجنوں میں ڈاکٹر خلیل۔ ڈاکٹر جٹ کر۔ ڈاکٹر ددر سوہی
 ڈاکٹر ایم۔ ایس کنیش نے نظام آباد میں انتہائی ہر دلعزیزی حاصل کی خصوصاً
 دو آخر الذکر ڈاکٹروں کو حراحی میں خاص مہارت تھی۔ ان کو اب
 تک نظام آباد کی بلک یاد کرتی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کا تقریر ۱۳۴۲ء
 میں ہوا۔ ۱۳۴۱ء میں مس فیانیکا لیڈی ڈاکٹر آئیں۔ مس صاحبہ
 نے ایسے بہترین اخلاق و ہمدردی کا نمونہ پیش کیا کہ ہر انسان انکا
 گردیدہ وزیر بار احسان نظر آتا تھا۔ انھوں نے کہ دی ۱۳۴۲ء
 میں اس نوجوان خاتون کا اچانک انتقال ہو گیا۔ جس پر
 نظام آباد کا بچہ بچہ متاسف نظر آتا ہے۔ ۱۳۴۱ء میں مسز
 اطہر لیڈی سرجن یہاں پر آئیں یہ ایک مسلم خاتون ہیں جو بچی خلیق
 و ہمدرد فرض شناس ہیں۔ ہمدہ کا خیال رکھتی ہیں۔ صرف فرایض
 کے وقت باہر نکلتی ہیں۔





ڈاکٹر مس فیاضی کا ۱۳۴۰ء ڈاکٹر جم بیس گیش

لنگنا چیرائی۔ بیالیس سال سے فریض تیار داری انجام دیتے ہوئے

یہ ایک انچا جراح ہو گیا ہے۔ اور تمام نظام آباد اس کا گرویدہ ہے۔ لنگنا کا ایک لڑکا امتحان ڈاکٹری میں کامیابی اور تقرر کے بعد مجنون ہو گیا۔ دوسرے لڑکا اعلیٰ تعلیم پارہا ہے۔ باوجود ذات کا بہوئی ہونے کے لنگنا کے اولاد کا صاحب تعلیم ہونا اور خود لنگنا کا منکر المراج۔ اطاعت گزار رکھڑایا ز قدردان بننا اس کے مقولہ پر

کار بند رہنا۔ قابل ذکر ضرور ہے۔ خانگی ڈاکٹر۔ ڈاکٹر۔ صوبہ دار ڈاکٹر۔ ابھنک بھی خانگی پراکٹر کرتے

ہیں۔ اول الذکر نظام آباد میں رہتے ہیں۔ دارالمجددین۔ سلف میں بمقام کنشتر نظام آباد مستقر سے دیر

فاصلہ پر ویل سن مشن کا قیام عمل میں آیا۔ اور ڈچیلی کی آب و ہوا کے مد نظر سلف میں بزمانہ نواب سہراب نواز جنگ قیام دارالمجددین کی ستریک ہوئی اور ۱۹۳۵ء سلف م ۱۹۱۶ء عیسوی میں اس کا قیام عمل میں لایا۔ سرکار عالی نے علاوہ بیش قرار امداد کے (۷۰) لکھ ارضی بلا قیمت و معافی حاصل میشن مذکور کو عطافرمائی ۱۹۲۱ء عیسوی میں (۵) دارڈ بیماروں کے لئے تھے۔ اور خانگی مرخار کیلئے دو۔ ایک بہترین عمارت دواخانہ کے لئے وسط میں ہے۔ سرکار کی جانب سے فی مریض عہد ماہانہ کے حساب سے ایک کیشر رقم کی امداد میشن کو ملتی ہے۔

اس دواخانہ کی ابتدا (۱۷) بیماروں سے ہوئی تھی ۱۹۳۱ء عیسوی میں (۶۷) تک یہ تعداد پہنچ گئی جس میں (۱۲) خاص نظام آباد کے

مستوطن تھے۔ اور شہریت میں (۳۹۰) مریض تھے۔ روز بروز اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور بجانب سرکار و لوکل فنڈ و نیز مخیر حضرات کی جانب سے کافی امداد ادارہ کو مل رہی ہے ہندوستان کا یہ واحد دواخانہ سمجھا جاتا ہے۔

میرے خیال میں اس دواخانہ کے زیر علاج مجذومین کا ضلع ہذا کی رعایا سے میل جول بلاشبہ نظام آباد کے حق میں نہایت ہی خطرناک ثابت ہوگا۔ آئندہ نسلیں اس کا اندازہ کر لیں گی۔ میں نے بحیثیت رکن کمیٹی لوکل فنڈ اس مشن کی مجذوم نوازی کو انتہائی جذبہ خدمت خلق کے نظر سے دیکھ کر قدر کرتے ہوئے اس متعدی مرض کے عوام میں نہ پھیلنے کی انسدادی تدابیر کے لئے برسوں آواز بلند کی ہے۔ جس کا ریکارڈ سررشتہ لوکل فنڈ میں موجود ہے میرا اعتراض ^{۱۸۸۵ء} کی رپورٹ مردم شماری کی بنا پر تھا۔ جس میں نظام آباد کو مرض جذام کا سب سے زیادہ متاثر مقام قرار دیا گیا ہے۔ کہ ہر (۹۲۶۹) نفوس میں جذامی (۲) تھے۔ لیکن اب اس مرض کا تناسب فی لاکھ نفوس (۶۹) ہو گیا ہے۔ نہ معلوم آئندہ اس کا کیا حشر ہوگا! اس مشن میں ایمان ادارہ کی سچی اور مخلصانہ ہمدردی ایسے مریضوں کے ساتھ جب کو دنیا کے

و۔ میری اعتراض کا ذکر اس موقع پر اس لئے ضروری خیال کیا گیا۔ کہ آئندہ آنے والی نسل مجھ پر الزام نہ دے کہ بحیثیت رکن کمیٹی میں نے عوام کی نمایندگی کا حق ادا نہیں کیا (الاعظم سکتہ ملاحظہ ہو۔

برہمب نے مردود ٹھہرایا ہے۔ بلاشبہ عیسائیوں کی انتہائی خدمت
 مخلوق خدا کا بہترین نمونہ ہے۔ درآن حالیکہ حکومت کے معاہدہ کے
 لحاظ سے ہر شخص یہاں آزادی سے اپنی مذہبی عبادت کا مجاز ہے
 پھر بھی عیسوی مشن کے خدمات دلوں کی گہرائی میں اپنا اثر چھوڑے
 بغیر نہیں رہتے۔

فی زمانہ حکومت کی توجہ سے برقی روشنی و واٹر ورکس و نیز وسیع
 رقبہ و مکانات رہائش مہضار نے یہاں خاص صورت پیدا کر دی ہے
 اور اس کی سالانہ رپورٹ اردو میں طبع ہونے لگی ہے۔ ورنہ اسکی
 رپورٹ شائع ہی نہیں ہوتی تھی۔ ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ تو
 یہ بھی انگریزی حرفت یا داشت کی صورت میں یہاں کا طریقہ علاج
 سنجاشن کے ذریعہ ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مہضار کو انتہائی صفائی

دل۔ مکانات میں جبکہ ڈاکٹر کرتے جلسہ سالانہ میں کہا کہ ہم تبلیغ
 مذہب نہیں کرتے۔ تو میں نے جواباً کہا تھا کہ اگر آپ تبلیغ نہیں کرتے تو فراموش
 نہ ہوں کہ مترادف ہوگا۔ کیونکہ آپکی مخلصانہ خدمت مخلوق اور انتہائی ہمدردیاں
 آپ کے مذہبی تبلیغ کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دینے کی ضامن ہیں
 لہذا میرا اعتراض تبلیغی نقطہ نظر سے نہیں ہے۔ بلکہ تاثرات مرض
 کے پیش نظر حکومت کے مقابل اعتراض ہے۔

۵۔ یہ بھی مولف کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ ہو رویداد ہا
 کو کھنڈ ۳۲۲ و ۳۲۳ ف۔

دردزائے جسمانی ورزش کے ذریعہ چاق و چوبند رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پہلا اور دوسرا درجہ قابل علاج سمجھا جاتا ہے۔ درجہ آخر ناقابل علاج وغیرہ متعین ہے۔ اس لئے ایسے مریض کو نہیں لیا جاتا۔ اسی طریقہ علاج کو ملک سرکار مانے کے تمام دواخانوں میں رائج کر دیا گیا ہے۔ علمی تعلیم حاصل کرنے سے سرکاری ڈاکٹر و طلباء یہاں آتے ہیں۔

مطب یونانی

۱۲۸۵ھ میں یونانی دواخانہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت حکیم برہان الدین صاحب کارگزار تھے۔ اس کے بعد حسب ذیل طبائے حکیم عبدالمصطفیٰ صاحب
عبدالسلام صاحب

عبدالستار صاحب ۱۳۲۱ھ

سید احمد صاحب مرحوم ۱۳۲۲ھ

محمود الرحمن خان صاحب ۹ شہر یور ۱۳۲۳ھ کو جابرہ لیا

۱۳۲۴ھ میں دواخانہ یونانی کام شروع (۵۰۵، ۷۷) رہا اس موجودہ طبیب کی کارگزاری دیونانی طبیب کی ہر دفعہ پریشانی پڑتی ہے۔ موجودہ دواخانہ کی عمارت دیگر اضلاع ملک سرکار مانے میں سب سے پہلے اسی ضلع میں تعمیر ہوئی۔ یہ تمبیر حکیم حافظ محمود الرحمن خان صاحب طبیب یونانی کی انتہائی کوشش اور مرزا احمد بیگ صاحب میر مجلس کو کلفیڈ کے حسن توجہ کا نتیجہ ہے۔ ایک

خوشنما عمارت دواخانہ اور ایک رہائشی مکان طبیب قدیم عمارت
اول تعلقہ داری کی اقتادہ زمین پر تعمیر ہوئی ہے۔ جہاں فی الوقت
ڈاکٹر ورکس بنایا جا رہا ہے۔ اس عمارت کا افتتاح ۱۹ مئی ۱۳۲۵ء
بدست حکیم محمد منیر الدین صاحب صدر مہتمم طبابت شاندار طریقہ پر ہوا۔
حکیم حافظ محمد الرحمن خان طبیب یونانی۔ خود دار۔ ہمدرد مریض
اچھے نباض طبیب سمجھے جاتے ہیں۔ جسکا ثبوت مرجوعہ کے اعداد سے
مل سکتا ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ طامع نہیں ہیں۔

حکیم محمد ظفر خان صاحب۔ برادرزادہ حکیم اجل خان صاحب جم
۱۳۲۵ء میں اپنے عزیز مرزا سلیم بیگ صاحب کے ہاں یک ہفتہ
کلیے بطور مہمان تشریف لائے تھے۔

خانگی مطب۔ حکیم ضا الاسلام صاحب لکھنؤ کے طبیب ہیں۔ آپ کے
والد نذر الاسلام صاحب باوجود نابینا ہونے کے حاذق حکیم ہیں۔ تقریباً
چہہ سال سے یہاں مطب کرتے ہیں۔

مصری اطباء

۱۳۲۵ء میں ضلع نظام آباد کے مصری اطباء کی تعداد تقریباً
تین سو تھی صرف تعلقہ نظام آباد میں (۷۹) افراد آرمور میں (۱۳۱) حکیم
تھے۔ ۱۳۱۳ء سے حکیم سدا سیورا و صاحب نظام آباد کے مشہور مصری
طبیب کا مطلب کامیاب طریقہ پر چلتا رہا۔ منجانب لوکل فنڈ امداد بھی
دیجانی تھی۔ ۱۳۲۹ء میں حکیم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے

بعد آپ کے شاگرد حکیم بہیم راؤ صاحب ۱۳۳۳ھ تک مصری حکمت کرتے تھے۔ صاحب موصوف کے انتقال کے بعد سے کوئی خاص طب نہیں ہے۔ مختلف استخامس گھروں میں خانگی علاج کر لیا کرتے تھے۔

ہوموپیتک

برہان الدین صاحب وکیل مرحوم کو اس سے دلچسپی تھی۔ اب آپ کے فرزند وحید الدین صاحب وکیل اس طریقہ علاج سے عوام کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ یہ بالکل شوقیہ مشغلہ ہے۔ اور محبوب خان صاحب محافظہ قتر بھی اس علاج میں دلچسپی لیتے ہیں۔

نر جلی خانہ۔ موجودہ کتب خانہ کی جو عمارت ہے۔ وہاں پر ۱۹۱۱ء میں **مہجانب ویل سن میشن** ایک زنانہ دوا خانہ عوام کے چندہ سے تعمیر ہوا تھا۔ جو ۱۹۲۷ء میں بوجہ عدم گنجائش برخاست کیا گیا۔ اس سے متعلقہ زمین کو نرسا گوڑ صاحب ساہو نے خریدا۔ چونکہ ملک بکر کا ہونے سے بیع و شری فاسد تھی۔ اس لئے نرسا گوڑ صاحب نے اس قیمتی اراضی کو نر جلی خانہ کے لئے وقف کر دیا۔ اور اس کی تعمیر کے لئے کثیر رقم بھی دینے کا وعدہ کیا۔ تعمیر کے آغاز کے بعد جن سین کی یادگار کا خیال جب ساہو موصوف کو آیا تو جو کچھ رقم لوکل فنڈ سے تعمیر میں شریک ہوئی تھی۔ وہ واپس کر دیا کہ سالم عمارت کی تعمیر اپنے ذمہ لے لی۔ اور جن سین کی یادگار میں عقیدت مندانہ پیش کش کر دیا۔ اس عمارت وزمین کی قیمت کا اندازہ

بچاس ہزار روپیہ ہے۔ اس طرح مسٹر نرسا گوڑ نے بہت ہی سستے داموں حیات جاوید کو خرید لیا۔ اس عمارت میں (۸) بستر ہیں اور یہ عمارت دواخانہ کے تفویض ہے۔ اس عمارت کا سنگ بنیاد ۱۳۲۳ء تکمیل تکمیل کر لیا گیا اور اس نے اپنے ہاتھوں رکھا اور ۱۳۲۴ء تکمیل میں اسی خاتون کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا اس عمارت کی تعمیر و تکمیل مسٹر۔ ایم۔ بی۔ داوریول سرجن کے زمانہ میں ہوئی۔ بلیم داوریول تک یہاں رہیں۔ اپنے شوہر کے ہمراہ ہمیشہ بیماروں کی خبر گیری میں رہیں۔ اس زوجگی خانہ کی تعمیر میں محمد علی صاحب صفوی کی دلچسپیاں بھی شامل رہیں۔ جنہوں نے بحیثیت معتمد و کلفندہ زچادوں کی کثیر تعداد کو نقد اہل سے بچانے کیٹی میں تحریک پیش کی اور اس کو کامیاب بنا کر چھوڑا۔

مرکز یہودی اطفال۔ سب سے پہلے محمد علی صاحب صفوی معتمد و کلفندہ نے اس مرکز کے قیام کے لئے ۱۳۲۲ء میں توجہ کی۔ لیکن بحیثیت رکن کمیٹی میں نے اس سے اختلاف کیا۔ اس لئے تحریک متروک ہو گئی۔ چونکہ یادگار جشن سین کے لئے میں دارالاقامہ سے بہتر کوئی یادگار کو نہیں سمجھتا تھا۔ اور اسی کے لئے بحیثیت ایک رکن جشن میں انتہائی کوشش فراہمی رقم کے لئے بانٹ کر عمل عہدہ داران مقامی کی قیادت میں۔ جشن سین کو مستقل یادگاروں میں منانے کیلئے سب سے پہلی تحریک جو ملک کے سامنے پیش کی گئی۔ وہ ناجیز مولف کی قیادت میں ملاحظہ ہو اخبار پیام، ۱۴ صفر ۱۳۵۴ء اور سب سے پہلے نظام آباد میں دارالاقامہ کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا تھا۔ اور

اسی دارالاقامہ کی منظوریہ رقم سے قاضی زین العابدین صاحب
تعلقہ دار نے اپنے زمانہ میں اس مرکز کی ضرورت کو مقدم قرار دیا۔ مرکز
بہبودی اطفال کے لئے قاضی صاحب نے راجہ صاحب سرنامی سے
گرٹھی کی افتادہ زمین (جو وسط آبادی میں ہے) حاصل فرما کر اُن
پر ایک خوشنما عمارت اور زمانہ کلب تعمیر کروایا۔ جس کا افتتاح تیار
۲۴ اڈر ۱۳۴۳ لکھنؤ میں سر اکبر حیدر نواز جنگ سیکرٹری صدر اعظم نے فرمایا۔ یہ
مقام وسط آبادی میں ویران پڑا تھا۔ راجہ صاحب سرنامی نے
اپنے امن عقیدت شاہانہ کے ثبوت میں اس قیمتی زمین کو عمارت
فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسط آبادی کا منظر نہایت خوش نما ہو گیا
اس مقام کا انتخاب مولوی شیخ محمد صاحب دکیل ورکن میڈی کو تلفظ
کا مہون منت ہے تو اس مرکز کا قیام قاضی زین العابدین صاحب
تعلقہ دار وقت کی خاص یادگار ہے۔

۴۔ مستقر ضلع نظام آباد کو جدید طریقہ آبرسانی سے حصول منفعت
کا موقع سب سے پہلے ملا۔ کیونکہ مالک محروسہ کے تمام اضلاع میں سب سے
پہلے آبپاشی کے لئے اس کا انتظام یہاں پر ہوا۔ یہ نل رگھوناتھ تالاب سے
نکالا گیا۔ جو بہاڑی قلعہ کے دامن میں ایک مرتفع مقام پر واقع ہے
اس کام کو مسٹر برزجی انجینیئر نے نظام آباد کے دو مخیر ہستیوں کے

اس کی ضرورت کے تحت سب کچھ کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ اختلاف رائے نے
آجنگ دارالاقامہ کی شدید ضرورت کو نظام آباد کے لئے باقی رکھا۔ اور بعلقبہ اراء
کری صدر لکھنؤ کی تحریک کامیاب ہو گئی۔ ملاحظہ ہو سید دیداد ۲۴ دی ۱۳۴۳ لکھنؤ۔

اشترک عمل سے انجام کو پہنچایا۔ رانی چیلیم جان کا بانی زمیندارہ
 سرنا بلی نے ۱۳۰۹ء میں ایک گراں قدر عطیہ پچیس ہزار کا دیا۔
 اور مٹرن ساگوڑ سا ہونے میں ہزار روپیہ بغرض تو سیخ نل ۱۳۱۲ء
 میں عطا فرمایا۔ کوکلفنڈ نے (۱۷) ہزار روپیہ محفوظ سے قحج کر کے اسکی
 تعمیر کو مکمل کیا۔ بلاشبہ یہ کارنامہ ان ہر سہ ہستیوں کے نام کو صفحہ ہستی
 سے نہیں مٹا سکتا۔ کیونکہ بانی پلانے کا ثواب ہر مذہب میں ملتا ہے۔
 نہر نظام ساگر کے وجہ اس تالاب کا رقبہ کم ہو گیا۔ اور نظام آباد
 کی بڑھتی ہوئی ترقیوں کے تحت جدید اسکیم ڈریج اور فائر وکس
 کی ضرورت کو محسوس کر کے مرزا محمد بیگ صاحب نے تحریک پیش
 کی۔ پہلے تو خیال ہوا کہ تالاب ماسانی سے پمپ کے ذریعہ وارڈ
 درکس قائم کیا جائے لیکن مصنف کو اصرار تھا کہ قدرتی ذرائع
 حاصل کرنے میں مزید خرچ بمقابلہ مصنوعی ذرائع کے کم خرچ کے
 زیادہ بہتر ہے ہری نجیف آواز پر غور مکر کے بعد منجیہ تالاب
 (جو نظام آباد سے ۹ میل فاصلہ پر ہے) فراہمی آب کا انتظام کیا
 جا رہا ہے۔ منجیہ کی نشاندہی مولوی شیخ محمد صاحب دکیل نے کی تھی
 کیا عجب کہ قریب تر زمانہ میں جدید انتظام آب رسانی مزید سہولت
 آب کا باعث ہو جائے۔ فردی ۱۳۲۵ء میں سابقہ عمارت
 اول تعلقہ اری (جو بعد میں دفاتر تحصیل و بندوبست کے کام میں
 لائی جا رہی تھی) کو توڑ کر اس مقام پر عمارت وارڈرکس کی تعمیر
 ہو رہی ہے۔ اسلئے کہ یہ وسط آبادی کا بلند تر مقام ہے۔ آب رسانی

تفصیلی ٹیپ خانہ تحت ہستم ٹیپ صوبہ میک

| | | | | | | | |
|----|-----------|----|-------------|----|---------------|----|-------------------|
| ۱ | نظام آباد | ۱۳ | بالتواڑہ | ۲۹ | رامکا پیٹھ | ۳۹ | ماسانی پیٹھ |
| ۲ | ایٹیلی | ۱۴ | بیرکور | ۲۷ | لیجھا پیٹھ | ۴۰ | یلدرتی |
| ۳ | رودرور | ۱۵ | دیشانی پیٹھ | ۲۸ | پوتاریڈی پیٹھ | ۴۱ | نظام ساگر |
| ۴ | چنتہ کنڈ | ۱۶ | مرزا پور | ۲۹ | بہوم پٹی | ۴۲ | اجم پیٹھ |
| ۵ | کلڑی | ۱۷ | میلارم | ۳۰ | کلو اکنڈ | ۴۳ | کلہر |
| ۶ | موسرہ | ۱۸ | ڈرکی | ۳۱ | کوٹ گیر | ۴۴ | پٹنم |
| ۷ | نوی پیٹھ | ۱۹ | بھندری پٹی | ۳۲ | پونگل | ۴۵ | چلرگی |
| ۸ | سرناپلی | ۲۰ | بودھن | ۳۳ | نگھ پٹی | ۴۶ | رام پورکھاں |
| ۹ | کپال | ۲۱ | رامایم پیٹھ | ۳۴ | مرزا پٹی | ۴۷ | کورکلی خورد |
| ۱۰ | دودھ گاؤں | ۲۲ | اکنا پیٹھ | ۳۵ | چندم پیٹھ | ۴۸ | بنولہ |
| ۱۱ | بالکٹہ | ۲۳ | دوباک | ۳۶ | سورارم | ۴۹ | کارخانہ شکر پودھن |
| ۱۲ | رنجیل | ۲۴ | تتا پور | ۳۷ | منگل پرتی | | |
| | | ۲۵ | مردوڑی | ۳۸ | وڈیارم | | |

تفصیل ٹیپ خانہ جات تحت ہستم ٹیپ صوبہ ونگل -

- (۱) اندلوا (۲) درپلی (۳) سرکنڈہ (۴) آرمور (۵) بھکونر (۶)
 بی بی پیٹھ (۷) دوم کنڈہ (۸) ملاریڈی (۹) ڈچیلی (۱۰) بیگل (۱۱)
 جکران پٹی (۱۲) ارگل (۱۳) دلیپور (۱۴) پالم (۱۵) یرکنڈہ (۱۶) سنگاپور
 (۱۷) موثر تاڑ (۱۸) چوٹ پٹی (۱۹) کمر پٹی (۲۰) دھکل (۲۱) پڑگل (۲۲)
 کلی کوٹ (۲۳) نہر پورہ (۲۴) کاماریڈی (۲۵) کبی راو پیٹھ (۲۶) سنگم پیٹھ

(۳۱) کشن داس بیٹھو (۳۲) گندھاری (۳۳) رانارٹھی (۳۴)
 اڈلور (۳۵) سدا سیونگر (۳۶) گندوئیٹ (۳۷) پونگل (۳۸) متاب۔

حصہ پنجم متفرقات باب

معابد و مقابر

رپورٹ ۱۲۸۱ء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلع ہذا میں اُس وقت (۱۰۲۴) مساجد اور (۵۳۹) مفادہ اور (۲۱) مٹھ جملہ (۱۵۸۴) معابد تھے۔

۱۲۴۷ء میں ایسے معابد جن کو سرکار نے معاش عطا کی ہو (۱۷۸۲) کی تعداد ہے۔ جس میں مساجد کی تعداد ۱۷ دیوالوں کے مقابل ۱۷ اور بلا معاش معابد (۲۶۱) ہیں۔ اس طرح جملہ تعداد معابد و مساجد وغیرہ (۲۰۴۳) ہے۔ بمقابلہ مساجد کے منادر میں اضافہ ہو گیا ہے اور مساجد ویران و ٹھہر چکے ہیں۔ اس لئے ابھی تعداد میں کمی واقع ہو گئی ہے ضلع ہذا میں جائزہ اور اعراض کی تعداد (۶۱) ہے۔ تختہ ذیل میں صرف اُن جائزہ اور اعراض کی تفصیل بتلائی جاتی ہے۔ جس میں ایک ہزار سے زائد مجموعہ ہوتا ہے۔

۷۔ یہ تعداد تو تعلقات کی ہے۔ پانچ تعلقات میں مزید اضافہ سلطنت آصفیہ کی رواداری کا بین ثبوت ہے۔

تختہ جاترا

| نام تعلقہ | نام موضع | نام جاترا | تاریخ جاترا | نام تعلقہ | نام موضع | نام جاترا | تاریخ جاترا |
|-----------|-----------|------------|-------------|-----------|------------|-----------|-------------|
| نظام آباد | نظام آباد | جنڈا بالا | یکم بہادون | بودھن | جانبک چیمہ | نرمو اسوا | ۱۹ جولائی |
| " | کنیشتر | نیل کھسوئی | ۱۵ بہادون | " | کنڈکرتی | رام لونی | ۲۹ مئی |
| آرمور | موڑ تار | سی ونگٹ | ۱۲ بہادون | " | گور | " | " |
| " | بیگل | سی ونگٹ | یکم بہادون | باسواڑہ | تھانگر | انم پریو | ۱۳ اپریل |
| " | " | سی ونگٹ | ۱۵ بہادون | " | گودام کلان | سی ماروتی | ۳ مئی |
| " | " | سی ونگٹ | ۱۲ بہادون | باسواڑہ | پتیاں سوا | پونم جیٹھ | ۱۹ جولائی |
| کٹاپور | کٹاپور | راما سوامی | ۱۵ بہادون | " | " | " | " |
| راما ٹیدی | راما ٹیدی | راما سوامی | ۱۵ بہادون | " | " | " | " |

تختہ اعراں

| نام تعلقہ | نام عرس | تاریخ |
|-----------|---------------------------------|-----------|
| نظام آباد | کمال شاہ بیا بانی قدس سرہ | ۱۹ جولائی |
| " | حضرت مخدوم عطارا قدس سرہ | ۲۹ مئی |
| " | سید شاہ امان اللہ حسینی قدس سرہ | ۱۴ جولائی |
| آرمور | سید شاہ لسانی بانشاہ قدس سرہ | ۶ شعبان |
| " | سید شاہ بابا بہار بدال قدس سرہ | ۳ رجب |
| بودھن | سید جمال شاہ بخاری قدس سرہ | ۵ اگست |
| " | بڑا پھار | " |

ان جاترا اور اعراس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے عرس و جاترا بہت سے ہوتے ہیں جو فی الوقت ناقابل ذکر ہیں۔

مساجد مستقر

مسجد کوٹ - اندرون احاطہ کوٹ ایک مسجد سنگ بستہ شکستہ ہے۔ قرآین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد نظام آباد کی سب سے قدیم مسلم عبادت گاہ ہے۔ کیونکہ سید محمد شہید قدس سرہ کامزار قدیم ہے اور میری تحقیق میں ملک کافور کا زمانہ آن کی شہادت کا معلوم ہو رہا ہے۔ اسی لحاظ سے اس مسجد کو میں سب سے قدیم قرار دیتا ہوں۔

جامع مسجد - یہ ایک قدیم عمارت ہے۔ اسناد الغامی غوث الدین و ضیاء الدین فیض منتخب نشان ^{۱۳۲۱} ۱۲۹۶ء کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۵۲ء میں یہ مسجد تیار تھی۔ کیونکہ ایک سند شاہ جہاں نے بر بنارس سفارش شاہ زادہ عالمگیر بانگ و صلوٰۃ کے لئے انعام در وجہ مدد معاش بنام ملا علی عطاء فرمائی ہے (سند کو مولف نے انعامدار موصوف کے خاندان سے لیکر بچشم خود دیکھا ہے) ملا علی کے پیشتر ملا فاضل کے نام اس انعام کا بحال رہنا۔ اسی سند سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سند پر مراد بخش ابن شہاب الدین کی مہر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم عمارت کے شکست ہونے کے بعد ۱۲۱۴ء میں اس کی چھت تعمیر ہوئی۔ اور ۱۳۱۸ء میں مقامی مسلمانوں کے چندہ سے اس کی ترمیم کی گئی۔ جس میں شیخ محمد صاحب دکیل و دہوندے خالص صاحب وغیرہ مقامی گتہ داروں نے کافی حصہ لیا۔ مولوی محمد اکبر صاحب پیش نام

جامع مسجد نے ۱۳۲۷ھ میں ایک لمحہ زمین کو نظام آباد کے مخیر حضرات کی امداد سے خرید کر اس کو مزید وسعت دی۔ مولوی محمد غلام مصطفیٰ پیشل نام جامع مسجد کی انتہک کوششوں سے اس زمین پر دارالاقامہ کی عمارت تعمیر ہو رہی ہے۔ جس میں چوبی کام خود دارالاقامہ کے لوگوں کے ہاتھوں ہوا ہے۔ اس عمارت کو غور سے دیکھا جائے تو مسلم فاتحوں کی رواداری کا انتہائی ثبوت ملتا ہے کہ مسجد کے عقب میں ایک قدیم محل موجود ہے۔ درمیان میں صرف ایک چھوٹا سا راستہ ہے۔ ہر ملت اپنے معاہد میں فریضہ عبادت آزادی سے ادا کرتی ہے۔ اگر مسلم فاتح دراصل متعصب ہوتے تو یہ صورت ہرگز نہ ہوتی اس مادی شہادت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کی حکومت کو اس قدر اطمینان کی نظروں سے دیکھا اور ان کی رواداری پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے خدا کی عبادت گاہ بنانے میں کوئی اعتراض نہیں کیا اور مسلمانوں نے باوجود فاتح ہونے کے مغتوح کی عبادت گاہ کو باقی رکھ کر اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیا۔ جس کی ہزاروں مثالیں ہندوستان کے طول و عرض میں مل سکتی ہیں۔ یہ تعصب کے قصے تو بڑا ہی پیوٹ ڈالو۔ اور حکومت کو ”اصول کے تحت ہیں۔ عبرت حاصل کرو“ عظیمندور جامع مسجد میں بتاریخ ۱۴۴۱ھ دی ۱۳۲۷ھ روز جمعہ حضرت والا شان ولی عہد بہادر نے نماز جمعہ ادا کی۔ یہ عجیب سا تھا۔ جب کہ والا شان بارگاہ رب العزت سبحانہ تعالیٰ میں سر بسجود دعا مانگ رہے تھے۔ اسی طرح جیسے کہ ایک غلام اپنے مالک سے مانگتا ہے۔



آلہد - نواب غازی پرتگ بہادر

حد دن موانع آدرسانی نے احب جامع مسجد نظام آباد (نوحہ عدم لیکاس صدر) مد رنے آواس وصول ہو خدا قر - حسن اعلیٰ سے نواب صاحب لکھنؤ اسے مد اس، عدالت سندھ ۱۳۴۷ م مدن دوہ رہہ سہا لائیے ہمار جامع مسجد مدن ادلی - احب عدالت ن مسجد سے مہد مال آف لے حد، ی ابدل مدلی - اہ اوسنی وٹ آف لے محاصل آف نظام مہاد - و دیر حد اہ مدلی اہاب طاب ادولہ مہوم ہو ووحہ دائر ذراعی محاصل سالانہ اطو اہاب حار اد اب صاحب مہوم - اسدت سے مہوم و کم واد - حسد لکھنؤ اہ ہوا اہ ہوزرون بدگان حد اعد ظار اے اے اہی بعا لے لے اہ سم اسکوہ ہوا کر کے ہدن -

[illegible]

1350-1351

بعد فراغت فریضہ جمعہ منجانب مسلمانان نظام آباد عقیدت کے
 پہول پیش کرنے کی عزت اس ناچیز مصنف نے حاصل کی۔ اور بعد
 شرف قبولیت نذر عقیدت حضرت والا شان ولی عہد دکن سپہ سالار
 آصفی کے ساتھ وفاداری و جانشاری کا عہد کر کے ہوئے اپنے شاہ
 ذی جاہ خلد امڈ ملکہ اور خاواہ آصفی کیلئے بارگاہ رب العزت میں
 دست بدعا ہوا۔ دوران تقریر میں تقریباً پانچ گھنٹہ حضرت الا شان
 بہادر سلوار پر سہارا لے ہوئے دست بدعا رہے۔ اس عمل سے مسلمان
 نظام آباد کے قلوب مسخر ہو رہے تھے۔ اس مسجد کو اس وقت تو
 کوئی معاش نہیں ہے۔ ۱۳۳۲ھ سے جدید اسکیم کی تحت ایک عالم
 پیش امام موابی (ص) + (ص) مقرر ہوئے جس پر سب سے
 پہلے مولوی محمد موسیٰ صاحب فارغ التحصیل دیوبند کا تقرر ہوا تھا۔
 اس کے پہلے عبدالعزیز صاحب موابی (ص) پیش امام تھے اور ۱۳۱۷ھ
 میں عبدالکریم بیگ موابی (ص) پیش امام مقرر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ
 اس مسجد کو کثیر معاش تھی۔ جس کو بد معاش قرار دیکر غصب کر لیا گیا۔
 جب کہ یہ قدیم مسجد ہے تو اس کو معاش کا نہ ہونا قرین تیاں بھی نہیں
 بیرون کمپوٹ مسجد سے ملی ہوئی جو مزار ہے وہ داد بادشاہ محمد وقیع شاہ کی
 ہے۔ جس کا انتقال ۱۳۱۶ھ میں ہوا اس مزار کو گادی پھمیا سا ہونے
 تعمیر کرایا جو آپ کا بے حد معتقد تھا۔

مسجد کھمان گڑھی یہ ایک تاریخی مسجد ہے اسکی صرف دیواریں
 کھڑی تھیں۔ بانگ صلوٰۃ کا ذکر ہما نہ تھا۔ ۱۳۲۲ھ میں عبدالرحمان

فرزند بسم اللہ شاہ مرحوم کی انتہائی کاوشوں رات دن کا دو کا
 نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خوشنام مسجد قدیم دیواروں پر کھڑی ہو گئی۔ صاحبِ محرم
 نے تیاری مسجد کے بعد معاش کے لئے بھی مختلف کاروائیاں کیں۔ اس
 مسجد کا مجدد عبد الرحمن صاحب ہی کو کھا جاسکتا ہے جو کتبہ محراب پر
 نصب تھا۔ وہ بالکل پھیل دیا گیا ہے۔ اس لئے بڑھا نہیں جاتا۔
مسجد کوثر علی اس کی تاریخ تعمیر ۱۲۳۷ھ ہے۔ اسکو قاضی شیخ محمد الدین
 عرف حاجی میراں ولد قاضی محمد محمد صاحب نے تعمیر کیا اور قاضی
 محمد جعفر ابن قاضی محمد محمد نے اس کی ترمیم کی اور اس میں شاندار
 حوض بنایا جو بعد میں باولی بن گئی اور بالآخر ۱۳۲۲ھ میں بند کر دیا
 گیا۔ اس کے اسناد متولی مسجد محمد علی صاحب الغامد کے قبضہ میں
 ہیں۔ کوثر علی صاحب ملازم سرکار تھے اُن سے اس مسجد کی خدمت
 کا تعلق تھا۔ اس لئے وہ اُن کے نام سے موسوم ہو گئی۔ اور آج
 تک موسوم ہے۔

مسجد گنج۔ اس کو کچھپوں کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ ۱۳۲۷ھ میں
 مسلم تاجران گنج نے اس مسجد کا سنگ بنیاد نواب فضیلت جنگِ محرم
 و حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہاتھوں رکھوایا۔ اور نہایت
 شاندار مسجد تعمیر کی۔ اس تعمیر میں حاجی ولی محمد دکا کا آدم جی۔ اور
 حسین بھائی صاحبان تاجران گنج نے خاص طور پر حصہ لیا۔
مسجد امین۔ سید احمد اللہ صاحب المناطِب احمد نواز جنگِ تعلقہ
 دقت نے ۱۳۲۹ھ میں اس کے لئے تحریک کی۔ جس کی منظوری

۳۳۱ھ میں آئی۔ سید احمد صاحب قادری المناہب احمد یار جنگ تعلقدار نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور مسٹر گویند نامک تعلقدار وقت نے دیکھی لیکر اس کو مکمل کروایا۔ نواب تقی یار جنگ مرحوم کے زمانہ میں مسجد مکمل ہو گئی۔ اور ۳۳۳ھ میں بانگ و صلوٰۃ کا آغاز ہوا۔

مسجد قلعہ۔ سید شاہ پیران صاحب ہستم مجلس کے حسن سعی کا عملی نتیجہ ۱۲۴۱ھ میں بصورت تعمیر سجدہ ظاہر ہوا۔ اس کے پہلے یہاں پر ایک سفال پوش مسجد تھی۔

مسجد اوپر ٹیکڑی۔ یہ مسجد دہلیہ کی تنگ تھی۔ حمید الدین صاحب د میر ولایت علی صاحب الفامدار و عبدالرحمن صاحب کے انتہک کوشش نے اس کو بامداد سرکار و بامداد خیر حضرات ۱۲۴۲ھ میں مکمل کر دیا جو ایک بختہ و خوشنما عمارت کی صورت میں آج نظر آتی ہے۔

مسجد داروعلی۔ یہاں پر علم استادہ ہوا کرتا تھا۔ لال محمد صاحب مرحوم نے عبدالرحمن صاحب کیل کی سرپرستی میں مسلمانان محلہ کی امداد سے ۱۲۴۱ھ میں اس کو عبادت گاہ موجود حقیقی بنادیا جہاں پر روزانہ مولوی حامد حسین درس تفسیر دیا کرتے ہیں۔

مسجد ہتائی۔ پہلے سفال پوش تھی۔ عزیز علی شاہ صاحب مرحوم کی آمد کے بعد اس کی تعمیر و توسیع ہوئی۔ ۱۲۴۲ھ میں شاہ صاحب کی حسن توجہ سے بختہ عمارت کی صورت اختیار کر لی۔

مسجد محلہ اسلامیہ۔ یہ بھی ایک سفال پوش مسجد تھی۔ اہلیان محلہ کی حسن توجہ سے ۱۲۴۲ھ میں بلند کر دی گئی۔

شہید شدہ مساجد - محلہ کوٹ میں ایک مسجد اور جانب مغرب بیرن کوٹ بھتر کی مسجد اور مقبرہ محمد محسن مرحوم میں ایک مسجد شہید ہو چکے ہیں۔

جامع مسجد کامار بندی - یہ جامع مسجد نہایت شاندار اور بلند ترین زینہ پر بنائی گئی ہے اس ضلع میں ایسی بلند زینہ مسجد کوئی نظر نہیں آتی۔
جامع مسجد آرمور - بالکل ہی مختصر ناقابل ذکر۔

جامع مسجد بودھن - یہ قدیم عمارت سابق میں دیول تھی۔ سن ۹۷۰ء شاہ تغلق کے زمانہ میں مسجد بن گئی پہلے جی بنگا تھی بعد میں عبادت گاہ رہی لیکن فیس کہ فی زمانہ یہ عبرت گاہ آثار قدیمہ ہے۔ جس کی تفصیل باب دوم میں ملاحظہ ہو سکتی ہے۔
مسجد عثمانیہ بودھن (جامع مسجد) - وسط آبادی قدیم میں ایک وسیع رقبہ پر مسلمانوں کی تعمیر ہوئی ہے۔ یہاں فی زمانہ نماز جمعہ ہوا کرتی ہے۔

قدیم مساجد - مسجد عالمگیر، مسجد مشایخان یہ دونوں قدیم مساجد ہیں۔
عید گاہ - قدیم عمارت مختصر تھی۔ سن ۱۳۱۵ء میں غلام محمد الدین تاجر

رامایم پیٹھ نے تقریباً ایک ہزار چندہ دیا تھا مابقی سرکار نے اس طرح تین ہزار بہد امانت محفوظ تھے۔ کیونکہ قدیم عید گاہ کے اطراف قبور کی کثرت ہو چکی تھی۔ اور توسیع آبادی کی وجہ عید گاہ اندرون شہر واقع ہو گئی تھی۔ لیکن مقام کے انتخاب میں اختلاف تھا اس لئے تعمیر ملتوی رہی بالآخر بزبانہ نواب تقی یار جنگ بہادر مرحوم تعلقہ اردقت حکیم سید احمد صاحب طبیب کوٹلی و شیخ محمد صاحب کسل کی من سہی سے سن ۱۳۲۲ء میں موجودہ عید گاہ کی توسیع کر دی گئی۔ لیکن نظام آباد کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے یہ بھی غیر کافی ہے سن ۱۳۲۵ء میں مصنف نے حیات جاوید حاصل کر کے انھوں نے خواجہ محمد الدین صاحب

انیکہ صفائی و غفار شریف صاحب داروغہ صفائی کو بتلایا۔ جبر فوری
توجہ کیجا کر سایہ دلاؤ رخت نکالے گئے۔ جو مستقبل قریب میں تمام عید گاہ کو
سایہ دار بنا دیں گے۔ عید گاہ کے خطابت کیلئے کریم الدین خطیب کے خاندان
میں معاش بحال و جاری ہے

مقابر

قبرستان۔ نظام آباد میں یوں تو مختلف مقامات و اسمت میں قبرستان
میں لیکن قدیم وسیع قبرستان عید گاہ کا ہے۔ اس قبرستان کو مختلف
میں بند کر دیا جا کر قلعہ کے خالی حصہ میں ایک وسیع رقبہ تدفین کے لئے
مختص کر دیا گیا تھا۔ لیکن گنجائش قبرت شہر کے مد نظر ابھی سلسلہ تدفین
قدیم قبرستان میں جاری ہے۔ قبرستان محصور نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں
نے جیل سینڈ سے اس کو محصور کر لیا تھا۔ لیکن آب و ہوا کے خرابی و
تکلیف کے خیال سے مرزا محمد بیگ صاحب نے جرقم قاطع چیل سینڈ
سے اس کو فنا کر دیا۔ اور ساتھ ہی حصار کے لئے تحریک کی۔ مولوی
علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی نے بہمن ۱۳۶۶ھ میں بوقت روزا کی
منظوری لطف فرمائی۔ اور قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ دار نے
اس کی تعمیر کا کام ایک کمیٹی کے ذمہ فرما دیا۔ محمد یوسف علی صاحب صیغہ ار
فلاح کی انتہائی کفایت شعاری و حسن تدبیر سے شکستہ میں یہ
کمپونڈ سجائے ڈھائی تین ہزار کے ایک ہزار روپیہ میں مکمل ہو گیا۔
سید محمد شہید قدس سرہ۔ آپ شہداء کے درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں
قدیم حصار کوٹ نظام آباد کے شمالی باب المدخلہ پر ایک مزار ہے۔

آپ کا سلسلہ رفاعیہ کہا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کی تاریخ شہادت کا پتہ نہ ملا لیکن نظام آباد کے تمام مزاروں میں آپ کا زمانہ قدیم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ۳۵ھ کی ایک سند سے پتہ چلتا ہے کہ سید میران کے نام حمید خان کے حکم سے سید محمد شہید و قریش محمد خان شہید کے روضتین کی خدمت کیلئے معاش بجالا ہوئی ہے۔ غوث الدین و ضیاء الدین کے خاندان میں اس مزار کے عود و گل کا انعام بجالا ہے۔ جس کا منتخب نشان ۶۶ھ ہے۔ اس خاندان کے جانشین اُطف الدین و لغوث الدین راہاد ضیاء الدین اس وقت موجود ہیں۔

شہزاد امان اللہ حسینی قدس سرہ۔ آپ کا مزار قلعہ نظام آباد کے شمال مغرب گوشہ میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ پہلے کوئی گنبد نہ تھا۔ صرف حصار تھا۔ ۳۲۵ھ میں مسٹر نرسا گوڑ نے اپنی حرم عقیدت سے گنبد تعمیر کروایا۔ تاریخ حسینی محرم ۱۱۱۱ھ میں شاہ صاحب سجادہ مزار نے فارسی میں لکھی ہے جس کا قلمی نسخہ محرم ۱۲۲۹ھ میں لے دیکھا ہے۔ اس تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ معابد مزار۔ سید شاہ اسحاق قدس سرہ کے فرزند ہیں آپ ۹۳۰ھ میں مقام دہلی پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے بارہ سالہ عمر میں خلافت حاکم کی افادہ میں نظام آباد براہ کراول تشریف لائے۔ تعمیر دیول قلعہ رکھو ناتھ داس کا زمانہ اور آپ کا زمانہ قریب قریب کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلہ حضرت غوث الدین علیہ السلام سے ملتا ہے۔ کیا عجیب کہ ملک کا فوراً ۹۳۰ھ میں جب اندر کو فتح کیا تو اسی وقت آپ کی شہادت بھی ہوئی ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کا پہلا قدم اسی زمانہ میں سرزمین اندر درپیش ہونا چاہی تھی۔ (مضیف)

سے ملتا ہے موجودہ سجادہ نشین آپ کی ساتویں پشت میں ہیں۔
سید افضل شاہ بیابانی۔ قدس سرہ۔ آپ کا مزار کنٹھشیر میں ایک چھوٹی
 سی پہاڑی پر ہے۔ اس مزار کی عمارت بھی مشہور سا گورنر نے ۱۲۵۵ھ
 میں بنوادی ہے۔ آپ کا سلسلہ چشتیہ کہا جاتا ہے۔

شاہ محال بیابانی قدس سرہ۔ آپ کا مزار کھٹیشیر میں واقع ہے اس
 مقام پر مذہب ہندو۔ اسلام۔ عیسائی کے معابد قریب قریب ہیں جس
 سے ملک دکن کی رواداری کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کا زمانہ ۱۲۳۹ھ کا
 کہا جاتا ہے۔ ۱۲۴۲ھ میں آپ واصل بحق ہوئے۔ ۱۲۴۳ھ میں ایک
 برہمن نے آپ کا مقبرہ تھیر کیا۔ آپ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے ہے
 آپ کے عرس کیلئے جاگیر بورگاؤں دار دو صادر وغیرہ کیلئے ۱۲۵۶ھ میں
 آپ کے سجادہ نشین حضرت نور شاہ قدس سرہ کو عطاء ہوئی آپ کے
 بعد نور شہید علی شاہ قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے محترم منصور علی شاہ
 ۱۲۸۶ھ میں سجادہ نشین ہوئے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے کاش
 عرس و دار دو صادر کے مصارف سے طالب العلم طلباء کے لئے جو
 حصول تعلیم کیلئے مواضع و تعلقات سے نظام آباد آتے ہیں۔ اس
 مقام پر ایک دارالاقامہ قائم کر دیا جاتا۔ توشل ہر دو مذاہب کے
 دارالاقاموں کے مسلم طلباء کے لئے بھی سہولت ہو جاتی۔ اور پیشہ و رفقاء
 کیلئے عرس کے رسومات پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس بے معنی ایصال
 ثواب کے بجائے صاحب مزار کو مسلم طلباء کی تعلیم سے ثواب حاصل ہوا
 سید بابا شاہ منتہر قدس سرہ بیگل کے قریب یہ مزار ہے کہا جاتا ہے کہ

محمود بہمنی کے زمانہ میں عمارت کو بچھڑا دیا گیا ہے۔ عود و گل کیلئے بابا پور جاگیر بحال تھی۔ جو شریک خالصہ کرلیا کر سالانہ سات سو روپیہ کے معمولات خدام کے نام ہیں عرس زیر نگرائی تحصیل ہوتا ہے۔ فقرا اس مقام کا احترام بہت کچھ کرتے ہیں۔ اور اپنی اصطلاح میں ”یا ویدان“ اس مقام کو کہتے ہیں **نوااحہ محمد و م عطا** رافضیہ قدس سرہ۔ شیخا پور فخر آباد ایش سے پانچ میل پر واقع ہے تقریباً تین سو سال کا زمانہ آپ کہے۔ آپ کا سلسلہ خاندان چشتیہ سے ملتا ہے۔ ایک جاگیر شیخا پور تقریباً تین سو اڑتھ عرس کے لئے مقرر ہے۔ اس خاندان میں شاہ نصیر الدین و محمد امین الدین و شاہ سعید الدین تابع جاگیر و سجادہ نشین ہیں۔

سلسلہ مہدویہ - حضرت سید علی صاحب قدس سرہ بمقام مشیخ ملک پٹی مد فون ہیں۔ جو نظام آباد سے سات میل کے فاصلہ پر ہے جہاں پختہ سڑک اور ریلوے موٹر بس روزانہ جاتی ہے اور حضرت سید نور محمد صاحب قدس سرہ بمقام منجیہ تالاب کے جانب جنوب مد فون میں۔ یہاں بھی عمدہ سڑک اور ریلوے بس روزانہ جاتی ہے۔

ہر دو حضرات سلسلہ مہدویہ کے قابل احترام بزرگ ہیں۔ اکثر مہدوی حضرات اس مقام پر زیارت کیلئے آیا کرتے ہیں۔

شہابی بی قدس سرہ۔ اعظم ریڈ مسٹر نظام آباد کے جانب مشرق وسط بازار میں ایک گنبد ہے۔ یہ گنبد اور عید گاہ کی گنبد ہر دو میں اثاث کے تعویذ کے نشان میں نے دیکھے ہیں (اگر میرا حافظہ غلطی پر نہیں ہے) رکھ دیا۔
۳۳۔ سنہ ۱۳۳۰ میں کسی نے عید گاہ کے گنبد سے زمانہ تعویذ نکال کر مردانہ تعویذ

اس کی نسبت میں نے بڑا مانہ صیفہ دار مذہبی ایک رپورٹ بھی لکھی ہے
بہر حال ان ہر دو گنبدوں کو میں نوکھا خانہ ان کے بچھتا ہوں۔ بازار کی
موقوفہ گنبد میں ایک قبر کی جگہ بھی خالی موجود ہے۔ جس سے میرے بیان
کا ثبوت ملتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب دوم سلسلہ
تاریخ نزل و باب تجارت) اس سلسلہ میں احمد الدین صاحب لغاوار
موجود اور قابض معاش ہیں۔

مناد مستقر

دیول کنیشتر۔ اس دیول میں شنکر جی کا لنگ ہے جو نل کنڈیشور کے
نام سے موسوم ہے۔ یہ قدیم دیول کی عمارت مختصر سے کمبوند کے ساتھ تھی
۱۳۲۲ء میں مٹر نرسا گورنر نے دے دے کے صرفہ سے اس کے طوق عمارت
و کمبوند تیار کیا یہاں بھی شاندار جاترا ہوا کرتی ہے۔

دیول سارنگ پور۔ یہ دیول صحرائی مقام پر غیر آباد تھی ۱۳۲۲ء میں
نرسا گور صاحب نے تمام متعلقہ عمارات کو دس بارہ ہزار خرچ کر کے بنوایا۔
مشہور ہے کہ اس مندر میں ہنومان جی کی مورٹی کو رام داس مہاراج نے
اپنے ہاتھوں شہلا یا ہے۔ اور رام مٹھ کا تعلق اس سے ہے۔ رام مٹھ
کے تمام گرو مہاراجوں کی سادہاں یہاں ہے۔ ہیں۔ (دیکھو واقعہ امکنہ)
دیول شنبوگری۔ یہ ایک قدیم مندر کس پیری کے عالم میں تھا جس
میں شنکر جی کا لنگ ہے۔ جس کو ۱۳۲۲ء میں نرسا گور صاحب نے تعمیر
و دیو کے صرفہ سے محصور کر کے خوبصورت بنا دیا۔ اس دیول کے بازو
وہ ایک ہر سال بنانا چاہتے تھے۔ چونکہ محلہ مسلمانوں کا قبرستان اس سے

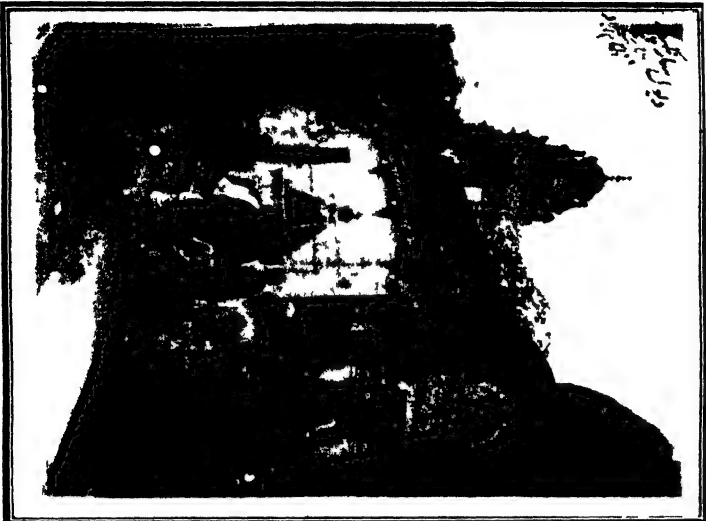
ملحق تھا۔ اس لئے عذر داری کی اور تصفیہ ہوا کہ قبرستان کو محصور کر دینے کے بعد اپنے اعتراض کو اٹھایا جائے۔ جس پر نرسا گوڑ نے (صہام) کی لاگت سے کمپونڈ بنا دیا۔ اس کے بعد بھی جب عام مسلمانوں کو دس سال کی تعمیر پر اعتراض رہا تو آپ نے اس عمارت کو دس سالہ النساء کے لئے بنادیا۔

سنتا چاری کا مٹھ۔ جامع مسجد کے عقب میں ایک قدیم مندر ہے جس میں دثارتی مہاراج کی مورتی ہے۔ یہاں ہر سالانہ اچھا ہوتا ہے۔ اس مٹھ کے بانی سنتا چاری تھے۔ اس مٹھ کو سرکار سے کافی معاش ہے۔ مورتی ماد ہوا چاری دنا گاوری جھنتا چاری نے بٹھلایا تھا۔ اس وقت سنتا چاری عرت تہا نا چاری مہنت ہیں۔

رام مندر۔ یہ بھی نظام آباد کا ایک قدیم مندر ہے! سکازانہ تین سو سال کا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سمرتھ رام داس سوانی کی پیدائش ۱۵۳۰ء م شہزادہ بھگت رام موضع جام تعلقہ عنبر ضلع اورنگ آباد گوداوری کے کنارے ہوئی۔ جب کہ داس موصوف نے علم حاصل کر لیا تو ان کی والدہ نے بلوایا آپ دوران سفر میں بمقام سارنگ پور ٹھہرے اس وقت امساک باران کی وجہ برہمن پوجا پاٹ کر رہے تھے۔ داس موصوف نے سارنگ پور میں ہنومان جی کی مورتی کو بٹھلایا۔ اور پوجا کی جس کی وجہ بارش ہوئی۔ اندو کے تمام لوگ آپ کے پاس پہنچ کر آپ کو لائے۔ اور موجودہ مندر کے مقام پر آپ کو ٹھہرایا۔ یہاں پر آپ نے مند کی تعمیر کے بعد رام کی مورتی کو بٹھلا کر اپنے چیلے ادھو سوانی کو مقرر کیا۔ یہ زمانہ ۱۵۶۹ء ۱۶۴۷ء



سمراہ رام داس سوانی نظام آباد



موجوده در عمارت شهر یکناس
رایج نظام آلمان

کہا جاتا ہے عہد اس کے بعد سے مسلسل اس مٹھ پر بارہ مہنت گدی
 نشیں ہوئے۔ موجودہ مہنت سری سمرتھ داسس ہیں۔ جب
 رام سوامی کا انتقال تیرہ سالہ ف میں ہوا۔ تو انتظامات زیر نگرانی
 سرکار سے لئے گئے۔ بعد میں برہمنان نظام آباد نے بورگادول علاقہ بمبئی
 کے کیشوا سوامی سمرتھ داس کا انتخاب کر کے گدی نشیں کیا اور صد سے
 منظوری حاصل کی۔ کیونکہ قدیم رواج یہاں کا یہی ہے۔ کہ نامزدہ مہنت
 کا انتخاب بحیثیت چلیہ کیا جا کر سرکار سے منظوری لی جاتی ہے۔ بعد منظوری
 وہ تمام انتظامات و انعامات پر تائبض و متصرف ہو جاتا ہے۔ لیکن
 شرط یہ ہے کہ مہنت برہمچاری (یعنی بلا شادی شدہ) ہو۔ کہا جاتا ہے
 کہ اس مندر میں قدیم زمانہ کا خزانہ تھا۔ جس کے متعلق سینہ کبینہ
 روایات چلے آتے ہیں لیکن اسوقت وہ لاپتہ ہو گیا ہے۔ تغلب کے
 زمانہ کا تعین نہیں کیا جاتا کہ کس زمانہ میں وہ برباد ہو گیا ہے موجودہ
 مہنت صاحب روشن خیال تعلیم یافتہ ہیں قدیم طریقوں کو جو بے معنی رسم و
 رواج کے تحت تھے۔ آپسے مسدود کر دیا۔ اس پر عوام میں کچھ براہ راست میل
 اس مندر کو (۲۸) مواضعات میں انعام ہے و نیز فضل ناندیڑ کے
 مواضعات میں بھی معاش بحال ہے جس کا محاصل تقریباً دو ہزار سالانہ
 ہے۔ اس کے علاوہ سالانہ (مالہ محہ) نقدی بھی ملا کرتا ہے رام نومی
 کا سالانہ اچھاؤ نو دس روز بڑے شاندار طریقہ سے کیا جاتا ہے اس
 مندر کے صحن میں ایک شاندار مین کاشیڈ سٹون میں سمجھا۔

عہد۔ تا ریخ رام داس سوامی بزبان مرہٹی۔

کی لاگت سے تیار ہوا۔ جس میں تاتیا صاحبہ رنجیل نے اعلیٰ سا مان دیا۔ و نیز چند پختہ حصہ عمارت ضروریات بود و باش کیلئے بھی بنائے گئے ہیں۔

بالاجی کا مندر۔ یہاں پر بالاجی کی مورتی ہے۔ جس کے پوجاری کشمٹا چاری ولد ترہوان چاری ہیں۔ اس کو بھی (مار) سالانہ کی معاش ہے۔ مندر کی عمارت بہت ہی وسیع و شاندار ہے۔ ان کا زمانہ بھی ڈہائی تین سو سال کا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو نکوجی گوسائیں نے بنایا تھا۔

دہرم سالہ گنج۔ بزمانہ نواب بہار نواز جنگ اس عمارت کا سنگ بنیاد ساہوان گنج نے لگاتار میں رکھا۔ اور کافی خرچ چالیس ہزار سے اس کی تعمیر کروائی۔ یہاں پر ایک کتب خانہ سناٹن ہرم کا اور ایک رنجی ہرم **نندی گٹھ**۔ جانب مغرب قلعہ ایک مرتفع مقام پر یہ مندر واقع ہے۔ قدرتی مناظر کا یہ حال ہے تین بڑے بڑے پتھروں نے یہاں پر ایک قدرتی عمارت بنا دی ہے۔ یہاں پر سانب جی۔ دھنیا جی کی مورتیاں ہیں۔ اور نندی بھی ہے۔ لچھمانانی طوائف نظام آباد اس کی تعمیر میں پنا بہت روپیہ صرف کی کیونکہ وہ اس کی پرستار تھی۔

بالاجی کا جھنڈا۔ بالاجی کا جھنڈا دکن کے حصص سے کھڑا ہوا۔ یہاں یکم جھادون کو پہنچتا ہے اور بمقام کوٹ پندرہ روز مٹھ بالاجی میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس میں اطراف داکٹ سے معتقدین آتے ہیں۔ پندرہ روز اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تقریباً اٹھ دس ہزار

کا اجتماع ہوتا ہے۔

گرچہ۔ ویل سن مشن نے ۱۹۷۱ء میں بمقام کنٹینر ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور ایک دواخانہ زنانہ بھی بمقام نظام آباد ۱۹۷۱ء میں رعایا نظام آباد کے چندہ سے تعمیر کروایا تھا۔ جو عرصہ تک کامیاب طریقہ پر کام کرتا رہا۔ اب مختصر دواخانہ کنٹینر میں ہے آبادی کا دواخانہ ۱۹۷۱ء میں بنی خاص ہو گیا۔ دواخانہ کے مقام پر اب کتب خانہ عثمانیہ کی عمارت ہے۔

گرودوارہ۔ قدیم سے ایک گردوارہ تھا۔ ۱۹۷۱ء میں مقامی سکھوں نے اس کو بچتہ بنالیا ہے۔ یہ جامع مسجد کے جانب مغرب لب ٹرک واقع ہے۔ آریہ سماج۔ تاریہ کی عبادت گاہ ۱۹۷۱ء میں ایک کرایہ کے مکان میں بمقام گلی کھان دلیسا بنائیہ قائم ہوئی تھی۔ ۱۹۷۱ء میں اس مکان کو خرید لیا گیا ہے یہ ایک سفال پوش مکان ہے۔

باب

شعور عامہ

مسلم بیداری۔ ۱۹۷۱ء میں جبکہ جنگ بلقان کے مظالم آشکار ہو رہے تھے۔ ممبران یونین کلب کے احساس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً سات ہزار روپیہ ترگی کو امداد (تاج الدین محمد صاحب خزانہ دار و متحد یونین کلب کے تعاون سے) روانہ کئے گئے۔ اس کے بعد جنگ طرابلس کے موقع پر اس ناچیز مصنف نے مسلمانوں کے سامنے اپنا دامن پھیلا دیا (اس لئے کہ کوئی ادارہ اس وقت موجود نہ تھا۔ جو اس جانب متوجہ ہوتا) اور

تقریباً تین ہزار وہ خلافت کمیٹی کے توسط سے ترکی کو روانہ کیا گیا۔
 ۱۳۳۲ھ میں انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی جس نے مسلمانوں کی جیسی
 میں کچھ حرکت پیدا کر دی۔ ۱۳۳۴ھ میں مولانا شوکت علی صاحب
 مرحوم نظام آباد کے دورہ پر تشریف لائے اور خلافت کمیٹی کے لئے
 دامن پھیلا یا۔ (مرحوم کا قیام کا شانہ میں ہی رہا۔) اُس وقت بھی مسلمانوں
 میں کچھ بیداری پیدا ہو گئی۔

۱۳۳۴ھ میں بسلسلہ تعلیم القرآن پھلی مرتبہ قائم شد لہذا اب
 بھادر یار جنگ بہادر اور مولوی ابو محمد مصلح صاحب نظام آباد
 تشریف لائے۔ ترجمان القرآن کی تحریک پر حضرات مدوح کی تقریر
 ہوئی۔ جس نے مسلم کو بے خواب کر دیا۔ ۱۳۳۴ھ میں جب کہ انجمن اسلامیہ
 نے دوسرا جنم بدلا اور مولوی محمد موسیٰ صاحب پیش نام جامع مسجد نظام آباد
 آئے تو ان کی آواز حق نے مسلم شعور کو سیماب بنا دیا۔ گہری نیند سے
 مسلمان جو بیدار ہوئے تو جنگ لے ڈالے پر توٹ پڑے اس لئے کہ انہوں
 نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو سنا دیا تھا۔ سونے والوں نے کہا ہم اپنے
 باپ دادا کی تعلیم پر ہیں۔ بہر حال شدید مخالفت کا یہ زمانہ گزرا
 اس اثنا میں مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شر وانی صد الصد
 ہندوستان سے بلدہ تشریف لائے تھے۔ آپ کی صدارت میں
 ایک جلسہ بہمن ۱۳۴۲ھ کو ہوا۔ انجمن اسلامیہ کے معتمد کی رخصتوں
 سعی اور مولوی اکبر صاحب و مولوی حافظ عثمان صاحب کی حق و صداقت
 و۔ اس صدارت کو منظور کرانے کی سعی حکیم محمود الرحمن خاں صاحب کی بھی مصنف

نہجری آوازوں نے حواس باختہ مسلمانوں کے حواس کو برقرار کر دیا تھا۔ کہ ۱۳۲۶ء میں قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بھاد کی صدارتی تقریر (جو یمن بیت المال بمقام جامع مسجد ہوئی) اور انڈیا کانفرنس کے مشاہدات نے مسلمانوں کو چونکا دیا۔ اس کے بعد ہی انجمن اتحاد المسلمین کی تحریکے سان الامت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی آواز کو سمجھنے کا شعور مسلمانوں میں پیدا ہو گیا۔ پھر مولوی حافظ عثمان صاحب جسی شخصیت نے اسلام کی سچی دے تعصب تعلیم (جس میں دنیا و دین ہر دو ہیں) اُن کے سامنے پیش کرنا شروع کر دی درس تفسیر جس کی ابتداء مولوی موسیٰ صاحب نے کی تھی بہت سے مسلمانوں کی اصلاح کا باعث ہوئی۔ اور یہ سلسلہ مولوی اکبر صاحب و مولوی حافظ عثمان صاحب کے زمانہ میں کمی و زیادتی کے ساتھ جاری رہا۔ اور جاری ہے مولوی حامد حسین صاحب نے (جنہوں نے مولوی موسیٰ صاحب کے درس تفسیر میں شرکت کی تھی) اس سلسلہ کو مسجد دار و گلی میں جاری کر دیا۔ جو آج تک جاری ہے اس طرح نظام آباد میں مسلم بیداری کی بسم اللہ ہوئی۔ اور آج مسلمان درس بیداری کا مطالعہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

ہند و بیداری۔ ۱۳۲۲ء میں ہندو سماج کے لئے ملے گئے راجندر راؤ وکیل نے برہمنوں میں سنسکرت کی تعلیم کا شوق بیدار کیا اور ایک پاٹ شالہ قائم کیا اس کے بعد باپوراؤ صاحب وکیل و کالے راجندر راؤ صاحب وکیل نے بیداری قوم کیلئے اپنی انتہائی

کوشش صرف کی۔ جس کے مخلص کارکن مٹرہری راؤ حصینہ دار بھی تھے لیکن قوم بیدار نہیں ہوئی۔

۱۹۲۷ء میں جب کہ انڈیا کانفرنس کا اجلاس نظام آباد میں ہوا جس کے صدر مٹرہری راؤ اڈیٹرا خیابار رعیت تھے۔ اس کانفرنس میں تقریباً پانچ ہزار کا اجتماع تھا۔ نظام آباد کے ہندو مخیر حضرات نے اس کو کامیاب بنانے میں دل کھول کر حصہ لیا۔ (مسلم جماعت نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ بجز مورخ کے جو بحیثیت ترجمان رعایا، نظام آباد انجمنی طور پر اپنی شرکت کو ضروری سمجھتا تھا) اس کانفرنس میں مجھ ناچینر کی تحریک و مٹرہری ناتھ راؤ کپال کرویل کی تائید سے پہلی مرتبہ اردو زبان میں تقاریر کا رزلویشن بغلیہ آرا منظور ہوا۔ اور پہلی مرتبہ ہم نے اردو میں تقریر کی۔ کہا جاسکتا ہے کہ اس کانفرنس کے بعد سے اہل ہندو میں بیداری کے آثار نظر آنے لگے جو روز بروز ترقی پذیر ہیں

ہردو فریق کی بیداری کے متعلق میری فہمی

نظام آباد کی ہندو مسلم ذہنیوں کا میں عرصہ سے مطالعہ کر رہا ہوں میرا نتیجہ فکری یہ ہے کہ یہاں ہردو فریق کے جذبات بالکل ٹھنڈے ہیں اس پر محکوم تعجب تھا۔ جب میں نے تاریخ کی ورق گردانی شروع کی تو عہ۔ اس کانفرنس میں مجھ کو شرکت سے باز رکھنے کیلئے اکثر مخلص حضرات نے انتہائی کوشش کی لیکن میں اس بناء پر شرکت کیلئے مجبور تھا۔ کہ عرصہ سے رعایا نظام آباد کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اور پلیٹ فارم سے کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا تھا۔ اور مجھ ہاتھ

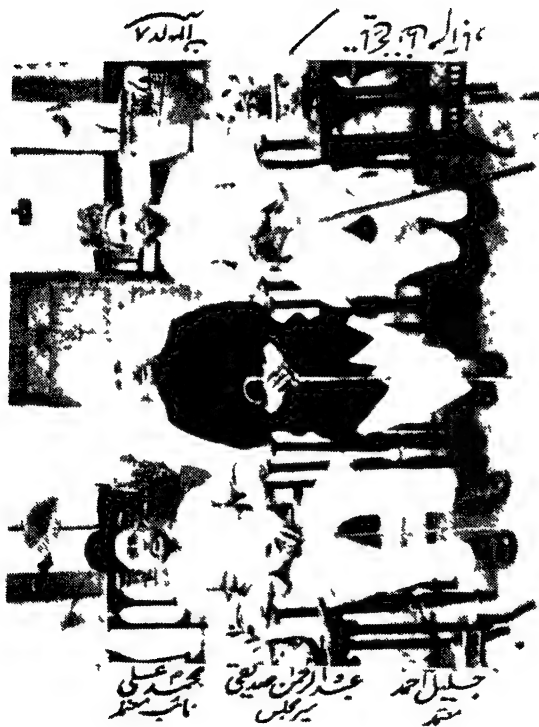
اس نتیجہ پر پہنچا کہ نظام آباد کی سر زمین میں انسانی خون جذب نہیں ہوا ہے۔ (کیونکہ یہاں پر کوئی قابل ذکر معرکہ کابیتہ تاریخ سے نہیں ملتا) تو اس مقام کی اب وہاں کے اثرات میں جمود لازمی ہے۔ برخلاف اس کے تعلقہ آرمور۔ و تعلقہ بودہن کا دوران خون بمقابلہ نظام آباد کے بہت تیز ہے۔ اسلئے وہاں کی زمین نے خون پیسا ہے۔ پس یہہ کہا جاسکتا ہے کہ نظام آباد کی سر زمین خود ایک امن پسند حصہ ہے۔ جہاں کے رہنے والے شرفاء سے دور باجم میل جول کے حامل۔ امن پسند ہیں۔ اگر کبھی کوئی بیرونی اثرات نے خلل اندازی کی اور انتشار پیدا ہو گیا۔ تو وہ ایک ہنگامی صورت ہے۔ اُس سے نظام آباد کی خصوصیات متاثر نہیں ہو سکتے۔

مسلم ادارے

انجمن اسلامیہ۔ امرداد ۱۳۲۲ھ کت میں محترم عبدالرحیم صاحب بانی انجمن اصلاح المسلمین رانچور نے یہاں پر قیام انجمن کی تحریک کی جس پر مسلمانان نظام آباد نے لبیک کہا۔ اور اس انجمن کے اعزازی صدر بقیہ حاشیہ ص ۲۷۰۔ یہ کانفرنس مشترکہ بیٹ فارم ہے لیکن انہیں شرکت کے بعد ثابت ہو کہ یہاں پر اکثریت کی ذہنیت فرقہ پرستی کی ہے گو صدر کانفرنس نے انتہائی کوشش سے اس تحریک کو کامیاب کیا۔ اور میرے استعفا کو مسترد کر دیا لیکن عام رجحان نے مجھ کو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اس لئے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔ مصنف

نواب تقی یار جنگ مرحوم و معتمدیہ خاکسار مصنف ہائیں سال تک اس انجمن نے عام مسلمانوں میں مذہبی اصلاح کی ایک نئی روش پیدا کر دی۔ اس کارکردگی میں میرو لایت علیہ صاحب انعام از نظام با کی عملی زندگی شریک حال تھی۔ میر صاحب کے تبادلہ اور معتمد کی تن آسانی نے چار سال بعد اس کو معطل کر دیا۔

۱۳۲۲ء میں اس انجمن کے لئے ایک مخلص کارکن جلیل احمد صاحب کو معتمدی کے لئے چن لیا گیا۔ جن کے ہاتھوں اس انجمن کو ارتقا نصیب ہوا۔ یہ عجیب خوش قسمتی تھی کہ نہ صرف معتمد ہی مخلص ملا۔ بلکہ نائب معتمد (محمد علی صاحب) بھی پُر خلوص کام کرنے والا ملا۔ جو باوجود نظام آباد کے موطن نہ ہونے کے باوجود ملازم سرکار ہونے کے نہایت خاموشی سے اپنے فرائض ۱۳۲۳ء سے اس خوبی کے ساتھ انجام دیر ہے ہیں کہ حسابات کو دیکھ کر ہر دو کے متعلق جزائے خیر کے لئے دعا بخلتی ہے۔ ان ہر دو حضرات کے اخلاص و عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ آٹھ سال سے یہ انجمن اس اعلا طریقیہ پر اپنے فرائض حقیقی انجام دے رہی ہے کہ دوسری انجمن اس کی مثال شکل ہی پیش کر سکتی ہے۔ انجمن نے تمام صدقات و خیرات مسلمانان نظام آباد کو منظم کر لیا ہے۔ تمام مستحقین کی فہرست انتہائی جانچ کے بعد تیار ہوتی ہے۔ جس کو ذابانہ وظائف بتوسط میر محلہ گان پہونچا دئے جاتے ہیں دارالاقامہ میں (۴۴) نادار و یتیم لڑکوں کو رکھ کر ان کے کھانے پہننے کا انتظام کرتے ہوئے۔ ان کو صنعت و حرفت کی تعلیم دلائی



بسم الله

از کتب آیت الله العظمیٰ

محمد علی
نایب مستند

عبد الرحمن صدیقی
یرمکن

جلیل احمد
مستند



میرزا استغلی

میرزا استغلی
۱۳۰۵

سال ۱۳۰۵ در سن

جاتی ہے جمیں۔ سنجاری۔ لوہاری۔ کساری۔ ڈرائنگ۔ خیاطی۔ صحافی
 کی بہترین دست گاء حاصل ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم
 کا خاص طور پر انتظام ہے۔ لڑکوں کے کردار کو سنوارا جاتا ہے انہیں
 تقریر کی عادت مطالعہ اخبارات کا شوق پیدا کرایا جاتا ہے۔ اور
 فنونِ پسپگری بھی سکھائے جاتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ و افضل کام جو
 اس انجمن نے کیا ہے وہ قیامِ بیت المال ہے۔ محترم طلیل احمد صاحب
 کی انتہک کوششوں نے ۱۳۵۶ھ سے نظام آباد میں بیت المال قائم
 کر لیا۔ جو نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ عاقلین بیت المالِ سلطانان
 نظام آباد کا سالانہ محاسبہ نہایت جانچ کے ساتھ شرعی احکام کے
 تحت لکھ کر کے زکوٰۃ کا تعین کرتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ مینے والوں پر
 اخلاقی اثرات ڈالے جاتے ہیں۔ اس انجمن کے میر مجلس ۱۳۴۶ھ
 سے عبدالرحمن صاحب صدیقی وکیل ہائیکورٹ ہیں۔ جن کی حسن سعی
 و توجہ کامل ضبط و نظم کی سختی انجمن کے لئے بہترین ثابت ہو رہی ہے
 اور آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انجمن اپنے لئے ایک منفعت
 بخش جائیداد کی اس وقت مالک ہے مولوی محمد موسیٰ صاحب فارغ
 التحصیل دیوبند و پیش امام جامع مسجد پہلے بیدار کرنے والے تھے فی
 زمانہ سب سے زیادہ روشن خیال حالاتِ حاضرہ کو سامنے رکھ کر احکام
 مذہبی کے روشنی میں کام کرنے والی ہستی مولوی حافظ محمد غمانصانی
 فارغ التحصیل دیوبند کی ہے جس کو انجمن کا حساس ہی خواہ کیا جاسکتا ہے
 مدرسہ و مینیات۔ قدیم زمانہ میں یہاں اکثر مکتب تھے لیکن فی ما

قلعہ میں پہلول شاہ صاحب کا ایک دینی مدرسہ اور محلہ پہولانگ میں ایک مدرسہ تحت انجمن اسلامیہ۔ اور ایک مدرسہ جامع مسجد میں جہاں پر عربی۔ فارسی۔ اردو حساب کی تعلیم دی جاتی ہے کامیاب طریقہ پر چل رہا ہے۔ جہاں نہ صرف دارالافتاء کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے بلکہ بیرونی مسلم لڑکوں کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ اس کے علاوہ دس تفسیر بالغان جامع مسجد میں مولوی حافظ عثمان صاحب اور دھاروگی کی مسجد میں مولوی حامد حسین صاحب روزانہ دیا کرتے ہیں۔ متعدد محافظ مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور بعض لڑکے مدرسہ دیوبند کو فارغ التحصیل ہوئے پیدا کیے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک طالب علم کا بیج سردر خان صاحب گتہ دار برداشت کرتے ہیں۔ اسی انجمن کا ایک کامیاب کتب خانہ عام بھی تھا۔ جو افادہ عامۃ الناس کے لئے عثمانہ جو ملی کتب خانہ میں منتقل کیا گیا، اس انجمن کے تحت ہر محلہ میں میر محلہ مقرر ہیں جنکے سکانات پر بورڈ لگے رہتے ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ ان کی مجلس مشاورت کے بعد مجلس انتظامی سے منظوری ہوتی ہے حسابات کی جانچ سالانہ صیفہ حساب سرکار عالی کے کسی نمبر دار شخصیت سے فائنی طور پر کرائی جاتی ہے۔ اور رپورٹ شائع ہوتی ہے پھر حال اس انجمن کی تفصیلی کارکردگی کو لاہر کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے بیت المال کی مطبوعہ رپورٹ سے معلومات حاصل کیے جائیں

صدائے احتجاج۔ قواعد اراضیات تحت نہر نظام ساگر کی ترتیب جبکہ مرستہ ۱۳۲۳ء میں ہو رہی تھی۔ تو اس کے خلاف منجانب رعایاء

رئالہ ماہانہ مشیر اہل وہ بابتہ دی ۱۸۹۱ء میں (جو مصنف کے زیر ادارت شائع ہوتا تھا) قواعد کی خامیوں کے متعلق صدائے احتجاج مفاد ملک کے لئے بلند کی گئی۔ لیکن اس کو صدابھرا سمجھا گیا۔ مہ ۱۳۲۲ء میں رعایا کی ترجہانی کرتے ہوئے ایک پمفلٹ موسوم ”تین سال“ شائع کر کے ارکان حکومت کے سامنے پیش کیا گیا و نیز بارگاہ خسروی میں بھی واقعات گزرانے کی عزت حاصل کی گئی۔ ارکان حکومت نے جب اس پر بھی توجہ نہیں کی تو آذر ۱۳۲۳ء میں دو سرا پمفلٹ ”اور تین سال“ شائع کیا گیا۔ چونکہ میری نہم پیشین گوئیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔ اور رعایا کی بڑھتی ہوئی پریشانیوں کو ذمہ داران، نظم و نسق، بچشم خود دیکھ رہے تھے۔ اس لئے بحالت مجبور، قواعد نافذہ کی اصلی میں وہ سب کچھ حکومت کو کرنا پڑا جس کو میں نے پیش کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں حکومت کی جانب سے مجھ کو زبانی ہدایت فرمائی گئی کہ میں اس قسم کی ترجہانی سے احتراز کروں۔ اس کا جواب ۱۳۲۳ء میں میں نے تحریر ہی دیا کہ اپنے ملک، ملک کے مفاد کے لئے میں بحیثیت وکیل رعایا اور سرکار کے درمیان ترجہانی پر مجبور ہوں۔ تا وقتیکہ میری زبان بندی نہ کر دی جائے ۱۲ آذر ۱۳۲۳ء میں جب کہ سرالکبر حمید رنوا از جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت بحین دورہ نظام آباد تشریف فرما ہوئے۔ اور ٹاؤن ہال میں ادریس پیش کئے گئے۔ تو اسی جوش ترجہانی رعایا میں۔ میں نے منجانب رعایا مکمل پوش آزادانہ حالات عرض کرنے کی اعازت سرمد و سر سے چاہی۔ میری استدعا

کو مسترد کر دینے کیلئے اعلیٰ ارکان حکومت نے (جو جلسہ میں اُسوقت موجود تھے ہمارے دی لیکن باوجود ارکان حکومت کی نفی کے صدارت کی اعلیٰ فراسٹ نے مجھکو اجازت عطا فرمائی جس کے بعد میں نے رعایا کیلپ پوئس کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ اس اڈریس کے جواب میں سرمدوح نے رعایا کے ہر مطالبہ کو حق بجانب سمجھکر اُن ضرورتوں کی تکمیل کی توقع ذمہ داران سررشتہ جات متعلقہ سے ظاہر فرمائی یہاں ۱۳۴۷ء تک ہر کانفرنس منعقدہ نظام آباد میں بحیثیت ترجمان رعایا میں نے شرکت کی اور اصلاحات قواعد بندوبست کے متعلق رزلویشن منظور کروایا گیا۔

۱۳۴۷ء تک میں جب کہ دلیرانہ بہادر حیدر آباد آ رہے تھے اور معلوم ہوا تھا کہ دفاق کی دستاویز پر مہر شاہی حاصل کرنے کیلئے یہہ دورہ ہے تو منجانب رعایا حیدر آباد دکن (عید الفطر کی سرتوں کو مسلم طبقے نے رنج و غم سے بدل کر ایک وفادارانہ محضر مسلم رعایا دکن نے) بارگاہ خسروی میں پیش کیا۔ بہر حال اس قسم کی جس قدر حرکتیں مفاد ملک کے لئے مجھ سے ظاہر ہوئیں۔ وہ تمام ارباب کرسی کی نظروں میں کھٹک گئیں۔ اور ۱۳۴۷ء تک میں پیشہ وکالت سے معطل کر دینے کی تحریک پر بصیغہ راز مہر قصارت ثبت کر دی گئی۔ چونکہ قانون کھلاڑ کے تحت میرا پوزیشن پاک صاف تھا۔ اس لئے مجلس وضع قوانین

تک نہ معلوم وہ کیا اساتھے۔ کہ اس اڈریس کو اور اس کے جواب ملک کے اخبارات میں شائع کرنے سے باز رکھا گیا۔ ملاحظہ ہو۔ اخبار بمبئی کرائمل اکتوبر ۱۹۲۷ء

نے اس سحر یک کو قائلانہ بمعنی سمجھا دیا
 ان واقعات کی روشنی میں جب میں نے نتائج عطا کئے اور سچ
 غور کیا تو اپنے موکلین کے حقوق کا تحفظ میرے وجود سے ناممکن نہیں
 تو شکل ضرور نظر آیا۔ پس مالی منفعت کے لئے انصاف کا خون حیر
 صغیر نے گوارہ نہیں کیا۔ اور بہتر صورت یہ معلوم ہوئی۔ کہ جب علما
 کرسی کی تمنا پوری نہیں ہو سکتی تو میں خود ہی اُس کی تکمیل کا اختیار
 رکھتا ہوں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ رعایا کے تمام مطالبات
 حکومت کے زیر غور آچکے تھے۔ اور مجھ سے بہتر کام کرنے والے
 نوجوان تعلیم یافتہ منظر عام نظر آ رہے تھے۔ ان کے لئے جگہ خالی
 کر دینا میرا فرض تھا۔ بس اور دینی پشت ^{۱۲۴}کلیف سے فرائض و کالت
 ملتوی کر کے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور تمام مجالس
 سرکاری و نیم سرکاری کی رکینت سے بھی مستغنی ہو کر بہترین کام
 کرنے والے نوجوانوں کے لئے اپنی نشست خالی کر دی۔ جس کا
 نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چہ از دوست میر سدنکو مست۔

۱۔ صیفہ راز کی کارروائی کے متعلق صحیح علم تو نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص جس
 کے خلاف رپورٹ بصیفہ راز ہونا معلوم ہو تلے۔ اُن سب الزامات کو
 مندرج تصور کرتا ہے جس کے متعلق اوس پر تہدید ہوتی رہی ہو (نہ کھٹنے
 والے صغیر کی آواز پر اعتراض جرم جیسا کہ کرسی کا تصور ہوتا ہے) جو نہ محکو
 میرے صغیر نے اعتراض غلطی کے لئے کبھی ملامت نہیں کی۔ بلکہ آج تک وہ
 حق و صداقت کے لئے مطمئن ہے۔ مصنف۔ و بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو ۱۲۴۔

میرے اطمینان قلب کے لئے یہ صورت انتہائی مسعود و محمود ثابت ہوئی اسلئے کہ اُس خالق حقیقی تعالیٰ کو بہول کر متفرق ہذا و ندان کری کے در مارا مارا پھر رہا تھا۔ پھر ایک مرتبہ اپنے الگ حقیقی کے در پر پہنچ گیا۔ اور یقین کامل ہو گیا۔ کہ رازق حقیقی کرسی (بیج) نہیں بلکہ ایک صاحب عرش و کرسی تعالیٰ سبحانہ ہے۔ جو ذابۃ الارض کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ہ آج تک یہ رزق مَن یَشَاءُ بغیر حساب ہ پر ایمان کامل ہے۔ خداوند تعالیٰ آخر دم تک استقامت عطا فرمائے نبی الحقیقت یہ سب کچھ میرے کرب کا فضل ہے۔ درنہ میں تو ڈل گیا تھا۔ چونکہ میں اپنے عیوب کو فطرت انسانی کے تحت محسوس نہیں کر سکتا۔ اور نہ دلوں کا حال جانتا ہوں لیکن اس قدر ضرور محسوس کرتا ہوں کہ گرداب عیوب میں بھنسا ہوا ہوں۔ پس میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ عین سیاست ہے اسلئے کہ کرسی کی سیاست سے مجھ کو ہرگز نکل نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس کرسی پر میں بھی ہوتا تو شاید حکومت کی تمنا میں اس سے کچھ نہ یادہ

۵۔ اہمیں شک نہیں کہ بہہ میرے قوت فیصلہ کی انتہائی غلطی تھی۔ جس کو میں نے بعد میں محسوس کیا۔ میرا فرض تو یہ تھا کہ میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا حق و صداقت کا اعلان کرتا رہتا۔ لیکن میں نے فتنہ کے مقابل گوشہ نشینی کو ترجیح دی۔ مکہ قید و بند سے مخوف ہو کر۔ اگر یہ خوف میرے دل میں ہوتا تو میں اپنے وطن سے یکہزار میل کا سفر طے کر کے یہ سلسلہ تحریک خاکساری لکھنؤ میں داخل ہوتا۔

مصنف

ہی زور آزمائی کرتا۔ ناظرین مجہ پر الزام لگا سکتے ہیں۔ کہ نتائج میں مصنف کا یہ قصیدہ وہ بھی خود ستائی کی صورت میں! لیکن آنوالی قوم ان واقعات سے پہلائی یا بُرائی اخذ کر سکتی ہے۔ چونکہ میرا ضمیر ارشاد باری کی تعمیل کے لئے مجھ کو مجبور کر رہا ہے۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ :- جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔

پس انعامات الہی تعالیٰ کا اظہار ان اوراق میں میں نے ضرور سمجھا جو کہ باوجود گوشہ نشینی میرے تمام کام بلا منت کش ارباب متفرق واحد رب العلمین کے رحم و کرم سے جاری و ساری ہیں میں رفق برابر بھی اُس میں کمی نہیں پایا بلکہ انتہائی اطمینان قلب کی زندگی حاصل ہے۔ ہذا من فضل ربی۔ و ما توفیقی الا باللہ۔ بس مجھ کو اُمید ہے کہ ناظرین ان صفحات کو سچائے خود ستائی کے اظہار احسانات باری تعالیٰ سمجھیں گے۔ اور ہر کس و ناکس حق و صدا کو ظاہر کرنے میں زرق کے لئے خائف نہ رہیگا۔ یہاں ۱۳۲۲ء میں سررشتہ تعلیمات کی اصلاحات کے لئے ایک رسالہ موعوم بہ ”سررشتہ تعلیمات کے لئے صراطِ مستقیم“ شائع کر کے حکومت اور ذمہ داران سررشتہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ مہر ۱۳۲۲ء نظام آباد میں نواب علی نواز جنگ کے استغفار کو نامنظور کرتے کیلئے ایک کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔ اور منظورہ رزلوشن بارگاہ خسروی میں گذرانا گیا۔

نوٹ :- یہ سب جیلا سیاسی بلکہ نظام آباد کیلئے تھا۔ اس جلسہ کا نام مصنف نے کیا تھا لیکن انجمن مدار کو بخوف حکومت کسی نے قبول نہیں کیا۔ بالآخر جلسہ عام نے مخیر اسلمن ہی کو کسی پر جھٹلایا مصنف

انجمن اتحاد المسلمین نظام آباد۔ ۱۳۴۷ھ میں عبدالوہاب صاحب بی۔ اے۔ یل۔ یل۔ بی۔ ویل۔ ہائیکورٹ بحیثیت نائندہ صدر انجمن مرکزی یہاں آئے اور اس انجمن کی بنیاد ڈالی محمد طیفان صاحب بی۔ اے۔ یل۔ یل۔ بی۔ ویل۔ ہائیکورٹ اس انجمن کے معتمد مقرر کئے گئے خان صاحب موصوف لمجاظ اپنی سیاسی قابلیت کے اس کو بڑی حد تک کامیاب بنا رہے ہیں۔ چونکہ انجمن اتحاد عثمانیہ یونیورسٹی کے صدارت پر خالصتاً موصوف کا انتخاب ۱۳۴۵ھ میں ہوا تھا۔ جس کو کامیاب طریقہ پر آپ نے ایسے وقت چلایا جبکہ پہلی مرتبہ یونیورسٹی میں سیاسی شعور پیدا ہوا تھا۔ جس کا اعتراف مجلہ عثمانیہ میں بھی کیا گیا ہے۔ لہذا یہ فخر نظام آباد کو حاصل ہے اس کا بیوت یونیورسٹی میں سب سے پہلے سیاسی شعور کا علمبردار تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ متعدد سیاسی رزلوشن اصلاحات کے تحت منظور ہوئے۔

جماعت خاکساران۔ ۱۳۴۷ھ میں میر ولایت علی صاحب انصار نظام آباد سالار اکبر دکن کی تحریک و توجہ دہانی پر اس جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں سید محمد اسحاق صاحب مالک جو بی رستورنٹ نظام آباد سے سب سے پہلے دلچسپی لی۔ اور ضلع کی سالاری کا فرعہ اس ناچیز مصنف کے نام پڑا۔ عرصہ ایک سال میں ان جماعت نے ہر ملت و مذہب میں اپنی انتہائی رواداری اور بے پناہ خدمت خلق سے اعتماد کامل حاصل کر لیا جس کی وجہ سے مسٹر باپورا وکیل نے اس تحریک میں شرکت کی اور امجد ریڈی صاحب

بھی بحیثیت معاون شریک تحریک ہو گئے رہا باوجود موتی تحریک رضا کاروں کی اتحاد المسلمین کے خاکساروں کی تعداد اکیس سو سے زائد ہو گئی۔ حکومت مقامی نے بھی اس جماعت پر اپنے اعتماد ذاتی کا اظہار فرمایا۔ اس جماعت کا نشان بلیوہ (پہاؤڑا) ہے اور اس تحریک کے چوبیس اصول (۱۴) نکات قابل ذکر ہیں۔

خاکسار کے چوبیس اصول

(علامہ مشرقی کی زبان قلم سے)

- ۱۔ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو۔ ۲۔ سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھے۔ ۳۔ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرے۔ ۴۔ اپنے مقرر کردہ سالار کے حکم کو خواہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، بلا میل حجت مانے، ۵۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال و جان حتیٰ کہ فرزند و زن قربان کرنے کی طاقت پیدا کرے۔ ۶۔ پابندی وقت کرے۔ ۷۔ خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کہائے۔ ۸۔ روئے زمین کی باؤشتا اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر ہو۔ ۹۔ روحانی جذبات کو پیدا کرے شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دے۔ ۱۰۔ خدمت خلق کرے اور اُس خدمت کی اجرت نہ لے۔ ۱۱۔ نماز قائم کرے اور باقی ارکان اسلام پر مضبوطی سے جار رہے۔ ۱۲۔ قطار میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کی

فل۔ اس تحریک میں ہر وہ شخص شریک ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کو ایک جانتا ہے۔ اور جزا و سزا کا قائل ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔

اونیچ منیج کو عملاً برابر کرے۔ ۱۳۔ فوج کی طرح مارچ اور سپاہیانہ قواعد کرے۔ ۱۴۔ تمام عقلیتوں اور سیتوں کو ددر کرے۔ ۱۵۔ نجی کی سنت سمجھ کر بیلچہ کا اوزار اپنے پاس رکھے۔ ۱۶۔ خاکی وردی بنائے اور اس پر ”اُخوت“ یعنی بھائی چارہ کا سُرخ نشان لگائے۔ ۱۷۔ آپس میں جب ملے فوجی سلام کرے۔ ۱۸۔ حتیٰ الوسع خاکسار سے سودا لے۔ ۱۹۔ مسلمان سے مذہبی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔ ۲۰۔ مسلمان سے سیاسی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔ ۲۱۔ ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پردے جانے کی ہر موقع پر تبلیغ کرتا رہے۔ ۲۲۔ خاموشی اختیار کرے۔ ۲۳۔ سننے اور کرنے والا ہوا کہنے اور نہ کرنیوالا نہ بنے۔ ۲۴۔ ہر مسلمان کو مرکزی اجتماع میں شامل ہونے کیلئے عملاً تیار کرے۔

خاکسار تحریک کے چودہ نکات

(۱) ہم خاکسار نسل انسانی کے تمام فرقہ دارانہ جذبات اور مذہبی تعصبات کو اپنے نیک اور نفع رساں عمل سے جھل کر (لیکن مذہب کو برقرار رکھ کر) ایک مساوی غیر متعصبانہ، روادارانہ مگر غالب نظام پیدا کر نیکی درپے ہیں۔ جس میں سب اقوام سے سجا سلوک اور ان کی بجا پرورش ہو اور جس کی بنیاد نیکی، رسی و عمل اور بے پناہ عمل پر ہو! (۲) قرن اول یا قرون ادلے کا عملی اسلام ہی صحیح اسلام ہے، خاکسار سپاہی رسول خدا صلعم کے طریق عمل کے سوا کسی نئے کو دین اسلام تسلیم نہیں کرتا۔ (۳) مولوی کا آجکل کا بتایا ہوا راستہ غلط ہے خاکسار سپاہی

اس غلط مذہب کو صفحہ زمین سے مٹانے اور اس کی جگہ بنوئی اسلام پھر رائج کرنے کیلئے اٹھا ہے۔ (۴) مولوی کا گروہ قرونِ اولے میں نہ تھا۔ اس لئے خاکسار سپاہی اُس کی جگہ اُمّوں کا منظم گروہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جو قوم پر شرعی حکومت کرے۔ (مولوی کے لئے اُمّولانائے کعبہ) انقلاب کو اسلامی اُفتاب سے نکال دیا جائے۔ کیونکہ اس کے معنی ہمارا خدا ہیں۔ اس کی جگہ شیخ فاضل یا اور انقلاب استعمال کئے جائیں۔ (۵) خاکسار سپاہی مسلمانوں کے کسی فرقہ کے عقائد کو نہیں چھیڑتا اس اعتقادی آزادی کو ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے لیکن سب سے قبل میں استنادِ مل پیدا کرنے کیلئے کھڑا ہے۔ (۶) خاکسار سپاہی قرآنِ حکیم یا حدیث شریف کے ہر رائج یا غیر رائج حصے پر بنوئی عمل کرنا ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے۔ اور ان کو حکومت و قوت کی قانونی یا سیاسی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہے (۷) خاکسار سپاہی ہر قوم (ہندو مسلم، سکھ، پارسی، عیسائی، یہودی، اچھوت وغیرہ) کے مذہبی اور معاشرتی جذبات کے احترام، اُس کے مخصوص تمدن (بجلی) اور روایات کے قیام اور عام رواداری کے لئے کھڑا ہے اور اس طرزِ عمل کو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے ایک ہزار سال تک قائم رہنے کا راز یقین کرتا ہے۔ (۸) خاکسار سپاہی ہر قوم کو اُس کے جائز شہری حقوق دلاتا اور ان کے داخلی اور خارجی مفادات کی حفاظت کرنا اپنی تنظیم کا پہلا فرض سمجھتا ہے۔ خاکسار سپاہی تالیفِ قلوب کو مد نظر رکھ کر ہر قوم کو اپنا حلیف اور رفیق تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے۔

اور اُن کو ایسا بننے کی دعوت دیتا ہے۔ ۹۔ خاکسار سپاہی کا نصب العین
 روئے زمین کی بادشاہت اور اپنے نیک عمل کے ذریعے سے قوم کو اجتماع
 اور ایسا ہی غلبہ ہے۔ ۱۰۔ خاکسار سپاہی کا نصب العین ہندوستان میں
 صرف ایک بیت المال کا قیام جو ادارہ علیہ ہند یہ نئے قائم کر دیا ہے
 تمام علیحدہ علیحدہ بیت الملوں کے قیام کی بہ زور مخالفت ہے۔ خواہ
 اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس بیت المال کا مقصد
 آئندہ کئی برس تک صرف روپیہ جمع کرنا ہی نہیں ہے کچھ خرچ کرنا نہیں
 (۱۱) خاکسار سپاہی کا یقین ہے کہ وہ دنیا میں صرف اپنے ہر قوم اور
 ہر شخص سے نیک سلوک اور صاف معاملات سے غالب آسکتا ہے
 کسی اور طریقے سے نہیں یہ اخلاقی بزرگیاں کم و بیش ہر مذہبی کتاب
 میں مشترک طور پر موجود ہیں۔ (۱۲) خاکسار سپاہی قوم کی اقتصادی
 حالت کو درست کرنے کیلئے ہر خاکسار کی تجارت کو بڑھانا اپنا فرض
 سمجھتا ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ کرنی پڑے۔ وہ
 یقین کرتا ہے کہ اس کے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۳۔ معاون
 خاکسار کی تعریف آج سے یہ ہے کہ ایک ماہ میں چھ پیسے یا ایک سال میں
 ایک روپیہ کے حساب سے ادارہ علیہ ہند یہ کے بیت المال میں ہیشہ
 براہ راست بھیجتا رہے اور جب ادارہ علیہ تمام معاونین کو کوئی عام
 حکم دے۔ تو اس پر پورا عمل کرے خواہ اس دقت اس میں کتنی ہی
 قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ خاکسار سپاہی کو یقین ہے کہ اس سے
 کم کام کرنے والا تحریک کو غلبہ کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ

اُس کا معاون ہونا مفید ہے (۱۳) ہم لیٹروں دشمن کے خواہ داروں
 خلافت قوم اینڈ لیٹروں اور اخباروں، غلط پروپیگنڈا کرنے والے شخصوں
 دشمن سے ملے ہوئے منافقوں، ہندوستان کی مختلف یا مسلمانوں کے
 مختلف فرقوں یا انجمنوں یا گروہوں میں منافرت پھیلانے والے شرعوں
 کے خواہ وہ کسی قوم اور مذہب سے ہوں جانی دشمن ہیں اور ان سے انتہائی
 انتقام لینے کے لئے کھڑے ہیں خواہ اس میں ہیں انتہائی قربانی کی گئی ہے
 ۱۴۔ لاہور۔ اعلان نمبر ۲۲۶ عثمانیہ قائد خان المشرقی
 ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء بوقت ۱۲ بجے دہلی بہ حیثیت ادارہ علیہ ہندو
 نوٹ۔ خاکسار تحریک کی مکمل تشریح کے لئے قول فیصل جمعیتی ۲۲
 دستور العمل قیمتی اربہ بالا سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

جماعت کے خزانہ کاران۔ تحت انجمن اتحاد المسلمین ایک جماعت
 رضا کاران کے کثرت کے آخر میں قائم ہوئی۔ جو نتیجہ تھا اسد علی صاحب
 جوہر و محمد برہان صاحب تاجر کے حق سخی کا جسکے سالار قاضی لطف اللہ صاحب
جماعت حزب المتحرر۔ ایک مختصر سی جماعت حمزہ مسجد اوپر ٹیکری
 میں قائم ہوئی ہے۔ جس کے سالار عبد الو احد صاحب اور معاون
 شیخ بلکن صاحب تاجر ہیں۔

اکھارہ جات۔ انجمن اسلامیہ کا قدیم اکھارہ بحالت کس مہربانی
 بے عمل ہو چکا تھا۔ جس کو معین الدین صاحب عابد نے باوجود اپنے
 تعلیمی انہماک کے اچھی طریقہ پر کامیاب بنایا۔ جس میں مختلف فنون
 سپاہ گری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو مسجد کو شرعی کے احاطہ میں قائم ہے

جس کا معائنہ قاید ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر نے اظہارِ سیدگی سے کیا۔ ۱۳۲۵ء میں ایک بمقام مسجد ادب ٹیکری حمید الدین صاحب کے سعی عمل سے قائم ہوا ہے۔

ہندو ادائے

ہنومان ویاتام شمالہ۔ یہ قدیم اکھاڑہ مٹر راجپور اڈ صاحب کا قائم کردہ تھا۔ اور اس کی رجسٹری بھی تحت قواعد ہو چکی تھی۔ بہت دنوں چالورھا اور سیلک عدم دینی کے باعث عرصہ سے بند ہے۔ سیوا سمی۔ مٹر کا سی ناتھ راؤ کپال کرکیل نے اہل ہنود کے شفیق کیلئے اس انجمن کی بنیاد ڈالی اور الیٹونٹ راؤ صاحب دیسلک کو صدر نشین منتخب کر کے خود معتمد منتخب ہوئے۔ اس ادارہ کا مقصد باہمی اتفاق وارتیا ط پیدا کرنا تھا۔ جس کی مختلف شاخیں قائم ہیں خصوصاً کنیش اچھاؤ کے زمانہ میں تمام منڈلوں کا اتحاد سنٹا چاری مہہ میں منایا جا رہا ہے۔ اس ادارہ کے رضا کار مختلف اوقات میں کام کرتے نظر آتے ہیں۔ خصوصاً آندہرا کالفرنس میں انہوں نے خوب اچھا کام کیا۔

جنرل ریمش منڈل۔ نظام آباد میں متعدد منڈل ہیں ۱۳۲۵ء میں کاسٹی ناتھ راؤ کپال کرکیل کی جوان کویشن اس منڈل کو قائم کر کے (جو رقم جائے پانی میں بیکار صرف ہوتی تھی۔ اس کو مسدود کرتے ہوئے) اصلاحی کام کر رہی ہے۔

کھار سبھا۔ یہ رنڈا کاروں کی ایک جماعت ہے جو مسئلہ میں قائم ہوئی تھی۔
مدار سن مذہبی۔ ملاحظہ ہو باب تعلیمات۔

انجمن وطنداران۔ مسئلہ ۲۴ میں مسٹر کاشی ناتھ راؤ کپال کر
 وکیل کے مشورہ سے ملک سرکار عالی کے ٹیل پٹواری اور وطنداروں
 کے لئے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ جس کے مقاصد وطنداروں کی جڑ جڑ
 ترقی ہے عہدہ مقامی عہدہ دازان وقت سررشتہ مال نے اس انجمن
 کو ابھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اس لئے یہ اپنے کاروبار کو وسعت نہ دے
 سکے۔ اس انجمن کے میر مجلس مسٹر ویشو ناتھ راؤ دیسا نڈیہ نظام آباد میں
انجمن کاشتکاران۔ مسئلہ ۲۳ میں بمقام موضع ٹھانہ کلاں۔

(علی ساگر) رعایا کاشتکار موضع نے میری تحریک بلکہ کہ اس
 انجمن کو قائم کیا۔ اور ایک سال میں (۶۲) ممبروں نے نوہزار کی مالی
 منفعت حاصل کی جس کو عہدہ داران ملک نے انتہائی تعجب سے
 بہت ہی غور و تامل کے بعد جانچ کر کے اس کی بہتری کو تسلیم فرمایا۔
 اس انجمن کے معتمد اناک رام اور میر مجلس چنیا صاحبان تھے۔
 میں باہمی رقابت رعایا سے اس انجمن کو شکست فاش ہو گئی۔

عہ۔ مسئلہ ۲۴ میں جمع بندی کے موقع پر نظام آباد کے ٹیل پٹواری نے بعض
 دفتری شکایات کو میرے سامنے پیش کیا تھا۔ اسی سال میں نئے انکو باہمی تنظیم کے
 ساتھ رعایا و سرکار کے معاملات میں سچائی و فرض شناسی سے کام کرنے کا مشورہ
 دیا۔ لیکن وہ اس پر کار بند نہ ہو سکے خدا کرے کہ مسٹر کاشی ناتھ راؤ وکیل کا یہ
 سعی ملک کے لئے مشکور ہو جائے جس نے وطنداروں اور رعایا، ہر دو کی اصلاح ممکن ہے۔

در آن حالیکہ ہر موضع نے اس تحریک کو پسند کیا اور اپنے موضع میں رائج کرنے کے متمنی ہوئے۔ چنانچہ سال ۱۲۲۵ھ میں تعلقہ پڑدہن کے چار مواضعات میں انجمنیں قائم ہوئیں۔

تنظیم دیہی۔ اس تحریک کی ابتدا سب سے پہلے تعلقہ بودہن کے ایک اموضغ ایڑ پلجی میں ہوئی۔ اور نظام آباد میں بحسن سسی محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقہ ارموضغ میٹر لچ پلجی میں بڑی کامیاب طریقہ پر جاری ہوئی اور سب اس کے بعد مختلف مواضعات میں دیگر عہدہ دار اس کو کامیاب بنانے کو کوشش کر رہے ہیں لیکن تحریک کا اصلی مقصد ہنوز ظاہر نہیں ہوا اور موضع کھڑی تعلقہ نظام آباد میں بھی ایسا ہو رہا ہے۔ انجمن ترقی نوجوانان۔ سال ۱۲۲۵ھ میں نوجوانان نظام آباد نے ایک انجمن قائم کی جس کے محرک فرید الدین حسین متعلم مدرسہ فوقانیہ نظام آباد تھے۔ اس انجمن کے صدر محمد علی خالص صاحب بی اے۔ یل یل بی دیکل اور معتمد فرید الدین صاحب ہیں۔

انجمن با امداد باہمی

اس ضلع میں (۱۰۵) انجمنیں زرعی کاروبار استادی کو (لے ٹاؤن) کے سرمایہ سے چلا رہی ہیں۔ سال ۱۲۲۵ھ میں صرف ایک صدر بنک جس کا سرمایہ (لے ٹاؤن) تھا۔ اور (۸۸) انجمن زرعی جس کا سرمایہ (مجموعہ) جو (۱۷،۷۲) اراکین مشتعل ہیں اپنے کاروبار جاری رکھے ہیں۔

| | | |
|---|----------------------|----------------------------------|
| ۳ | عزت الدین صاحب سی یس | ۱۶ ارادی بہشت نغایتہ الہدیٰ ۱۳۲۵ |
| ۴ | محمد سمیع صاحب | ۱۲ ارادی ۱۳۲۹ سے کار گزار ہیں۔ |

باب

عمارات عامہ

قلمیہ جگہوں کی اوقات یہہ کوئی پبلک عمارت نہیں ہے لیکن تاریخی جہت سے اس کا تعلق عوام سے ضرور ہے اسلئے اس کا ذکر اس باب میں موقع نہیں نظام آباد کی جانب مغرب ایک بلند پہاڑی پر جس کی بلندی تقریباً تین سو فٹ ہے ایک خوبصورت عمارت واقع ہے جس میں داخلہ کیلئے پہلا دروازہ بصورت کمان سنگ بستہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدود عمارت کا باب الداخلہ تھا۔ دوسرا باب الداخلہ مرتفع مقام پر متصل ہے جس کے اطراف خندق ہے ان دونوں دروازوں کے درمیان دیرھ فرلانگ کا فصل ہوگا۔ باب داخلہ پر ایک خوبصورت عمارت شانہ کے بعد کی تعمیر ہے جس میں سنٹرل جیل کا دفتر تھا۔ و نیز عمارت گیسٹ ہاؤس عہدہ داران پولیس کے کام میں بھی آتی ہے۔ اس دروازہ سے فصل کا سلسلہ ہے باب الداخلہ سے ڈہائی تین سو قدم کے بعد پہاڑ کی چوٹی شروع ہو جاتی ہے۔ اور عمارات کا سلسلہ بھی آغاز ہوتا ہے۔ دوسرا دروازہ

۱۔ محمد سمیع صاحب کے احساس فراموشی منصبی صداقت بیانیہ کا ہمیشہ پسند رہی۔ مولف

مربعہ فیصل دوم کے دوسرے باب الداخلہ ہے۔ اس کے بازو بھی ایک عمارت
 جیل کے دو خانہ کی جدید تعمیر شدہ ہے۔ یہاں سے میٹر میوں کے ذریعے
 تیسرا دروازہ عمارت میں داخلہ کا ہے جس سے گزرنے کے بعد ایک وسیع
 میدان ہے جس کے جانب جنوب ایک سنگی ستون تقریباً پچاس فیٹ
 بلند ہے جو برج سے لاپہا ہے ستون اندر سے خول ہے۔ کہا جاتا ہے
 کہ اس میں تیل ڈال کر روشن کر دیا جاتا تھا۔ جس کی روشنی میلوں سے نظر
 آتی تھی۔ اس میدان کے جانب شمال و مغرب ایک دروازہ ہے جس کے
 ہر دو جانب باقی کے دو مجسمہ نگ سیاہ کے تراشیدہ ہیں جو فن نگ تراشی
 قدیم کی داد طلب کرتے ہیں یہاں اس دروازہ میں داخل ہونے کے بعد کچھ
 دشوار گزار راہ طے کر کے ایک وسیع ہال میں داخلہ ہوتا ہے۔ یہ وسیع ہال
 اس قلعہ کی قدیم عمارت ہے۔ جو نہایت ہوادار و روشن مقام ہے۔
 اس عمارت کو دیکھنے کے بعد فوری خیال ہوتا ہے کہ یہ تعمیر مغلیہ فن تعمیر
 کا عکس ہے۔ ورنہ ہندو الہی عمارتوں کے بنانے کے عادی ہی نہ تھے۔
 چنانچہ اس کے متعلق میری تفصیلی رائے باب دوم میں ظاہر ہو چکی ہے
 یہاں پر مزید بحث غیر ضروری ہے۔ اس وسیع ہال کے جانب غرب
 ایک تنگ و تاریک حجر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہی مقام نشست
 موہنی کا تھا۔ اس کو اصلی مندر یا دریا ہال کا مندر کہا جاسکتا ہے۔
 اس حصہ کے سوائے باقی عمارتیں جدید تعمیر کی شہادت دیتی ہیں۔
 ۱۱۔ اگر یہ عمارت دیول کی ہوتی تو بجائے باقی کے کائے کے مجسمہ ہوتے باقی کے
 مجسمہ فوجی قوت کے مظہر ہیں۔

جس کو جیل کی ضروریات کے تحت تعمیر کیا گیا ہے۔ البتہ جنوب کا کچھ حصہ بھی قدیم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جدید تعمیرات نے اُس کو قدیم نہیں رہنے دیا۔ اس قلعہ کے جانب جنوب ایک وسیع تالاب ہے۔ قلعہ میں اس کو آبنوشی کے حل کا خزانہ بنایا گیا تھا۔ (شکل ۳۰) قلعہ سے پہلے دریچہ تالاب نہر کی وجہ چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس تالاب میں ایک سادہ بھیڑ۔ قلعہ کے جنوبی برج سے مغرب جنوب شمال و نیز نظام آباد کی آبادی کے مناظر قابل دید ہیں یہاں سے ڈیپلی کا منہ اور دارالمجدومین کے عمارت بھی نظر آتے ہیں۔ قلعہ کے اطراف ایک زبردست خندق ہے۔ جس میں رگھوناتھ تالاب سے پانی لیا جاتا ہوگا۔ اس وقت تو یہ خنک ہے۔ باب دوم میں نظام آباد کی عمر کو پانچ سو سال سے زائد قرار دینے کیسے واقعات نے مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے اس عمارت کو اس سے زائد عمر کا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس قلعہ کی کوئی مستند تاریخ اس وقت تک نامتھ نہیں آئی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کے جانب جنوب ایک وسیع تالاب رگھوناتھ تالاب کے نام سے موسوم ہے اس لئے اکثر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس تالاب اور عمارت کا بانی رگھوناتھ داس تھا۔ لیکن کوئی اس بات کو نہیں بتلا سکتا کہ رگھوناتھ داس اخیر تھے کون۔ تالاب میں ایک سادہ (قبر) پختہ سنگ بستہ موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قبر کا تعلق تالاب و قلعہ سے کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ بہر حال اس عمارت پر متفکرانہ نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارت قلعہ کی ہی۔

گو بحالت موجودہ اس میں ہکوشاہی محلات کے نشان نظر نہیں آتے لیکن عمارت میں فوجی اعراض کی تکمیل کے اسباب ضرور مہیا ہیں۔ جو مندر کے لئے نہیں ہوا کرتے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اس عمارت سے مندر کا کام بھی لیا گیا ہو۔ چنانچہ سنہ ۱۳۳۲ء تک اس مندر میں مورتیاں موجود تھیں۔ جس کو وقت فراری زبیدائسر ناپلی اپنے ساتھ سرناپلی لے گئیں۔ اور اس وقت اندولائی کے مندر میں وہ موجود ہیں۔ (دیکھو باب دوم آر مور آرام مندر کی تاریخ تین سو سال کی ل رہی ہے۔ لہجہ ہے کہ سمرتہہ اس کے واقعات میں بھی اس قلعہ کا ذکر نہیں ملتا۔ انوس ہے کہ کوئی کتبہ اس وقت تک اس عمارت کے متعلق دستیاب نہ ہو سکا۔ تاکہ اس عظیم الشان عمارت کے تعمیر کنندہ کا نام آج روشن ہوتا۔

سنہ ۱۲۴۵ء کے بعد ہی ضلع ندی میں اس عمارت کو سنہ ۱۲۴۵ء کیلئے مختص کیا گیا اور اس کی تعمیر و ترمیم لگی۔ آج تک اس کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ سنہ ۱۲۴۵ء میں جب کہ سنٹرل جیل شکست کیا جا کر اس کو سب جیل قرار دیا گیا تو اس پر ویرانی چھا گئی۔ کیونکہ فوج باقاعدہ کی آبادی جو اندرون قلعہ تھی۔ برخاست ہو گئی۔ اور علم و عہدہ داروں کے برخاست ہونے کی وجہ سے کائنات رہائش خالی رہ گئے۔ وینزائیکہ زار قیدیوں کے بجائے صرف چالیس پچاس تھیں یہاں پر رہنے لگے۔ جس سے اس عمارت کی جاروب کشی بھی ممکن نہ تھی۔ سنہ ۱۲۴۵ء سے سیاسی قیدیوں کی کثرت نے پھر اس مقام کو

آباد کر دیا ہے۔ اس مقام کی خوش گوار آب و ہوا کا کیا پوچھنا ہے۔
 ۱۳۱۶ء میں جبکہ مہاراجہ سرسین السلطنت کشن پرشاد بہادر صدر المہاراجہ
 وقت بحین دورہ نظام آباد تشریف لائے تھے تو اس مقام کا معائنہ فرمایا
 کے بعد اپنے اڈیس میں جن خیالات کا اظہار فرمایا اس کا مطالعہ
 بلاشبہ صاحبان بصیرت کیلئے باعث عبرت ہے۔

”میں نے محبس خلع اندوز کو دیکھا۔ ایک مرتفع پہاڑی پر ہے“
 ”یوں تو اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو دنیا کی ہر چیز میں تغیرات و تبدلات
 کا اثر پایا جاتا ہے۔ لیکن انقلاب زمانہ کلہاڑی نبوت اس محبس سے“
 ”بھی لگتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں مندر تھا۔ پھر قلعہ بنا۔ اب قید یونکہ،
 مسکن ہے۔“ زانقلاب زمانہ جو گہمت آفتاب
 کہ ہجوم ماہ بہر ماہ بیش و کم گردو

”اس مقام کے خوشگوار آب و ہوا کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے“
 کہ قیدیوں کے وزن میں اضافہ ہو گیا۔“ اس قلعہ پر چڑھنے کو
 بیڑھیاں نہ تھیں۔ بڑی دشواری و انتہائی مشقت سے منازل طے
 کرنا پڑتا تھا۔ ۱۳۲۵ء میں مشرین کن صدر ناظم پولیس اضلاع
 کی توجہ سے بیڑھیوں کی تعمیر ہوئی۔ جس کی وجہ سے چڑھائی میں سہولت پائی
 جامع مسجد قدیم بودھمن۔ ملاحظہ ہو باب دوم

ف۔ اس سے ہکو اختلاف ہے پہلے مندر تھا۔ بعد قلعہ بنا۔ بلکہ ہم قلعہ کو مقدم قرار
 دیتے ہیں۔ معصفت

گ۔ ۱۳۴۰ء میں جو تھی تبدیلی سیاسی قیدیوں کے مسکن کی بھی ہوئی ہے

دوبل ڈیپلی - ملاحظہ ہو باب دوم -

دواخانہ مجذومین - ملاحظہ ہو باب یک طبابت -

مذہبی عمارات صلح - ملاحظہ ہو باب یک معابد و مقابر -

عمارات سرکاری - ملاحظہ ہوں البواب سررشتہ جات متعلقہ -

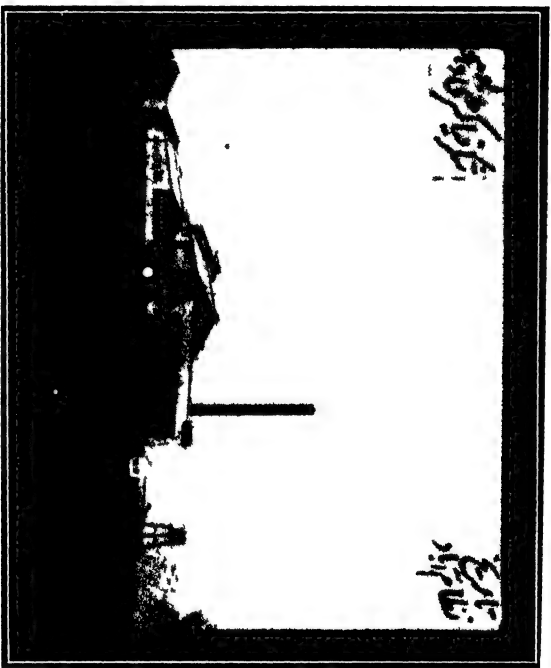
کلاک ٹاور - ۱۳۱۲ء میں جینیم جانیکا بائی انجمنی والیہ سرنالی نے بارہ ہزار کے صرفہ سے بمقام محبوب گنج اس کی تعمیر کروائی - جس سے آج تک عوام الناس استفادہ حاصل کرتے ہیں - اسپر جانیکا بائی کلاک ٹاور لکھا ہوا تھا - جس کو مٹا دیا گیا -

دارالبلد (ٹاؤن ہال) - محمد علی صاحب صفوی مددگار مال نے ۱۳۱۲ء

میں امتحان عمال دیہی کے موقع پر مجھ سے تبادلہ خیال فرمایا کہ سبقت نہیں امتحان سے ہم ایک ٹاؤن ہال کیوں نہ تعمیر کرادیں جس میں سررشتہ تعلیمات بھی اپنے امتحانی ضروریات کی تکمیل کر سکے - اور لوکل فنڈ بھی میں نے اس کی تائید ان الفاظ میں کی کہ نواب تقی یار جنگ تعلقہ وقت نے بھی ایک وقت خیال ظاہر فرمایا تھا کہ باغ عام میں ایک ٹاؤن ہال بنانا چاہئے - کیا عجیب کہ یہ کام آپ کے ہاتھوں پورا ہو جائے - اس کے بعد ہی صاحب موصوف نے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقہ ارکے سامنے تحریک پیش کی مرزا صاحب موصوف نے مالی نقطہ نظر سے اس تحریک کو درجہ اولتفات نہ سمجھا - لیکن صفوی صاحب کے متصل ارادہ نے انتہائی کوشش سے اس کو کامیاب بنا ہی لیا - سررشتہ تعلیمات سے رقم کی منظوری حاصل کی - لوکل فنڈ سے کچھ سبقت سکائی -



عبد علی مدد، مال، یہ م آباد



۱-۴ ۵۵۹۵ ۱۹۱۴ء

ایک عظیم الشان عمارت رفاہ عام کیلئے بنائی ہے اس عمارت میں کئی حجرہ ہیں۔ اور وسیع کمیونڈورانڈے جس میں تقریباً پانسو سے زائد مسافر ٹھہر سکتے ہیں۔ لیکن فی زمانہ اس عمارت کا انتظام بلدیہ کے سپرد ہے۔ فی کمرہ یومیہ ۲ کرایہ لیا جاتا ہے ورنڈے کیلئے کوئی کرایہ نہیں ہے۔

مارکٹ۔ نظام آباد میں مارکٹ گوشت و سبزی چھٹی وغیرہ کی تعمیر زمانہ بروز جنگ آج بھی وہاں لیاقت جنگ مرحوم اس مقام پر ہوئی تھی جہاں اس وقت بودھن روڈ و اعظم چاہی روڈ کا چوراہا ہے۔ مرزا محمد باگیکہ تعلقہ اردو قتلے نے سابقہ مارکٹوں کو موجودہ آبادی کے لحاظ سے خیر موزوں و نامکافی سمجھتے ہوئے مشرقی آبادی کیلئے برکت پورہ میں اور مغربی آبادی کیلئے بازار جمعرات عقب دواخانہ ۱۳۲۵ء میں نہایت سلیقہ سے جدید مارکٹ تیار کروالی۔ دی ۱۳۲۵ء سے ان مارکٹوں میں کاروبار جاری ہوئے۔ جس کا افتتاح محمد بہادر صاحب ناظم عدالت کے ہاتھوں ہوا۔ سابقہ مارکٹ کو شکست کر دیا گیا صرف ایک سبزی مارکٹ کو ہراج کیا گیا۔ جہاں پر اس وقت ملکیت جدید تعمیر ہوئے ہیں۔ جس کا نام احمدی بازار ہے۔

مکتب خانہ۔ ملاحظہ ہو باب تعلیمات

دہریم سالہ۔ ملاحظہ ہو باب معاہد

پبل۔ ملاحظہ ہو باب تعمیرات

آبپوشی۔ ملاحظہ ہو باب طبابت و حفظان صحت۔

قوت خانہ برقی۔ نظام ساگر کے بند کا کام ختم ہونے کے بعد وہاں

کے قوت برقی کے انجن بیکار ہو چکے تھے۔ سررشتہ آبپاشی، اس کو فرو کرنے کی فکر میں تھا۔ ۱۳۴۱ء میں مرزا محمد بیگ صاحب تعلقہ اردت نے نظام آباد میں برقی قوت کی ضرورت کو محسوس کر کے مجلس کو کلفنڈ میں تحریک پیش کی۔ اور کئی نشستوں میں اس مسئلہ پر مباحث ہوئی بعد یہ تحریک منظور ہوئی کیونکہ نظام آباد کی مختصر آبادی اور عوام کی فلاکت کے بد نظر خریداران برق کی تعداد یا اس انگیز تھی۔ انتہائی سستی و ممکنہ کوشش کرنی پڑی۔ مولف کو بھی بحیثیت رکن کمیٹی کو کلفنڈ ذمہ دار گردانا گیا تھا۔ دو سو خریدار فراہم کئے گئے۔ خطیب محمد حسین تھا ناظم برقی اصلاح کی انتہائی کوشش اور دیکھنے ہی دیکھتے چہ ماہ کے عرصہ میں اس قوت خانہ کو مکمل کر دیا۔ اور ۱۴ فروری ۱۳۴۱ء کو حضرت ولی عہد بہادر پرنس و پرنس آف برار نے مکرم جاہ بہادر کو آغوش میں لئے ہوئے اپنے مبارک طوق نظام آباد کی تاریک شب کو منور کر دیا۔ خدمت مہتممی برقی پر حسب ذیل حضرات کار گزار رہے۔ کے بم متا۔ محمد دم جینی صاحب افضل علی صاحب۔ ضیاء الدین صاحب۔ حمید عثمان صاحب شنی کیلئے مقررہ نرخ (پے) فی یو مینٹ ۶/۶ رہے اور گریوں کیلئے اربو نیٹ تک لیا جاتا ہے۔

مستقر نظام آباد کی سڑکیں۔ اسٹیشن کی سڑک اور گنج کی سڑک نواب برز و جنگ آبجانی کے زمانہ میں تعمیر ہوئی بازار جمعرات کی مغربی سڑک جو شمال سے جنوب کو جاتی ہے۔ نواب ہر اربو نیٹ کے



والانشان حضرت علی محمد باور و سید آصفیه
 نو کرم ۵۱ یا شاخه ۵۱
 تاریخ ۱۰/۱/۱۳۳۳

زمانہ میں بنائی گئی۔ اور اس جانب کی جدید آبادی بھی آپ ہی کے زمانہ میں قائم ہوئی۔ وینز پیولا نگ کنٹینر روڈ بھی آپ کے ہی زمانہ میں تیار ہوئی۔ جمہرات بازار کی سڑک اور بازار نواب احمد نواز جنگ کے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ اور سڑک خلیل پورہ بھی آپ ہی کے زمانہ کی ہی سڑک ندی پیولا نگ تادفاتر کی تعمیر نواب تقی یار جنگ بہادر کے زمانہ کی ہے۔ لیکن اس کو سٹریٹس شاہ کے زمانہ میں بچتہ کیا گیا۔ قلعہ سے بودہن کی سڑک کی تعمیر نواب تقی یار جنگ مرحوم کے زمانہ میں ہوئی۔ مرزا محمد بیگ صاحب تعلقہ دار کے زمانہ میں کوٹ کی عقبی سڑک اور درنی کی سڑک وینز اسٹیشن کی سڑکوں کی مثل اندازی ہوئی۔ کوٹ کی عقبی سڑک کا افتتاح فروری ۱۹۲۲ء میں عبدالباقی صاحب صوبہ دار کے ہاتھوں ہوا۔ کوٹ کی خندق بھی اسی زمانہ میں بھردی گئی۔ محلہ پیولا نگ کے چوراہے کی توسیع کیلئے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقہ دار کے زمانہ میں منظوری ہو چکی تھی قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ دار و محمد طاہر صاحب معتمد بلدیہ کے حسن سلیقہ نے اس کو مکمل کرنے میں بیحد خوشنما بنا دیا گئے سے بڑے بازار کو ایک وسیع سڑک کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی محلہ اسلامیہ کے موجودہ سڑک کو وسیع کرنے کا خیال تھا۔ مہر ۱۹۲۲ء میں مصنف نے ٹیہ خانہ سے راست سڑک قائم کر نیکی تحریک کی۔ اولاً مرزا محمد بیگ صاحب نے اُس کی مخالفت کی بالآخر رخ کو بد لکر اس کا تقستہ بنایا گیا۔ جو منظور ہو چکا۔ اور قریب تھا کہ کام آغاز ہو۔ مجلس بلدیہ نے منظور

نقشہ پر نظر ثانی کی اور اس کے پیچ و خم کو بد وضع خیال کر کے راستہ مستقیم کو پسند کیا۔ (جس کی تحریک سب سے پہلے مولف نے کی تھی وہی پیش نظر آئی) اوایل سترک لٹ میں اس سترک کا کام نہایت ہی تیزی کے ساتھ اراکین بلدیہ کی انتہک نفعیہ و مرغیب سے انتہائی کفایت میں مکمل ہوا محمد طاہر صاحب معتمد بلدیہ کے دلچسپیوں نے اس سترک کے نقشہ کو بہتر سے بہترین بنادیا۔ اور اس سترک کو حضرت والا شان ولی عہد بہادر کے اسم گرامی سے موسوم کیا جا کر ”سترک اعظم باہی اعظم روڈ“ نام منظور کیا گیا نہ صرف نظام آباد کی سترکوں میں یہ سترک شاہ راہ بن گئی بلکہ اس کی وجہ سے زمانہ قریب میں نظام آباد کا بازار عام اصلاح پر فوقیت ملے جلے گا۔

مرزا محمد بیگ صاحب نے اس سترک کو دیکھ کر یہ الفاظ کہے کہ ”اس قدر کم صرفہ اور آسانی سے قاضی صاحب و مجلس بلدیہ نے جس طرح اس سترک کو بنالیا مجھ سے ناممکن تھا“

جدید آبادی۔ اسٹیشن کی جانب سیول آبادی نواب برز و جنگ کے زمانہ کی ہے۔ قدیم آبادی سے اسٹیشن روڈ کی دو طرفہ آبادی اور پہلوانگ کنٹینر روڈ کی آبادی نواب بہار نواز جنگ کے زمانہ کی ہے۔

خلیل پورہ۔ اوجھرات بازار کی آبادی بزمانہ احمد نواز جنگ قائم ہوئی کنٹینر کی آبادی کا آغاز مسٹر ایرج شاہ چینیائی کے زمانہ میں ہوا۔ محلہ برکت پورہ ۱۳۲۲ء سے ۱۳۲۳ء تک پورہ ۱۳۲۳ء میں مزدور پورہ ۱۳۲۳ء میں بزمانہ تعلقداری مرزا محمد بیگ صاحب آباد ہوئے۔
عہد حاشیہ ص ۲۳۷ ملاحظہ ہو۔

مرز دور پورہ تمام گنج و نیز گزنیوں کے مرز دور پیشہ کی آبادی کے لئے آباد کیا گیا۔ تاکہ پاک صاف آب دہوا میں اُن کی صحت اچھی رہے اور گنج و گزنیوں سے اُن کو قربت حاصل ہو۔ اس مقام کی نشاندہی شیخ محمد صاحب دکیل نے کی۔ اور اپنے پٹہ کی زمین بھی اس غرض کیلئے دی تمام ڈیولیب منٹ کے کام انتہائی مستعدی و جفاکشی سے زیر تمام عبدالملک صاحب مہتمم کو کلفندہ حسب ہدایات مرزا محمد بیگ صاحب انجام پائے۔

باب ۱۹ تفصیل گامیں

یوں تو سر زمین نظام آباد نظام ساگر کی وجہ سے ہر طرف سرسبز و شاداب نظر آتی ہے۔ لیکن بطور خاص نظام آباد کے مقامات نظام ساگر۔ علی ساگر۔ منچہ۔ ماسانی اور خلاص پور کے تالاب قابل ذکر ہیں۔

ع۔ مستعد پورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ حصہ زمین مختلف اشخاص کے قبضہ میں ہے۔ انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ تھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب نے اس جانب توجہ کی مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی مجھے حیثیت رکن کمیٹی صاحب موصوف نے خواہش ظاہر کی میری فہمائش پر تمام قاضی راجی نے رضامندی کا اظہار کر لیا میرے مرتبہ پلائس اور نقشہ جات کو میرے مجلس صاحب وقابضین نے منظور کر لیا۔ بوقت سنگ بنیاد میں نے مرزا صاحب سے اس محلہ کا نام مستعد پورہ رکھنے کی خواہش کی۔ لیکن قاضی کی مستعدی کو دیکھ کر مستعد پورہ تجویز کیا۔ اور اُسکے ساتھ برکت پورہ بھی نامزد کر دیا گیا۔

نظام ساگر جینیت تفریح گاہ

نظام آباد سے ۵۶ میل کے فاصلہ پر نظام ساگر واقع ہوا ہے۔ جہاں ریلوے موٹر بس روزانہ دوڑتی ہے۔ بند کے مشرق کنارے پر خوبصورت گلشت ہے ساگر کا سماں بڑا ہی جاذب نظر ہے۔ اس کے مشعلق خواجہ معین الدین صاحب عابد کا ایک شاعرانہ مضمون یہاں پر نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ ناظرین اس سے محفوظ ہوں یا اگر کے مسخو رسن منظر سے کٹھ انداز ہوتی ہوئی ہوا میں گھلتا پی ہوئی وجد کرتی ہوئی رقص کرتی ہوئی پانی کی موجوں پر سے گزرنے لگتی ہیں۔ آئینہ کی طرح شفاف پارہ کی طرح بے تاب اور چلبلی موجیں ان ہواؤں کو چھو لینے کی فکر میں اوپر اٹھ اٹھ کر گرتی ہیں۔ ان کی اس ناکامی پر گلشت کے کنارے ڈالیوں پر جمہولتی ہوئی کلیاں کل کھلا کر ہنس پڑتی ہیں۔ کنارے سے دور۔ بہت دور۔ تالاب کے درمیان میں ایک جریرہ ہے پرندوں کا پر امن اور پرسکون مسکن۔ دنیاوی گندگیوں سے پاک انسانی باغرض قدموں سے بے لوث۔ جہاں پر نورانی صبح کو آسمانی فرشتے روحانیت کی بارش برساتے خداوند قدوس کی حمد کے آسمانی نغمے گاتے آتے ہیں۔ اور معصوم پرندوں کی علی الصباح تسبیح میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جہاں ہر شام کو جبکہ ساگر کا پانی سورج کی زرد زرد شعاعوں کے سبب گچھلا ہوا سونا معلوم ہوتا ہے۔ حوریں گاتی ہوئی۔ اشنان کو آتی ہیں۔ کتنا پیارا ہے۔ حوروں کا چنگھٹ!! نظام ساگر کا جزیرہ!! بند کے مغربی کنارے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کی خوبصورت

جو ٹی پر ایک خوشنما عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ جس کی اونچی چھت پر کھڑے ہو کر جدید نظر ڈالو مادرِ ماخرا کا سندر بٹیا نظام ساگر طویل باہن بھیلکے ہوئے دیو قامت پہاڑوں کی آغوش میں جھپکتا ہوا نظر آئے گا۔

ہیڈ سلوس (یعنی نظام ساگر کا وہ مقام جہاں سے نہر نکلتی ہے) اپنے شور مچاتے۔ سریشکے اور مہ سے نجارات کا دھواں چھوڑتے ہوئے آلبشاروں کی وجہ سے خاص کیفیات کا حامل ہے۔

علی ساگر - ۱۳۴۲ء میں اس کا سنگ بنیاد سیّد ولد ار حسین خان اکبر کو انجینئر نے اپنی دماغی کاوشوں سے رکھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب کے اتحاد عمل سے علی ساگر باشندگان نظام آباد کیلئے ایک بہترین بھرج گاہ بن گیا۔ تالاب میں ایک موٹر بوٹ بھی ڈالی گئی ہے۔ ۱۴۰۱ء دی ۱۳۴۲ء کو پرنس آف براہ حضرت شہزادی در شہوار مع مکرم جاہ بہادر کے یہاں رونق افروز ہوئے تھے۔ اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔

آذربائیجان میں سر صدر اعظم بھادر کی آمد کے موقع پر بنگلہ سے جانب چین تین سو ستر ہیاں پندرہ روز میں تیار کر دانی گئیں۔ یہ مقام نظام آباد سے (۹) میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور بہترین سڑک موٹر رانی کیلئے بنادی گئی ہے۔ سیکل پر بھی نہر کے راستہ سے پہنچ سکتے ہیں علی ساگر کے مقلقی جشن نوروز ۱۳۴۲ء کے موقع پر شاعرہ میں خواجہ معین الدین صاحب عابد نظام آبادی نے اپنی طبع زاد نظم سے سامعین کو مسحور کر لیا تھا۔ ناظرین کی ضیانت طبع کے لئے یہاں پر اس کو درج کیا جاتا ہے۔

علی ساگر

اے لودہ آگیا دیکھو علی ساگر اپنا مے عرفاں سے لبالب ہے یہ ساغر اپنا
کتنا دلکش ہے یہ نہجاً سا سمند راہنا بن گیا رشکِ ارم آج علی ساگر اپنا
دیکھئے دیکھئے کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشنِ نوروز ہے گلگشتِ علی ساگر ہے

منظر دلکش ساگر سے زبان ہے قاصر اس کی توصیف مرے حدِ بیاباں باہر
نہرِ تالابِ چین بھول پہاڑی منظر حوضِ فوارے یہ بنگلہ وہ جریزہ ظاہر
واہ واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے

جشنِ نوروز ہے گلگشتِ علی ساگر ہے
کیا ریاں بھول پرندے سہانا گلشن چار جانب ہ پہاڑوں کا نشیبی دامن
وہ جریزہ وہ پرندوں کا پیارا دامن مادرِ فطرتِ معصوم کا ٹھنڈا دامن
واہ واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشنِ نوروز ہے گلگشتِ علی ساگر ہے

رقص کرتی ہوئی موجیں جو بھڑکتی ہیں گنگناہتی ہوئی کھسار مکرراتی ہیں
صبح کو ننھی سی چڑیاں ہی نہیں گاتی ہیں حوریں گاتی ہوئی انسان کو یہ آتی ہیں
واہ واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے

جشنِ نوروز ہے گلگشتِ علی ساگر ہے

مجموع کر شاخ پہ دہ بلبل شیدا بولا زمزمہ کرتے ہوئے حسن کا قصہ بولا
لوسو آم کی ڈالی پہ پیہر بولا کچھ نہ ساقی نے وہ آشفۃ نوا کیا بولا

پی کہاں پی کہاں کیا لطف ہو کیا منظرو
جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

دن کیا رات ہوئی چاند کیا ہے ہالا بزم انجم کو بڑے غور سے دیکھا ہالا
آدم آباد کی جانب جو وہ نظیر ڈالا رابع مسکون فلک پر یہ خبر دوڑا یا

ہاں چلو دوستو کیا لطف ہو کیا منظرو

جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

یہ خبر سنئے ہی افلاک کے تارے دوڑ گئے کھکشاں اور ثریا کے تارے دوڑ
توٹ کر چرخ سے وہ تونک کے اردوڑ گئے گنگنا تے ہوئے نہر ستارے دوڑ

ہاں چلو دوستو کیا لطف ہو کیا منظرو

یہ جنت ہے گلگشت علی ساگر ہے

اس سے بہتر کوئی ساگر کہیں دیکھے تم نے آب میں نفرتی آؤ در کہیں دیکھے تم نے
اس سے بہتر کوئی منظر کہیں دیکھے تم نے غل کرتے ہوئے اختر کہیں دیکھے تم نے

واہ واواہ یہ کیا لطف ہو کیا منظرو

جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

عابد نظام آبادی

مختصر یہ کہ چین علی ساگر کی ابتداء مٹر بالا پر شاد مددگار انجینئر کے ہاتھوں
ہوئی۔ اور موجودہ باغبان مٹر مرزا محمد علی کی محنت و دہچھی اور
مٹر پاپنا اکز کی ٹوا انجینئر کی توجہ سے اس کی بہار باقی ہے۔

منجیہ۔ نظام ساگر سے پہلے نظام آباد کے بہترین مقامات تفریح میں یہ مقام تھا۔ موسم بارش میں اس کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ محرابی مقام پر تالاب کے کنارے اونچی پہاڑی پر جگہ بنایا گیا ہے یہاں کے قدرتی سادہ مناظر اپنے اصلی رنگ میں دلوں پر ایک خاص رنگ جلاتے ہیں حضرت دلی عہد بہادر پرنس آف براٹفیلڈ میں بغرض سیر و شکار ردلق افروز ہوئے تھے۔ یہ مقام نظام آباد سے ۹ میل فاصلہ پر ہے یہاں پر روزانہ ریلوے موٹر بس دوڑتی ہے۔ اس مقام کو فرقہ مہدو کے دو بزرگوں کے مدفون کی وجہ خاص اہمیت ہے حضرت سید علی صاحب قدس سرہ موضع میدک پٹی میں مدفون ہیں ایہ موضع منجیہ روڈ کے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے اور حضرت شاہ نور محمد صاحب قدس سرہ تالاب منجیہ کے جانب مشرق مدفون ہیں۔ جہاں پر فرقہ مہدو کے اکثر زائرین آیا کرتے ہیں۔

ماسانی۔ نظام آباد سے ۱۷ میل فاصلہ پر یہ ایک مسطح تالاب واقع ہے اس کی الٹک کے دروازوں سے پانی گزر کر چادرنگی تنگل میں بہنے کا منظر قابل دید ہے جو عموماً بارش میں نظر آتا ہے۔

چیمبر برنی۔ آبادی ہی میں ہے۔ خوبصورت جمن کے زوردار خواروں پر قوت والی برتنی روٹنی پڑنے سے قطرے آب گوہر آبدار معلوم ہوں گے باغ عام۔ نظام آباد میں سب سے پہلے میرا میر علی صاحب تعلق دارنے ۱۳۱۲ھ میں اس محبوب باغ کی بنیاد ڈالی اور اسی میں ایک مکان محبت کش کے نام سے بنایا۔ جہاں عہدہ داران ضلع کیلئے بطور کلب تفریح کا سامان تھا

برتانہ تعلقداری مسٹر برزوحی سٹارٹ میں اس مکان و باغ کو ہرج
کر دیا گیا۔ اور کمیشن سے قریب ایک بہترین اراضی پر باغ عام کی بنیاد
قائم کی گئی۔ اور بنگلہ تعلقداری میں آفیسرز کلب قائم کیا گیا۔ بلرڈ بیبل
محبوب گلشن سے یہاں منتقل کیا گیا جو آج تک ہے۔

باغ عام کی حالت ۱۳۲۲ء تک اچھی رہی۔ اس کے بعد جو جہد و
نالہ ماسانی خراب ہو گئی۔ ۱۳۲۲ء سے اس کو مٹا دیئے کا خیال ہو رہا
تھا۔ جبلی مخالفت مصنف نے سختی سے کی۔ اور مرزا محمد یگ صاحب باوجود
اختلاف رائے کے مجھ سے متفق ہو گئے۔ اس عرصہ میں ٹاؤن ہل بھی تیار
ہو گیا۔ ۱۳۲۳ء سے اس پر بھاری ٹیکسی لیکن پھر اس پر خزانہ کا
رنگ غالب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ حالات نظام آباد میں مورخ نے اس
باغ کے متعلق لکھا ہے کہ ”ناریل سنترہ۔ مولز۔ جام وغیرہ کے درخت
ہیں۔ انگریزی ترکاریاں بھی بونی جاتی ہیں۔ صاحب موصوف کے قیام
تک ترقی جاری تھی۔ اب کس پیرسی کی حالت میں ہے۔ اس سے ظاہر
ہو سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں کام زیادہ تر شخصی حیثیت سے چلتے ہیں
اور جب اس کا اثر اٹھ جاتا ہے۔ تو اس کام پر بڑا اثر پڑتا ہے۔
متمدن مالک کے جہاں پر ہر پیشہ و کے کام کو اس کا جائزین ترقی دینا
ہے۔ یہ عمارت اور باغ معزز یا جنگ قاضی صاحب نظام آباد نے خرید لیا۔ اس وقت یہی
کے قبضہ میں ہے۔ باغ گنج کے مغرب میں واقع ہے اس عمارت پر ایک کتبہ بھی یہ ہے ۱۳۱۴ء
اتفاق عہدہ داراں سے بنایہ خوش مکان۔ یادگار دل کش دجان گزیریں یہ ملک
و۔ ملاحظہ ہو شل و کلفنڈ ۱۳۲۲ء نظام آباد۔

اپنا فرض عین سمجھتا ہے۔“ مولف نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کی شادابی و سرسبزی کو دیکھا ہے کہ پردہ نشیں عورتیں اس میں تفریح کرتیں۔ اور درخت اون کے پردہ دار ہوتے۔ چونکہ اب پردہ کی ضرورت ہی غیر ضروری ہوتی جا رہی ہے۔ اسلئے قدامت پسند درختوں کا خون خشک ہو گیا۔ اور وہ جلکھنا ہو گئے۔ نظام آباد کی بڑھتی ہوئی آبادی اور ترقی تمدن و معاشرت کے پیش نظر یہاں پر قریب ترین حصہ میں ایک پرفضا رعام تفریح گاہ کی شدید ضرورت ہے۔ میرے خیال میں رگھوناتھ تالاب کے تحت اور اس سے بہترین مقام نہر نظام گھر کے (۶۱) میل کا تمام تر حصہ اس کے لئے اس قدر موزوں اور مفید ہے۔ کہ نظام آباد کا کوئی حصہ اس سے زیادہ دلچسپ اور آبیاشی و قدرتی مناظر کی سہولتوں سے مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آبادی سے ملا ہوا۔ کیا عجیب کہ کوئی کسی زمینیں مقام کو منتخب کرے جو نظام آباد کے لئے ایک بہترین تفریح گاہ کا مرکز ہو گا۔

الطبیقہ۔ ایک مہذبہ نگار دیش چین میں چر رہے تھے۔ دریانت سے معلوم ہوا کہ وہ ایک جہدہ دار کے ہیں۔ میں نے بدزلیعہ تحریر معتمد کو کلفنڈ سے خواہش ظاہر کی کہ میرے جانور ٹاؤن ہال میں باندھنے کی اجازت دی جائے۔ اس لئے کہ چراگاہ کے سامنے کوٹھا ہوا کرتا ہے۔ جب باغ میں جانور چر سکتے ہیں تو فحشہ کو بھی یہ حیثیت ایک رکن کو کلفنڈ اپنے جانوروں کیلئے کوٹھا استعمال کرنے کا حق ہے۔ اس کا علم جب ملک مویشی کو ہوا تو اپنے ملازمین خانگی کی شرارت معلوم کر کے تنبیہ کی گئی

اور جانوروں کی چرائی موقوف ہو گئی۔

کلب۔ وقار کلب بنگلہ اول تعلقہ اری میں بزمانہ برزوجی آنجنانی قائم ہوا۔ نواب لیاقت جنگ سہراب نواز جنگ نے اس سے دلچسپی لی۔ مسٹر ایرج شاہ تعلقہ ار کے زمانہ میں اس کا نام نظام آباد کلب کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلب کافی ترقی کر گیا۔ لیکن نہ معلوم پھر کیوں اس کا نام بدل دیا گیا کہ عام دلچسپی میں کمی ہو گئی۔ باوجود اس کے عہدہ داران و کھلاڑ کی تفریح طبع کا وہ مرکز ہے۔

یونین کلب نظام آباد۔ یہ کلب عوام کیلئے عبدالواسع صاحب کورٹ انسپکٹر حال و طیفہ یاب و عبدالستار صاحب عامل ٹیپہ ڈسٹرکٹ ناظر ٹیپہ و تاج الدین محمد صاحب خزانہ دار وغیرہ کی کوششوں سے ۱۳۱۵ء میں قائم ہوا۔ اور ایک عرصہ تک بڑی کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کلب میں ایک کتب خانہ ۱۳۲۲ء میں قائم ہوا تھا۔ جو بانیان کلب کے تبادلہ کی وجہ سے بحالیت کس ممبری پر آ رہا۔ بالآخر اس کا فریڈرک کتب خانہ جو کچھ باقی تھا۔ وہ آنجن اسلامیہ کے حوالہ کیا گیا۔ عثمانیہ جو ملی کتب خانہ نظام آباد میں اس کی کتابیں محفوظ ہیں۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ عثمانیہ جو ملی کتب خانہ اسی بنیاد کی ایک مستحکم عمارت علمی ہے۔

زمانہ کلب۔ مسزیم۔ بی۔ داؤد جو سیول سرجن نظام آباد کی بلیم تھیں۔ سب سے پہلے مادل ہال میں زمانہ کلب کی ابتدا کی۔ اور بگمات والا۔ نواب وقار الملک کے نام سے یہ موسوم کیا گیا تھا۔ لیاقت جنگ کے زمانہ میں آفیسر زکلب سے موسوم ہوا۔

اشتراک عمل سے اپنی انتہائی دلچسپیوں کے ساتھ اس کو کامیاب بنایا۔
 بیگم قاضی زین العابدین صاحب اول تعلقہ ار کی تحریک پر جن سہیز
 کی یادگار میں ایک مختصر سی عمارت وسط آبادی میں تیار ہوئی ہے۔ اگر
 یہ کلب مسز داوری کی یادگار ہے تو عمارت بھی منت کش بیگم قاضی ضرور ہی
 اس کلب کا افتتاح بیگم سر کبر کے ہاتھوں ہونے والا تھا۔ ان کے نہ
 آنے کی وجہ سے ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو بیگم کرافٹن معتمد مال کے ہاتھوں
 افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں بیگم قاضی و بیگم داوری نے سپانسلر پیش کئے
 جس میں خواتین نظام آباد مدعو تھیں۔

ریلوے کلب۔ مسٹر لیس لکشن ماسٹر کی دلچسپیوں نے حدود
 ریلوے میں ایک کلب جو لائی ۱۹۳۳ء میں قائم کیا جس کا افتتاح مسٹر
 ولس انسر اعلیٰ ریلوے نے کیا۔ یہ کلب کامیاب ثابت ہو رہا ہے خصوصاً
 مسٹر لکشن کے حسن اخلاق نے بیرون حدود ریلوے پبلک کو بھی اسکا
 گرویدہ بنالیا ہے۔

سال نو۔ ۱۳۴۳ء سے پہلے ملک سرکار عالی میں مالیہ کا سال نو
 بہ سرپرستی مرزا محمد بیگ صاحب تعلقہ ار وقت غلی ساگر میں منایا گیا۔ جسکے

سلہ۔ ہر آزاد خود مختار ملک نے مالیہ کے سال نو کا خیر مقدم انتہائی مسرتوں سے کرتا ہے
 اسی اصول کے پیش نظر اس سال سے یہ ناچیز مورخ اخبارات میں مضامین کے ذریعہ عوام
 کو اور انفرادی کارڈ بامے پستی مطبوعہ سے عمدہ داران حکومت کو توجہ دلاتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ
 مبارک جہد عثمانی میں سیکم سے حکم آؤ کو تعطیل عام کا اعلان فرمایا گیا۔ سیکم میں زیر قیادت
 غلام محمد خان نثار کن بلہ یہ نہایت آب تاب کے ساتھ سال منایا گیا۔ جس کا اثر تمام ملک نے قبول کیا۔

جس کے بعد بے ہر سال منایا جا رہا ہے۔ اور اب تو یہ تحریک ملک میں
مملکت دکن کے طول و عرض میں پھیل چکی ہے۔

تعلقات کے کلب گھر۔ مستقر کار یڈی۔ مستقر آرمور۔ بالسواڑہ ان
مقامات پر بھی کلب قائم ہیں۔ جہاں پر عہدہ دار و کلارا اور خوش باش۔
روزانہ ٹینس۔ بیٹھمنٹن اور گہریلو کھیل و نیز اخبار بینی میں شام کا وقت گذارتے

تعیّنات

سینا۔ ۱۳۴۱ء میں مسٹر راما گوٹنر ساگوٹرنے کرشناٹا کیلئے نام سے
پہلا سینا قائم کیا۔ جو انتہائی کامیابی کے ساتھ چلا۔ ۱۳۴۲ء میں حکومت
مقامی کے شدید احکام نے اس کو قریب قریب بند کر دیا۔ ماہ تیر ۱۳۴۲ء
میں مسٹر فیروز شاہ منجرامتا جیرا بکھاری نظام آباد نے اس کو خرید لیا اور
اس کو نظام آباد پیالس ٹاکیٹ سے موصوم کر کے اس کا افتتاح قاضی
زین العابدین صاحب تعلقہ دار کے ہاتھوں کر دیا۔ جو کامیابی سے چلا
طوالف۔ نظام آباد کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ یہاں پر
لاٹو گھر مریوں کے آباد ہیں۔ یہ صریح غلط ہے نہ معلوم یہ کس زمانہ
مکی خبر ہے۔ اس وقت سو پچاس ایسی عورتیں ضرور ہیں۔ یہ تعداد
بائیس ہزار کی آبادی میں غیر معمولی نہیں کہی جاسکتی۔ مبارک عہد عثمانی
میں مرلی گری کے طریقہ کو قاتلنا مسدود کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے
یہ تعداد بھی ممکن ہے کہ باقی نہ رہے نظام آباد میں شالیستہ و خود دار
طوالف جس کے حسن و جمال کا ایک زمانہ میں شہرہ تھا۔ مساعہ لچھائی تھی

اس کا انتقال ۳۹ سال میں ہو گیا۔ اب اُس کی پروردگار کا ملا ثانی اس وقت موجود ہے دینزدوسری نیکانانی طوالت بھی ہے۔ جو زیادہ رقص و سرود کے لئے تقاریب میں بلوائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں سب ہی قسم کے انسان ہیں۔ جن انسانوں کی طینت ناپاک زمانہ پسند واقع ہوئی ہے اُن کے لئے تو اس طبقہ کا موجود اذیت ضروری ہے (درآں حالیکہ حد شرعی جاری نہیں ہے)۔ تاکہ شریف و باعصمت عورتوں کی طرف ان ذریات شیطان کا رخ نہ ہو۔ ورنہ ان کی ریشہ دوانیاں نہ معلوم کیا کریں۔

زمنہ۔ سب سے پہلے گلاب جی نامی ایک شخص تھا۔ دس پندرہ سال ہوئے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ایک ہندو زنمنہ ہے۔ کچھ عرصہ سے چند نیک صورت شیاطین سیرت قہم لوط کی پارٹیاں بھی ہیں جو شریف لڑکوں کو دھوکہ دیکر خفیہ اڈوں میں لیجاتی اور جبراً برباد کرتی ہیں۔ اور غریب مارے شرم و حیا کے اُس کے متعلق داد رسی نہیں دیتے۔ مے خانے۔ اس کے تفصیل کی ضرورت ہی نہیں۔ سرشتہ آبکاری کا ایک مستقل محکمہ منجانب حکومت کارفرما ہے جس کی آمدنی سالانہ ساڑھے چار لاکھ روپیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روپیہ رعایاء کی گٹھڑی کمائی۔ اور اُن کے بیوی بچوں کا حق برباد کر کے ہی آتا ہو گا۔ گو تیرک مسکرات کی کیٹیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر قسم کا پروگینڈا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ۔

دریاں قعر دریا سخت بندم کردہ مچہ باز می گوی کہ دامن ترکمن ہشیا ببا

کاش اس ام الجنازت کو حکومت ہماری اس اسلامی سلطنت سے باہر نکال دیتی
 اور کم از کم کانگریس و امریکہ ہی کی تقلید کر لیتی تو کیا اچھا ہوتا۔
قمار خانہ۔ بہت طبقہ کے لئے تو کوئی گنجائش نہیں اسلئے یہاں پر اسکل
 وجود نہیں ہے۔ لیکن ہر سوسائٹی میں برج کا کھیل بیٹ سے پہلے جاسکتا
 خصوصاً کلب گھر پہلی شب میں اور شاہین برج کے دیوان خانے رات رات
 بھر آباد رہتے ہیں۔ پھیلنے والوں میں ہمارے بہائیوں کا تناسب بمقابلہ
 ہر اور اقوام کچھ زیادہ ہی نظر آتا ہے بعض حضرات کو اپنے اعلیٰ کھیل پر
 دعویٰ بھی ہے۔ عبرت حاصل کر دے صاحبان بصیرت۔

باب

قاضی محمد بخش مرہوم

آپ کی شہرت نظام آباد میں آپ کے علم و فضل اور متول و تجارت کی
 وجہ سے خاص تھی۔ آپ کا زمانہ ۶۶۶ھ کا ہے کچھ جتن تھے۔ آپ کے والد کا نام
 شیخ محمد الدین عرف حاجی میران تھا۔ جو شیخ محمد ابن شاہ ملک المتخاطب
 قاضی آصف بن خواجہ شیخ برہان الدین کے فرزند تھے۔ برہان الدین کا
 سلسلہ گیارہویں پشت میں خواجہ شیخ فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے
 ۶۲۲ھ کی ایک سند جو فیض الدین صاحب نعامہ کے پاس ہے اس کی مصدق
 ہے۔ مکمل شجرہ محمد علی صاحب کے پاس سے لیکر میں نے دیکھا ہے۔

ایک سند بارہ برجی عطیہ شاہ عالمگیرؒ ۳۲ سنہ طوس مطابق ۱۰۲۰ھ بشرط خدمت احتساب و قضاوت در وجہ مدو معاش شیخ محی الدین کے نام کی نصیح الدین صاحب النامہ ارکے پاس موجود ہے صاحب منکے فرزند محمد محسن مرحوم تھے جنکے دو فرزند محمد عباس عرف غلام قادری کلاں اور محمد جعفر عرف غلام جیلانی خرد عیض زمانہ نواب ناصر الدلہ بہادر معاش قضاوت پر محمد آصف اور معاش افتاح عبدالرزاق کو۔ معاش احتساب محمد عباس بنیر گان محمد محسن کو عطا ہوئی تھی۔

عبدالرزاق محمد جعفر کے پوتے اپنے علم و فضل میں کامل اور عمدہ تعلقہ داری اور نگ آباد پر بھی فائز تھے۔ ابعد سبکدوشی ملازمت و فراغت حج بیت اللہ حیدر آباد میں سکونت اختیار کی۔ اور مبارک الدولہ راجوہا در نواب ناصر الدلہ آصفیاء تھے۔ کے ہم جلس سے اس زمانہ میں وہ بیت کا مقابلہ تھا۔ کچھ سیاسی ادیبوں میں علما کے ساتھ یہ بھی قید و بند میں گرفتار ہو گئے۔ اور معاش بھی ضبط ہوئی۔ نواب معزز یار جنگ اسی خاندان سے تھے۔ جن کا رسوخ تھا۔ نواب صاحب مرحوم نے اپنی ذاتی کوشش سے اس خاندان کی تمام معاشوں کو مجدداً حاصل کر لیا۔ اور دیگر معاش جو بعنوان مدد معاش تھی ۵۰ دوسری شاخوں میں بحال رہی۔ اس خاندان کے اکثر افراد اعلیٰ خدمات پر رہے۔

۱۔ تاریخ مشاہیر قندہار میں محمد جعفر کا سلسلہ مستردک ہو گیا ہے۔

۲۔ زمانہ قید میں ان کی بعض کرامات کا ذکر جو شہ عقیقت کے تحت ان کے بنیر محمد محسن کی تحریر محمد علی صاحب النامہ ارکے پاس محفوظ ہے۔

خود عبدالرحمن صاحب نواب شمس الامراء امیر کبیر مرحوم کے مصاحب خاص تھے جب کبھی نظام آباد آتے تو آپکی سربراہی کے احکام مارا المہامی سے صادر ہوتے۔ اس خاندان کے سلسلہ کلاں سے معزز یار جنگ و فیروز یار جنگ

(جنکی دیوڑھی چلیہ پورہ حیدر آباد میں آج بھی موجود ہے) دینر عماد الدین تحصیلدار و طیفہ یاب ہیں۔ اور فرزند خرد کے سلسلہ سے شجاع الدین صاحب فصیح الدین صاحب و عبد المجید صاحب و نیز صاحب منتخب فتح محمد حسن کے فرزند محمد علی صاحب انعام اراں موجود ہیں۔ محمد محمد حسن مرحوم کے متول کا اندازہ اُن کھنڈروں سے آج بھی ہوتا ہے جو انکی حویلی کے نام سے موسوم ہیں فصیح الدین صاحب و محمد علی صاحب کا بیان ہے کہ عید گاہ کی گنبد شاہ ملک مرحوم کی ہم نے سنی ہے۔ اس بیان کی نائیہ میں ایک دستاویز شدہ کی جھک بتلائی گئی۔ جس کی عبارت یہ ہے۔

”برائے تیاری مقبرہ و غیر احاطہ درگاہ حضرت مرحوم“ کہا جاتا ہے کہ گنبد احاطہ قبرستان عید گاہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن میں اس بیان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ اس گنبد سے کسی نے آج تک اپنا تعلق نہیں بتلایا۔ بلکہ وہ مخصوص قبرستان (جو اس خاندان کا ہے) جس میں ایک بڑے بچے جو ترے پر قبر ہے۔ اور ایک مسجد شکستہ بھی ہے وہی اس خاندان سے متعلق ہے۔ یہ کہنا کہ لفظ درگاہ دستاویز سے کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کاتب نے اپنے جد اعلیٰ کی قبر کو تعظیماً درگاہ لکھا اور عام قبروں کو مقبرہ۔ اس سے زیادہ کوئی اصلیت اسکی معلوم نہیں ہوئی۔

مع نقل مدار المہام ۱۲۸۷ھ محمد علی صاحب انعام کے پاس موجود ہے۔

اس خاندانی مقبرہ کے متعلق افسوس ہے کہ کمی فرد خاندان کو خبر نہیں کہ درحقیقت یہاں پر کون مدفون ہے۔ میرا قیاس غالب یہ ہے کہ اس خاندانی مقبرہ کے چوتھے قبر قاضی محمد محسن اول مدفون ہیں۔ شاہ ملک مرحوم غالباً بنولہ کے تواس میں مدفون ہیں۔ کیونکہ بعض اسناد سے اس خاندان کا تعلق بنولہ سے ہی معلوم ہوتا ہے اصل حقیقت افسری بہتر جانتا ہے۔

رانی جیلیم جانکا بانی انجہانی

جانکا بانی لنگاریڈی وطنہ ارٹیلیم تعلقہ یلاریڈی کی دختر تھیں جن کی شادی ۱۲۹۱ء میں جیلیم برتاب ریڈی فرزند تبتے راگویت ریڈی سے ہوئی۔ جو سرنامی کے دیسکھہ دمقطعہ دار وزیر تھے ان کے جیلیم چنیاریڈی دیسکھہ کو قبل ضلع بندی پر گنہ اندور (نظام آباد) انتظام دیا گیا تھا جیلیم برتاب ریڈی شوہر جیلیم جانکا بانی کا انتقال ۱۲۹۳ء میں ہو گیا اور دربار آصفی سے خلعت ماتم پر اسی جانکا بانی کو سرفراز ہوا۔ ۱۲۹۴ء میں آپ نے اسٹیٹ سرنامی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور سلیقہ و دانشمندی سے پندرہ ہزار عایار کو سنبھالا کہ اس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ فن تعمیر ذرائع آبپاشی میں ان کا دماغ خاص تھا۔ جس کی وجہ یہ علاقہ ہمیشہ سیرسبز و شاداب رہا۔ ان کی داد و دہش تمام ملک سرکار عالی میں مشہور تھی۔ ریڈی سخی تھیں اور بڑی ہی خود دار۔ عہد عید گاہ کے گنبد کے متعلق باب معابد و مقابر میں تبتانی بی کی سرخی کو ملاحظہ کیجئے محض



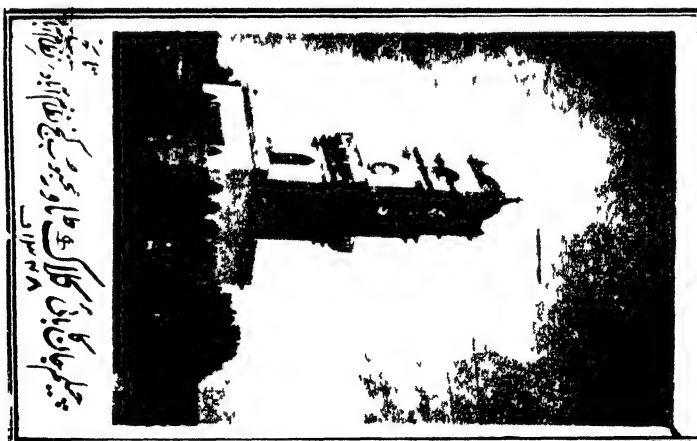
تاریخ
نظام آباد

رانی حلیم جانکا بانی

۱۳۲۵



۱۳۲۸ ع ۱۳۲۸



۱۳۲۸ ع ۱۳۲۸

ہر مفاد ملک و مالک کے معاملہ میں سب سے پہلے ہتھ دراز ہوتا۔ اپنے علاقہ میں اور خالصہ میں انکی سرفرازیاں برابر جاری رہیں ہر ایک سے یکساں پیشانی ملتیں۔ مہمان نوازی اپنے شایان شان کرتیں۔ نظام با میں آب رسانی کے لئے آپ نے ۱۲۰۹ء میں بحیرہ میں ہزار کا گرانقدر عطیہ دیا۔ اور ایک گنتھ گھر گنج میں بارہ ہزار کے صرف سے بنوا دیا۔ ان کی نیک نامی کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ان کا سیدھا ہاتھ بوجہ سخاوت بجنہ باقی تھا۔ اور تمام جسم خاک ہو گیا تھا۔ مصنف بھی ایک مرتبہ رانی صاحبہ سے مل چکا ہے۔ قدیم وضع کی پابند تھیں۔ ایک جھوٹے سے تخت پر بیٹھا کرتیں ہدیتہ گفتگو میں ندر کی ضمیر اپنے لئے استعمال کرتیں۔ تعصب سے کوسول دور اپنے مذہب کی سختی سے پابند نعتیہ کلام کی بڑی شائق تھیں۔ (۴۷) سال اس نیک سخت رانی نے اس علاقہ پر حکومت نہیں بلکہ (۱۵) ہزار رعایا کی پیچھی خدمت کی۔

۸ ابرشہر یور ۱۲۹۹ء کو انتقال ہوا۔ رعایا و علاقہ و خالصہ نے انتہائی ماتم کیا آپ کے جانشین مہر چیلیم رام لنگار ریڈی صاحب ہوئے جو رانی صاحبہ کے بیوہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ رانی صاحبہ نے چیلیم رگھوہیت ریڈی کو متبئی لیا تھا۔ جو رانی صاحبہ کے بھائی تھے۔ ان کی شادی چیلیم منگما صاحبہ سے ہوئی۔ نو جوان رگھوہیت ریڈی نے داعی اجل کو دو سال کے اندر ہی لبیک کہا۔ اس کے بعد ۱۳۰۰ء میں منگما صاحبہ نے موجودہ جانشین کو متبئی لیا۔ رانی صاحبہ کے حین حیات منگما صاحبہ کا

بھی انتقال ہو گیا۔ ۳۹ سال میں رعایا اور والی علاقہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس میں مصنف نے بحیثیت وکیل کام کیا۔ اس سلسلہ میں تمام علاقہ کے دورہ کا موقع ملا تھا۔ اس دورہ میں ہر کس و نا کس کو رانی صاحبہ کی اوالہ عزیزی و سخاوت اور رعایا پر پروری کے لئے یا و کنان پایا یہ سن کر کہ رانی صاحبہ کے ہاتھوں جس شخص نے نقصان اٹھایا تھا۔ اس کو بھی سچے دل سے مداح پایا رعایا کی رفع شکایت کیلئے ایک منتظم (جس کو اختیارات تحصیلداری دئے گئے) منتخبہ علاقہ بعد تو متیق سرکار مقرر فرما دیا۔ اور علاقہ کے بند و بست کا حکم بھی دیدیا یہی انتظام فی الوقت ہے

حضرت عیساٰ صاحب رحمہ

مولوی سید عباس صاحب بھقام قصبہ کاٹنگ تعلقہ و ضلع مردان صوبہ پشاور ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید شجاع الدین اپنے قبیلہ کے سربراہ اور وہ ہمتی تھے۔ سید عباس صاحب کے علاوہ اور تین بھائی تھے۔ چونکہ صاحب ثروت تھے۔ اور ماں باپ کے لاڑ و پیار میں پلے تھے۔ اس لئے ۲۲ سال تک کچھ نہ پڑھا نہ لکھا ایک مرتبہ خط پڑھانے منشی صاحب کے پاس گئے تو اُس نے جھڑک دیا کہ اتنی بڑی عمر ہو چکی ہے خط نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر خیال ہوا۔ اور حاجی صاحب کلابٹ (مصنف نور الانوار) کی خدمت میں رجوع ہو کر تحصیل علم کیا اور عربی و فارسی کے مہتمی ہو گئے۔ اور مخلوق خدا کو بند نصائح سے مشرف کرنے لگے۔ جس کے بعد مشائخین و علماء سُنو نے آپ کے خلاف عوام کو اکساتا شروع کیا

جب تکلیف رسائی کی راہیں زیادہ ہو گئیں۔ تو والدہ سے اجازت لیکر
 ذکن آئے اور قصبہ بھینہ خلع ناندیڑ میں جاگزیں ہوئے۔ اور آپ کے
 ساتھ آپ کے خالہ زاد بھائی اور شاگرد رشید ہاشم علیخان بھی تھے۔ جو
 نارائن کبیڑ میں مقیم ہوئے۔ حضرت عباس صاحب سلسلہ تبلیغ نظام آباد
 سلسلہ ۲۷ میں تشریف لائے۔ حسن اتفاق سے قاضی آصف ثانی کے
 تین دختر تھیں جس میں سے بڑی لڑکی آپ کے عقد نکاح میں آ گئیں
 یہ بڑی نیک نجات بیوی تھیں۔ ۱۲۹ھ میں بمقام نظام آباد اس
 خاتون کا انتقال ہوا۔ (۶۰) سال تک وہ رفاقت دین مرحوم نے
 یکے بعد دیگرے سات عقد کے آپ بڑے ہی پیچہ گزار اور باخدا انسان
 تھے۔ حق و صداقت کو بیان کرتے ہیں۔ ذرا بھی پس و پیش نہ کرتے خواہ
 دنیا مخالفت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ محلہ پہولانک میں آپ کی سکونت
 تھی۔ سیکڑوں آپ کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے۔ دنیا آپ کو دہابی
 کھا کرتی۔ لیکن آپ مذہب کے سچے احکام تلامی سے نہیں ڈرتے۔
 آپ کے مریدین ناندیڑ۔ و نظام آباد اور گلبرگ و سکر شاہ پور اور حیدر آباد
 میں بہت ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے طریقہ پر بیعت لیتے۔ اور پابندی ارکان
 اسلامی کی سختی سے تاکید فرماتے۔ مصنف نے آپ کے مریدین کو اکثر
 و بیشتر پابند ارکان اسلام دیکھا ہے۔ اور آپ کی ملاقات کا شرف
 حاصل کر چکا ہے۔ مرحوم نے کئے حج کئے۔ ۱۳۱ھ میں ہجرت کے خیال
 سے گئے۔ لیکن اپنے نوجوان اولاد کی انتقال کی اطلاع پر آگئے۔ چونکہ
 متناذلی مدینہ میں موت کی تھی۔ خدا نے قبول کر لی۔ ۱۳۲ھ میں حج

کیلئے گئے۔ اور بعد فراغت حج و زیارت دوروزہ علالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور حضرت میدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں

آپ کو جگہ ملی۔ **حضرت کریم اللہ شاہ رضا حرم**

عن موٹے مولوی خا

حضرت کریم اللہ شاہ صاحب نظام آباد کے خاص بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ پنجاب کے سکھ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام کی غر ز ند بن گئے۔ سیونی بہار علاقہ پنجاب میں کمی درویش کے آپ معتقد ہو گئے جنکے ایسا پر آپ نے دہلی میں علوم دینی میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ سیاحت کی طرف مشغول ہو گئے۔ اور اسی سلسلہ میں حج سے فراغت پائی باوجود اس کے آپ کی حالت ظاہری دیکھ کر آپ کو کوئی عالم نہیں سمجھتا تھا۔ ۱۳۱۲ھ میں آپ اور نگ آباد میں مقیم ہو کر کبھی کبھی نظام آباد تشریف لاتے اور اللہ بخش خان گتہ دار کے یہاں مقیم رہتے۔ ۱۳۱۹ھ میں آپ نے نظام آباد کی سکونت مستقل اختیار کی۔ جامع مسجد میں مقیم ہوئے اور حافظ اصغر علی خان گتہ دار کے پاس کھانے کا انتظام تھا۔ آپ غر با و محتاج کے ماوا لمجا تھے کسی سائل کا سوال رد نہ فرماتے بڑے بڑے علما و امرا۔ و دولت مند آپ کے معتقد تھے۔ جب کسی حاجت مند کو کسی عہدہ دار کے پاس سفارش کی ضرورت ہوتی تو آپ کے پاس پہنچ جاتا اس کی انتہائی سفارش کیلئے آپ ہر وقت تیار رہتے تعجب تو یہ ہوتا تھا کہ جس سے آپ کی صاحب سلامت بھی نہ ہوتی

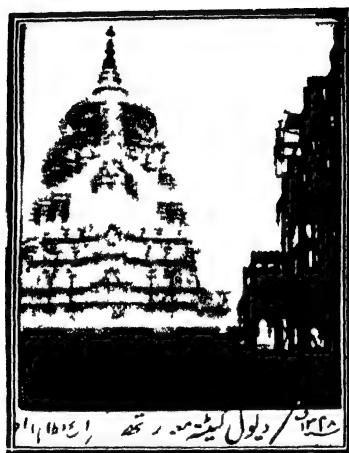
آپ کی سفارش کو قبول کرتا۔ شب بیدار صوم و صلوٰۃ کے پابند بہترین اوقات کے حامل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جھوٹ اور غیبت سے انتہائی نفرت تھی۔ کسی نے بھول کر آپ کے سامنے کبھی خبیث کر دی یا کسی کو بُرا کہہ دیا تو آپ کو غصہ آ جاتا۔ کان پکڑ کر بیٹھ کر داتے اور آئندہ غیبت نہ کرنے کا اُس سے عہد لیتے زمانہ حیات میں آپ کے ساتھ جو بیس گھنٹہ رہنے والوں سے بھی کسی نے نہیں سنا کہ آپ نے کسی بد سے بدتر انسان کو بُرا کہا ہو۔ یہاں تک کہ کوئی آپ کو گالی بھی دیتا تو اُس کو بھی آپ نہیں کرہتے کہ بیچ کہتا ہے بڑا اچھا آدمی ہے۔ آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔ اور ائمہ والوں کی خوراک و غذا کا آئینہ آپ کے معتقد حیدر آباد اور مالے گاؤں میں بہت سے ہیں آپ کا انتقال اسفندار سال ۱۲۸۲ھ مطابق ۳۱ ابریل ۱۸۶۵ء بمقام نظام آباد ہوا۔ آپ کے معتقدین جامعہ کے سامنے آپ کو دفن کرنا چاہتے تھے۔ بڑی کوشش سے اجازت حاصل کر لی گئی۔ لیکن وہاں پر پتھر نکل آیا۔ اس لئے مسجد گنج میں کچھوں نے دفن کرنا چاہا۔ غور ہی کیا جا رہا تھا۔ کہ سرور خانہ گتہ دار پہنچ گئے اور مرحوم کی وصیت کے بموجب عام قبرستان میں (عقب عید گاہ جانب جنوب) سپرد لحد کر دیا گیا۔ کیونکہ سرور خانہ کو آپ نے وصیت کی تھی کہ عام قبرستان میں دفن کیا جائے اور قبر کو مٹی کا ڈھیر رکھا جائے چنانچہ آپ کی قبر بالکل سادہ ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ و فضائل پسندیدہ کے اظہار کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اس ناچیز

مصنف کو حضرت موصوف سے خاص نیاز حاصل تھا۔

عزیز علی شاہ رضا عرف ہتائی مولوی صاحب

۱۳۲۵ھ میں حضرت عزیز علی شاہ صاحب اچانک نظام آباد پہنچے اور محلہ ہتائی کی ایک تنگ و تاریک مسجد میں (جو غیر آباد اور کس کی باولی کا پانی انتہائی کڑوا تھا، مقیم ہو گئے۔ محلہ والے آپ کو کبھی کھانا لادیتے اتفاقاً دوسرے سال شدت طاعون نظام آباد میں رونما ہوا۔ تمام آبادی ہتھیلیہ کر دینا پڑا۔ لیکن آپ مسجد ہی میں مقیم رہے اس لئے کہ آپ کے مرشد حضرت حبیب علی شاہ صاحب کا حکم تھا کہ تا حکم ثانی مسجد سے باہر قدم نہ نکالا جائے۔ اس لئے آپ نے اس تبلیغ پاتی کو پی کر اور سوجھنے کے پتوں کو چبا کر کئے دن گزار دیئے۔ کبھی شیخ حسین عرب آپ کو کھانا کھلا جاتے تھے آپ کے اس صبر و تحمل نے آپ کو نظام آباد میں روشناس کرا دیا۔ اور نہ صرف نظام آباد بلکہ حیدرآباد تک آپ مشہور ہو گئے۔ بڑے بڑے عہدہ دار صاحبان علم آپ کے معتقد تھے۔ ۱۳۳۱ھ میں آپ کی علالت کی وجہ آپریشن کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کابل میں سال کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے مسجد کے باہر قدم نہ نکالا۔ اس طرح آپ کو اعتساف کی قید و بند سے آزادی ملی۔ اس کے بعد حیدرآباد میں آپ مقیم رہے اور خور و ادسکات میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ احاطہ یوسف صاحب شریف صاحب کے دروازہ مشرقی مقام حیدرآباد میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ بوقت انتقال آپ کا





مدد اے - ۱۵۵۵ - ۱۵۵۵

قیام نواب قدرت نواز جنگ بہاد کے بنگلہ پر تھا۔ آپ پہلے ہتھم بل علاقہ انگریزی تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔ زمانہ اعتکات کے سلاٹ آٹھ سال کے بعد محبوب علی خان صاحب انسپٹر ریلوے پولیس آپ کے بڑے فرزند نظام آباد پہنچے۔ اور آپ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ جس پر آپ نے خفا ہو کر انکار کر دیا۔ اور وہ مایوس ہو کر بادیدہ پر غم چلے گئے۔ آپ کے کے فرزند علاقہ انگریزی میں برسر خدمت ہیں آپ کا وطن شاہجہاں پور تھا۔

آپ کی طبیعت بڑی چلائی واقع ہوئی تھی۔ بعض لوگ آپ کے پاس جاتے ہوئے خایف ہوتے تھے۔ آپ کے معلومات اس قدر وسیع تھے۔ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ اس مسجد کی چار دیواری میں تمام دکن کی خبریں آپ کو کیسے معلوم ہو جاتی ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت کم ہے لیکن آپ کے مرشد کا دائرہ مریدین بہت ہی وسیع ہے۔ آپ کا سلسلہ صابری تھا۔ صفائی کی مسجد ۱۳۲۷ھ میں آپ کے توجہ دہانی سے جدید بختہ عمارت کی صورت اختیار کر لی ورنہ یہ سفال پوش تھی۔ اس ناچیز مول کو آپ سے نیاز حاصل تھا۔ بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے اور اکثر مذاق بھی فرماتے۔

مستر ساگوڑ

آپ کے والد کا نام لنکا گوڑ تھا۔ جبیشہ ذاتی ساہوکاری کرتے تھے آپ کے نانا بھی ساگوڑ ساکن سرناٹلی تھے۔

۱۲۴۳ء میں نرسا گورنظام آباد میں پیدا ہوئے والد کے انتقال کے بعد تمام بہائیوں نے کاروبار کو برباد کر دیا۔ ہزار ہا روپیہ کا قرض اپنی ذات سے ادا کیا اور خاندان کو تقسیم کر لیا۔ اس کے بعد اپنی ذاتی قابلیت سے ساہوکاری کے علاوہ متاجری کے پیشہ کو انجام دیتے ہوئے سرمایہ داری حاصل کی۔ ابتدا سے آپ کی طبیعت فیاض رہی۔ اور بلا لحاظ مذہب و ملت آپ کاروبار ہر معاہدہ و مقدمہ میں کام کیلئے ہمیشہ وقف رہے۔ چالیس سال میں آپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ مدات ذیل میں صرف کیا۔

(۱) ابتدائی آبرسانی کیلئے سنگھ میں عہدہ (۹) گوردوارہ۔ عہدہ۔

(۲) گر جاکنیشتر عہدہ۔ (۱۰) رام مٹھ۔ عہدہ۔

(۳) دارالجمہوریہ دہلی۔ عہدہ۔ (۱۱) گاڈسالہ۔ عہدہ۔

(۴) پور گاؤں حضرت بابائی صاحب کے عہدہ۔ (۱۲) ٹاڈن ہال۔ عہدہ۔

(۵) حضرت بابا صاحب کے عہدہ۔ (۱۳) حصار قبرستان گتہ دارا صاحب۔

(۶) مساجد قلعہ وریلو کے نشین عہدہ۔ (۱۴) زنگی خانہ۔ عہدہ۔

بلایے بیرونی بیوتات عہدہ۔ (۱۵) ہندی گٹہ۔ عہدہ۔

(۷) دیول کینیشتر۔ عہدہ۔ (۱۶) دیول شنبو گڑھی۔ عہدہ۔

(۸) دیول سارنگ پور۔ عہدہ۔ (۱۷) سہنواں اردو۔ عہدہ۔

زمانہ عیش و عشرت میں آپ نے زنگی خانہ و مدرسہ نسواں کی عمارتیں بطور یادگار تعمیر کیں۔ اس کے علاوہ نہ معلوم کس قدر روپیہ اس مخیر خانی نے صرف کر دیا۔

عہدہ۔ ان دنوں کو دیگر مدات یہ آپ نے ہمیشہ ترجیح دی مصنف آپ سے ہمیشہ لڑتا رہا کہ مفاد ملک کے مقابلہ میں یہ کوئی چیز نہیں اور اکثر آپ نے میرے مشورہ کو قبول فرمایا۔

جس کی ایک معمولی مثال اندھرا کافر نس میں مٹر رنگار پڈی سا ہونگے کو
ساتھ لیکر (۵۰) ہزار شرکا کافر نس کو پانچ روز تک کہا نا کھلایا۔ درالیکہ
اس زمانہ میں آپ کو متاجری کے معاملہ میں لاکھوں کا نقصان برداشت
کرنا پڑا تھا۔ صاحب موصوف کے متعلق بعض مسلمان متعصب ہونے کا
خیال رکھتے ہیں۔ لیکن میرا (۲۵) سالہ ذاتی تجربہ یہ ہے کہ یہ ایک بے تعصب
کمتی کا طالب خدمت خلق کاشیدائی۔ اپنے مذہب کا سخت پابند شخص
ہے۔ ان کی زندگی بلا لحاظ مذہب و ملت خدمت غریب بندگان خدا
کے لئے اکثر حساس رہی ہے۔ مٹر نسا گورنر نے اپنی زندگی نہایت عزت
کے ساتھ گزاری ہر زمانہ میں تعلقہ داران و ملت ادرا علی عہدہ داران حکومت
نے بھی ان کی عزت کو ملحوظ رکھا۔

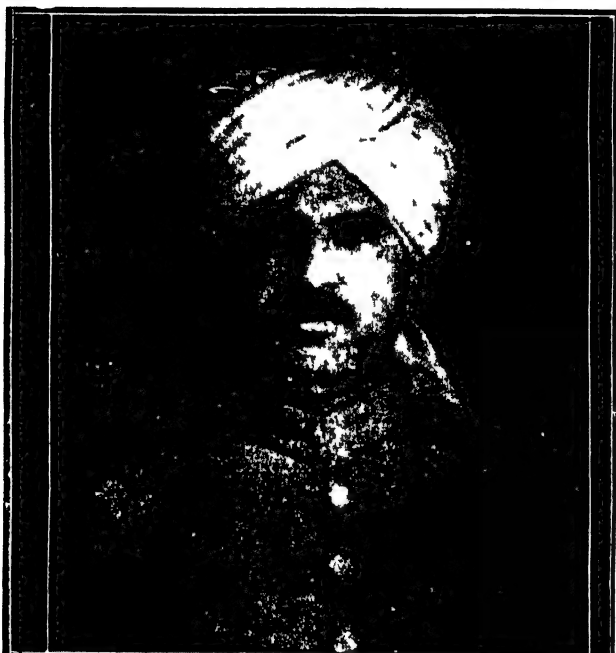
چنانچہ جن سین کے موقع پر ان کی عقیدت مند یوں کے صلہ میں
سلطنت آصفی کا نشان امتیازی بصورت تختہ سر اکبر نواب حیدر نواز جنگ
صدر اعظم بہادر نے ۲۱ مارچ ۱۹۰۲ء کو بمقام ٹاؤن ہال جلسہ عام میں اپنے
ہاتھوں زریب سینہ فرما کر خاص الفاظ میں ان کے خدمات کو سراہم قدرت
کی کرشمہ ساری کو دیکھئے کہ یہ لادلد ہیں اس وقت ان کے وارث مٹر
راگاوڑا دروازہ آپ کے زیر پرورش ہیں۔ جو ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں
جن کو مٹر نسا گورنر نے اپنی کل جائیداد کا مالک قرار دیا ہے۔

شیخ محمد حبیب

شیخ محمد صاحب ولد حاجی شیخ دادے صاحب نرسا پور کے موطن ہیں

آپ کی پیدائش ۱۲۷۲ھ فصلی میں ہوئی۔ نظام آباد ۱۲۹۴ھ میں آئے اور ۱۳۱۵ھ میں سند وکالت درجہ سوم حاصل کرنے کے بعد یہاں وکالت شروع کی۔ آپ نے رفاہ عام کاموں میں اپنا قدم سب سے پہلے رکھا۔ یعنی ۱۲۹۶ھ میں بزمانہ تعلقداری میرا میر علی صاحب اول تعلقدار رکن کمیٹی مقرر ہوئے جو آج تک ملک سرکار عالی میں آپ کا یہ ریکارڈ رکینیت ہے۔ آپ کی رکینیت کمیٹی ہمیشہ مخالفت کا پہلو لئے ہوئے رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا ہے کہ کمیٹی کو راہ راست سے ہٹنے کا بہت کم موقع ملا۔ آپ کی صداقت عامۃ الناس کو ہمیشہ کڑی معلوم ہوئی یہ ہی آپ کی حق گوئی کا ثبوت ہے۔

آپ کی سادہ زندگی، قدردان ادبی کی زندگی کو ہمیشہ مثلاً پیش کرتی رہی کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ اپنا کام اپنے اتوں کرتے دیکھا۔ اور کثرت کاری و خانہ داری ہر دو امور میں آپ مصروف و متل نظر آئے وکالت بھی غرضت تک کامیاب طریقہ پر کی۔ نہ ہی معاملات میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ خصوصاً جامع مسجد کی تعمیر و انتظامات میں تو آپ کی خاص توجہ اول سے آخر تک برقرار رہی ہے۔ ایک مرتبہ ایک عہدہ دار پولیس اپنی والدہ کو جامع مسجد کے سامنے دفن کرنا چاہتے تھے۔ بدیں خیال کہ مسجد کا احاطہ تنگ ہو جائے گا۔ آپ قبریں میٹ گئے۔ اور میت کو دفن ہونے دیا۔ آپ نہ مہب کے شہدائی ضمیر کی آواز بلند کرنے میں بخوف انسان ہیں۔ اگر کوئی نظام آباد کے حالات سے بہترین واقفیت رکھتا ہے تو وہ آپ کی ذات ہے۔



محمد سرور خان گتہ دار / تاریخ نظام آباد

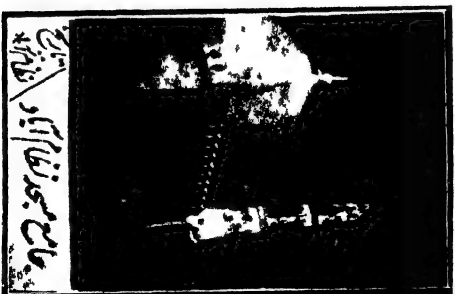


تاریخ

جامع مسجد قیام بوردین

زنگنه

۱۹۴۰-۱۲ هجری ۱۳۵۹



تاریخ

جامع مسجد نظام آباد

۱۸۹ هجری ۱۳۵۸

دہنود خان صاحب۔ بنگالی ہند سے گئے داری کیلئے ۱۳۰۵ھ
 میں نظام آباد آئے۔ اور یہاں کے متوطن ہو گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں
 انتقال کیا۔ مخیر انسان تھے۔ جامع مسجد کی تعمیر میں آپ نے خاص محی
 لی۔ اور پانچ سو روپیہ چندہ بھی دیا و نیز ذاتی توجہ تعمیر میں صرف کی۔ بس
سرورخان صاحب۔ ۱۳۳۴ھ میں نظام آباد آئے یہ افغانی ال
 نا غر ہیں۔ آپ کے والد ممتاز محمد خان تھے۔ سرورخان صاحب
 سلامی ضروریات پر مالی امداد میں سب سے پہلے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں
 زائد طالب علمی میں فکرتاں پڑھتے وقت حضرت سعدی شیرازی سے
 متعلق خیال ہوا کہ اگر میں روپیہ بچائے، گلوں تو انکی قبر بنوا دوں گا
 اللہ نے جب نوازا تو اس خیال کی تکمیل کرنی چاہی، علماء نے اس کے
 اختلاف کیا کہ قبر بنوانا شرعاً ممنوع ہے۔ اس لئے آپ نے دیوبند
 کے مدرسہ میں گلستان کی تعلیم کے لئے ایک عمارت تعمیر کرائی
 صرف سے بنوا دی ایک باغ آپ نے (ص ۷۷) ہزار میں خرید لیا
 اور مجھے کہا تھا کہ (ص ۷۷) دیوبند کو اگر ادا نہ کر دوں تو یہ باغ ہی
 کی کفالت میں رہے گا۔ میرے دشوار ادا کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ
 آپ ہی نے اس رقم کو ادا کر دیا۔ عمر شیدا آباد۔ جامعہ کیلئے بھی
 (ص ۷۷) ہزار روپیہ کے عطیہ کا وعدہ میرے اصرار پر کیا گیا ہے
 جو عنقریب ادا ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جنگل ابلس و بلقان کے موقع
 پر بھی دل کھول کر امداد کی۔ بہر حال ہر معاملہ میں جو آپ کی گتہ داری
 کا ہوتا ہے اللہ کے مخلوق کا حق ضرور ہوتا ہے۔ دو طالب العلم کو اپنے

ذاتی خرچہ سے دیوبند تعلیم کے لئے روانہ کیا گیا ہے۔ جو قریب میں فارغ التحصیل ہونگے۔ آپ کے کاروبار و رگل کریم نگر وغیرہ اضلاع میں ہیں آپ کے گتہ داری کے فرائض انجام دینے میں بڑی خوبی یہ ہر کم معاملہ کے بڑے ہی پاک ہیں

سید عبدالقیوم صاحب۔ آپ کے والد سید عبدالعزیز صاحب مرحوم دہلی کے رہنے والے تھے۔ مین کا کام کرتے۔ مجھ کو مرحوم سے نیاز حاصل تھا۔ بڑی متقی بہت تقی عمر بھرائی گاڑی محنت سے کھا۔ سید صاحب کے کسی فرزند تھے۔ مجملہ اُن کے عبدالقیوم صاحب آپ بچے جوان تھے۔ والد کے انتقال کے بعد بھی اُن کا یہی حال رہا۔ نسب نقلوب نے آپ کو ہدایت کا راستہ بتلادیا۔ اب اُن کی زندگی پر شک ہوتا ہے اُن کا ردیہ اسلام کے ٹھوس مقاصد کیلئے وقف ہے دارالاقامہ کی امداد مدرسہ حفاظ کے حافظ بلال صاحب کی خدمت گذاری مسجد جامع کی ضرورت کی تکمیل یتیم و غریب کا خیال آپ کو ہر وقت رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ دارین میر، آپ کیلئے مختص ہو چکا ہے۔ ماشاء اللہ پانچ لاکھ کے حافظ قرآن ہو چکے ہیں۔ بڑا لڑکا حافظ عبدالغفور کاروبار میں مدد و معاون ہے تجارت لکڑی و برگ آبنوس وغیرہ اندولائی و نظام آباد میں کامیاب طریقہ پر ہے خدا برکت دے۔

ہادی حسین صاحب مخلص تلمیذی

ہادی حسین صاحب عدالت ضلع کے صیغہ دار ۱۳۶۲ھ میں نظام آباد آئے یہ حضرت شاعر ہیں اور ایسے شاعر کہ جن کو پیدائشی شاعر کہا جائے۔

تو حق بجانب ہوگا اگر کسی سے خوش ہوں تو ہزاروں شعر تعریف میں کہہ دیں خدا جانے اسکو کیا سکایا بنا دیں۔ اگر بگڑ جائیں تو اللہ ہی پناہ میں رکھے آئی ہجو کریں کہ وہ رد دے۔

بہر حال خدا داد بات ہے کہ برجستہ شعر کہتے ہیں ^{۱۳۲۸} شہ ^ف میں جہازا یہیں السلطنت سرکش پر شاد بہاد۔ صدر اعظم نے آپ کی طبع آزمائی سے مسرور ہو کر خلعت سرفراز فرمایا۔ نظام آباد کا ہر شخص حضرت ہادی سے واقف ہے۔ اور خالیف بھی۔

معروف الشیخا ص سید حبیب صاحب عرف **ٹوڑا ڈولہ** چونکہ

یہ سود میں سیر دہان بھی لیا کرتے تھے۔ اسلئے یہ غریبیت ہو گئی۔

محمد حسین صاحب گشتی نشان سا مے تین یہ ایک لفظ لکھ پڑھو ہیں سکتے تھے۔ لیکن حافظہ بلا کا تھا۔ نام گشتیات یاد رکھتے جریدہ منگواتے

اور دوسروں سے پڑھا کر سن دیتے۔ یاد ہو جاتا۔ پیروی مقدمات

کرتے۔ اس لئے اس نام سے معروف ہو گئے۔ بلال لمبیا صاحب

یہ انتہا سخت دل بیا ہو کار شہ نجل اور شدت میں انکی مثال بجائی ہو

شیخ امیر خا کرو ب۔ یہ مولف کا ہمسایہ تھا۔ اس کا

ایک شاندار خوبصورت دو منزلہ مکان تھا۔ جو راہ رو اس بات کو

معلوم کرتا کہ یہ مہتر کا مکان ہے۔ اس کی حیرت کی کوئی انتہا

نہ ہوتی۔ چونکہ بچہ سلیقہ مند و خود دار انسان تھا۔ اور عال بھی مشہور تھا

اس لئے اس کی شہرت عام تھی۔ اس کا متول لوگوں کو حیران کرتا۔

باوجود اس کے ذاتی پیشہ انجام دینے میں عار نہ تھا۔ مکان کی تعمیر کے

زمانہ میں مجھ سے ہمیشہ کہتا تھا کہ میری یادگار رہیگی۔ لیکن قدرت نے عجیب صورت پیدا کر دی اور ہر مکان مکمل ہوا۔ آدھرا اولاد کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ لڑکا پیدا ہوا۔ عین چھلہ کے روز مکان سے میرت برآمد ہوئی۔ مکان بھی نہ رہا۔ جدید سڑک نے اُسکو فنا کر دیا (عبرت حاصل کرو اے صاحبان بصیرت) میں نے اس کی آمدنی و خرچ کا حساب کیا تھا۔ ماہانہ (ماصہ) کی خاص بچت فی تاریخ انتقال شوال ۱۳۵۷ھ۔

ضلع کے معمر انسان۔ فتح محمد صاحب پولیس میٹل بودہس کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہے۔ یہ اپنی پیدائش ربیع الاول ۱۲۸۷ھ کی بتاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اُن کی عمر (۱۱۳) اکیسویں سال کی ہے۔ اُن کے والد کا نام عثمان جی تھا۔ جو قصبہ بودہس کے وطندار تھے اس وقت فتح محمد صاحب بلا عینک کے بلا تکلف پڑھ سکتے ہیں میرے سامنے آئے۔ اُن کے دانتوں نے جواب دیدیا۔ لیکن قوائے حسیہ نے مجھ اچھے ہیں۔ جب تک یہ خود کار گزار رہے ان کی ساری تہذیبی و علمی تمام عہدہ داران سرکاری ان سے تعاون چاہتے تھے۔ ۱۳۳۷ھ تک ان کی حکومت مصنف نے خود بھی سنبھالی۔ ۱۳۳۷ھ میں جب مصنف پیشکار تحصیل بودہس تھائیں وقت ان کے زوال کا زمانہ آگیا تھا باوجود اس کے تحصیلدار زمین پولیس ان کے تعاون کے محتاج تھے۔

غفران مکان نے ذریعہ فرمان ان کو خدمت پر بحالی کا ارشاد

فرمایا تھا۔ ان کے استبداد و سرمایہ داری کے قصص آج تک بن زد خاص و عام ہیں یہ اپنی جوانی میں بید دلیر و جبری تھے۔ اس عمر میں بھی جرات و ہمت موجود ہے۔

علی خان صاحب ولد احمد خان۔ وظیفہ یاب جمعدار پولیس نظام آباد ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ وظیفہ حسن خدمت مبلغ (۷۵۰) روپے سالانہ سے برابر یار بست ہیں۔ تیس سال سے وظیفہ یار ہے ہیں۔ بعد وظیفہ ۱۲۸۰ء اپنی موضع بے چراغ کو بطور مقطوعہ حاصل کر کے وہاں پر اپنی سکونت اختیار کی اور کار و بار زراعت کرتے ہیں۔

اس مقام کی عزیت علی خان کا مقطوعہ ہے جو بودھن رود کے ساتویں میل پر واقع ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۱۰۲) سال کی ہے۔ ان کے والد راہپور اسٹیٹ کے رہنے والے تھے جو یہاں ان کو بس کر۔ مشہور اشخاص۔ یوں تو بہت سی ہستیاں گزری ہوئی و موجودہ اس سرخی کے تحت آسکتی ہیں۔ لیکن اس کے لئے گنجائش نہیں۔ اسلئے اختصار کام لیا جاتا ہے۔

میر امیر علی مرحوم جمعدار اول تعلقہ بڑی ضلع ایک قابل ذکر جمہور گزرا ہے جس کا انتقال ۱۲۸۰ھ میں ہوا شیخ احمد صاحب سررشتہ دار وظیفہ یاب برز و جنگ کے زمانہ کے معروف تھے ہیں۔

ونیکا گوڑ برادر نرسا گوڑ۔ زمانہ حیات میں کامیاب زندگی بسر کی۔ امیر علی برادران۔ نظام آباد کے مشہور انعامداروں میں ہیں۔

وغیر ہم

جس کتاب پر مصنف کی دستخطانہ ہو

وہ مسروقہ بھی جائے گی

مصنف

فہرست کتب مولفم غلام احمد صاحب وکیل



اصلی قیمت رعایتی قیمت

(۱) مفتاح العطیات

جلد دوم یعنی

دایجست عطیات (۶) چہم روپیہ چار روپیہ

(۲) کلید اوطان یعنی

دایجست اوطان (۷) سات روپیہ ندارد

(۳) تلنگم کنبی (۸) آٹھم آنہ ندارد

(۴) سہولت نصاب [امتحان عہدہ داران دیہی گیارہ

کتب مکمل ست مع فرهنگ]

اردو مرہتی یا تلنگی

تین روپیہ تین آنہ - چار روپیہ آٹھم آنہ

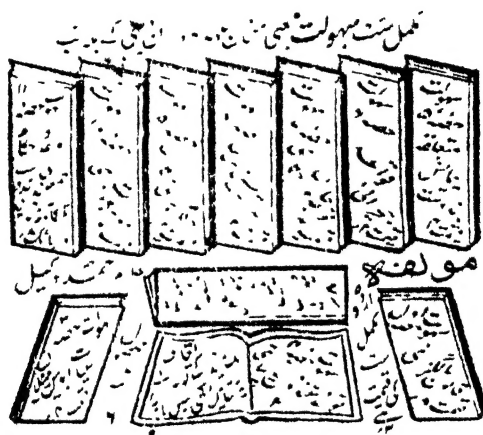
(۵) ہم - تم عرف پریم

ملنے کا پتہ

منتظم دارالاشاعت

(گاننام)

نظام آباد



مرثی یا ملکی زبان کے مکملت کی قیمت چار روپہ آٹھ آنہ
 ملنے کا پتہ منتظر راجا شامت لکھنا سانا نظام آباد

